ادھر گھس گئے تھے۔

بکتر بند گاڑی کے پاس پہنچ کر سنیل نے میرے ساتھ دوبارہ تپاک سے ہاتھ ملایا' ان چاروں کمانڈوز کو بھی عزت اور احترام سے الوداع کہا اور ہم گاڑی میں سوار ہو گئے۔

ہماری واپسی کے آثار دیکھ کر محافظ اپنے کمرے سے نکلا اور پھاٹک کھول دیا۔ ڈرائیور نے گاڑی کا انجن اسٹارٹ کیا اور ہم تیزی کے ساتھ وہاں سے نکل گئے۔

ہم سولجر بازار سے کچھ ہی دور نکلے تھے کہ میرے موبائل کی گھنٹی بجنے لگی۔ وہ آواز سنتے ہی میرا ذہن اول خان کی طرف گیا تھا۔ میں نے بٹن دبا کر فون آن کیا تو دوسری طرف بک ہاروے کی آواز سن کر میں حیران رہ گیا۔ مجھے توقع نہیں تھی کہ وہ اتنی سرعت کے ساتھ مجھ سے جوابی رابطہ قائم کرنے کی کوشش کرے گا۔

"خیریت ہے۔" میں نے متحیر آواز میں پوچھا "اس وقت تم نے کیسے فون کیا؟"

"میرا خیال تھا کہ تم میری کال کا انتظار کر رہے ہو گے۔ میں نے تصدیق کر لی ہے۔ ویرا اور سوبھراج کے بارے میں تمہاری کہانی درست ہے۔"

اس واقعے کے بارے میں ہر طرف سخت رازداری سے کام لیا جا رہا تھا۔ کہیں سے اندر کی کوئی خبر نہیں مل رہی تھی۔ حد یہ تھی کہ پولیس کے محکمے سے بھی کوئی بات معلوم نہیں ہو رہی تھی۔ اس کے باوجود بک نے قلیل سی مدت میں اپنی مطلوبہ معلومات حاصل کر لی تھیں۔ میرے لیے وہ اطلاع حیران کن تھی۔

"اب تمہیں اندازہ ہو گیا ہو گا میں تمہیں بلاوجہ سوبھراج کے خلاف نہیں بھڑکا رہا تھا۔"

"میں مانتا ہوں کہ ڈینی اور ویرا کے معاملے میں تم لوگ بہت برق رفتار ہو۔ ان کے معاملات سے پوری طرح باخبر رہتے ہو۔"

"اگر تمہارے ذہن میں بیٹھی ہوئی بدگمانیاں دور ہو گئی ہوں تو میں تم سے ایک بات پوچھ لوں۔" میں نے کسی طنز و استہزا کے بغیر' بہت محتاط لہجے میں پوچھا۔

"سوبھراج کی حرکت پر اس وقت میں صدمے کے عالم میں ہوں۔ ٹام بہت مشتعل ہے۔ میں جانتا ہوں کہ تم ہمارے دوست نہیں ہو لیکن تمہاری اس رائے سے میں پوری طرح متفق ہوں کہ ہمارے درمیان کوئی مفاہمت نہ ہونے کے باوجود ہلکی سی ذہنی ہم آہنگی خود بخود فروغ پا رہی ہے۔ تمہیں جو کچھ پوچھنا ہے' پوچھ لو۔ میں جواب دینے کی کوشش کروں گا۔"

"ویرا اور پیجرو والے معاملے میں راج محل سے پولیس تک' سب نے سختی سے اپنی زبانیں بند رکھی ہوئی ہیں پھر تم نے اتنے کم وقت میں میری دی ہوئی اطلاع کی تصدیق کیسے کر لی؟"

"یہ ہمارے طریقہ کار کی خوبی ہے کہ ہم اپنے دشمنوں کے ساتھ اپنے دوستوں کی بھی پوری پوری خیر خبر رکھتے ہیں۔" اس نے کسی تردد کے بغیر بولنا شروع کر دیا "راج محل اس شہر کے ایک اہم آدمی کا گھر ہے۔ وہ ہمارے لیے کام کرتا ہو یا نہ کرتا ہو' وہ گھرانا ہمارے لیے اہم ہے۔ اس کے ملازمین میں ہمارا ایک مخبر بھی موجود ہے۔ اس انفارمر نے تمہاری دی ہوئی اس اطلاع کی تصدیق کی ہے کہ کل رات سوبھراج کے چار آدمی پیجرو میں ایک سفید فام لڑکی کو لے کر نکلے تھے پھر پیجرو واپس نہیں آئی۔ کچھ دیر بعد ان چاروں میں سے دو آدمی ٹیکسی سے واپس پہنچے تھے۔ وہ وہی ہوں گے جو بھاگنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔"

"تم کو یہ بھی معلوم ہو گیا ہو گا کہ سوبھراج نے ان دونوں سے ملنے کا بعد ہی پاکستان سے نکل جانے کا فیصلہ کیا تھا!" اس کی بات مکمل ہو جانے کے بعد میں نے تائید طلب لہجے میں کہا۔

"اس نے یہاں سے بھاگ کر بڑی غلطی کی ہے۔ وہ یہاں بہت مضبوط پوزیشن کا حامل ہے۔ کوئی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا تھا۔"

"آدمی پر برا وقت آتا ہے تو اس سے پے در پے غلطیاں ہوتی چلی جاتی ہیں۔ یہ بتاؤ کہ اب سوبھراج کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟"

"مجھے صدمہ ہوا ہے۔ ویرا خطرناک عورت ہے۔ اسے ایک لمحے کا رسک بھی نہیں لینا چاہیے تھا۔ اس نے اپنے ہاتھ آیا ہوا خزانہ گنوا دیا۔"

"سوبھراج تمہاری صفوں کا بہت اہم آدمی تھا۔ اس نے تمہیں دغا دی ہے۔ اس سے بہتر میں ہوں کہ میں نے تمہیں ڈینی کے بارے میں صاف صاف بتا دیا ہے۔ اب اس کے بارے میں فیصلہ کرنا تمہارا کام ہے۔ یہ یاد رکھنا کہ میں غیر معینہ مدت تک تمہارے فیصلے کا انتظار نہیں کروں گا۔"

"رات کے واقعے کی تصدیق ہونے کے بعد میں نے سنجیدگی سے تمہاری شرائط پر غور کرنا شروع کر دیا ہے۔ تم ہر طرف سے سوبھراج کو گھیرنے کی کوشش کر رہے ہو۔ تم نے اس کی طرف سے میرا دل بھی کھٹا کر دیا ہے۔ اس کے لیے

Downloaded from https://paksociety.com

کچھ نہ کچھ کرنا پڑے گا۔"

"میں نے کچھ نہیں کیا۔ تم کو حقائق بتائے تھے۔ مجھے تمہارا دل کھٹا یا میٹھا ہونے سے کوئی سروکار نہیں تھا۔ یہ تمہاری صوابدید کا معاملہ ہے کہ اب تم اسے اپنے گینگ میں کس مقام پر رکھتے ہو۔ میری ہٹ لسٹ پر اس کا نام سرفہرست ہے۔ اسے گھیرنے میں تم میری مدد کر سکے تو اس کے نتائج تمہارے لیے سود مند ثابت ہوں گے۔"

"اب میں زیادہ وقت نہیں لوں گا۔ سوبھراج کے خلاف گنتی شروع ہو گئی ہے۔ میں جلد ہی کوئی نہ کوئی فیصلہ کر لوں گا۔"

"تم نے یہ کال کر کے میرے دل میں گنجائش پیدا کر لی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ آنے والے دنوں میں ہم ایک دوسرے کے شانہ بہ شانہ چل سکیں!" میں نے اسے امید دلائی۔

"تم یہاں سے باہر جانے پر آمادہ نہیں ہو تو تمہارے لیے یہاں جگہ پیدا کی جائے گی۔ مجھے کام کے آدمی کی ہر وقت ضرورت رہتی ہے۔"

اس نے کھل کر یہ نہیں کہا تھا کہ سوبھراج کی دغابازی کا راز کھلنے کے بعد اس کی جگہ خالی ہونے والی تھی۔ اس سے پہلے بھی وہ مجھے اشاروں کنایوں میں یہ جتانے کی کوشش کر چکا تھا کہ اگر میں ان لوگوں کے ساتھ کام کرنے کا فیصلہ کر لوں تو وہ مجھے ایک بڑا مقام دے سکتا تھا۔

میں کسی کے دل کا حال جاننے کا دعویٰ نہیں کر سکتا تھا۔ یہ میری نپی تلی رائے تھی کہ نک مجھے اپنے ساتھ ملانے کی سر توڑ کوششیں کر رہا تھا۔ وہ میری اصلیت سے نابلد تھا البتہ کرنل داور کے روپ میں میری کارکردگی سے بہت زیادہ متاثر تھا۔ اسے آدمی کی ضرورت تھی۔ سوبھراج کے ہٹائے جانے کے بعد اسے فوری طور پر وہ خلا پورا کرنا تھا۔ اشارے کچھ اس طرح مل رہے تھے جیسے وہ مجھے سوبھراج کی جگہ لانے کے بارے میں سوچ رہا ہو۔

وہ اس کے سوچنے کا انداز تھا۔ میں بھی اپنی لچھے دار باتوں سے اسے آس دلا رہا تھا لیکن میری سوچ اس سے بہت مختلف تھی۔ میں اس کو شیشے میں اتار کر اپنا کام نکالنے کا خواہاں تھا۔ میں غداروں اور سازشیوں کے اس ٹولے میں کسی قیمت پر بھی شامل نہیں ہو سکتا تھا۔

سوبھراج کے بارے میں مجھے یہ معلوم ہو چکا تھا کہ اس کا ماضی کسی بھی طرح قابل رشک نہیں تھا۔ اس نے تیسرے درجے کے ایک بدمعاش کے طور پر ہوش سنبھالا تھا۔ غنڈا گردی کے اسی دور میں اس کا سایا شعبہ والوں سے میل جول ہو گیا اور اس نے بدمعاشی کی سیاست کی داغ بیل ڈال کر رفتہ رفتہ وہ مقام حاصل کر لیا جہاں وہ ان دنوں فائز تھا۔ دولت کی چکاچوند نے لوگوں کی نگاہیں اس حد تک خیرہ کیں کہ وہ سوبھراج کے ماضی کو یکسر فراموش کر چکے تھے اور اسے ایک معزز سیاسی لیڈر تسلیم کرنے لگے تھے۔

یہ اندازہ لگانا دشوار تھا کہ سوبھراج کا امریکی ایجنسیوں سے کب رابطہ ہوا ہو گا۔ وہ لوگ لمبی مدت کے منصوبوں پر کام کر رہے تھے اور ہر ملک میں ابھرنے والی قیادت پر گہری نگاہ رکھتے تھے تاکہ ضرورت پیش آنے پر ان میں سے اپنے کام کے آدمی چن سکیں۔

سوبھراج اپنے داغ دار ماضی اور اقلیتی برادری کی بنا پر امریکی ایجنٹوں کے لیے آسان شکار تھا۔ کسی وقت اسے منتخب کر لیا گیا۔ یہ یقینی بات تھی کہ اس نے اپنے کام کی ابتدا نچلی سطح سے کی ہو گی لیکن طویل رفاقت کے بعد وہ اس حد تک امریکیوں کا دل جیتنے میں کامیاب ہو گیا کہ رفتہ رفتہ کوبرا کے مقام تک جا پہنچا تھا جہاں وہ پورے پاکستان میں پھیلے ہوئے مخبری کے جال کا سربراہ تھا۔ پوری فیلڈ فورس اس کے احکام کی تابع تھی اور وہ صرف دو چار بڑے امریکی گوروں کو جواب دہ تھا۔

نام اور نک کے لیے یہ واقعی صدمے کی بات تھی کہ ان سے پہلے آنے والوں نے برسوں میں پال پوس کر جس شخص کو ایک بڑے منصب پر فائز کیا تھا وہ ان کے دور میں خود غرض اور دغاباز ثابت ہو رہا تھا۔ سوبھراج ان کی ناک کا بال تھا۔ وہ میرے یا کسی اور کے مطالبے پر اپنے اس مہرے کو اس کی جگہ سے ہلانے کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے پھر ان کے سامنے ڈینی کا معاملہ آگیا۔ سوبھراج کے بدلے ڈینی کا سودا ان کے لیے شاید قابل غور ضرور تھا لیکن کسی بھی طرح پرکشش نہیں تھا۔ وہ ایک بڑے دشمن کو زیر کرنے کی خاطر اپنے ایک اہم ترین ہمدرد اور خیر خواہ سے دست کش ہونے کے لیے تیار نہیں تھے۔ سوبھراج نے ویرا کے معاملے کو نک اور نام سے پوشیدہ رکھ کر خود اپنے پیروں پر کلہاڑی ماری تھی۔

اگر میں سوبھراج سے چھیڑ چھاڑ نہ کرتا تو میرے فرشتوں کو بھی علم نہ ہو تا کہ وہ ویرا کے بارے میں کیا سوچ رہا تھا۔ میری طرف سے بدنام کیے جانے کی دھمکیوں سے ڈر کر پہلے اس نے اول خان کو اپنا ہدف بنانے کی دھونس دی اور پھر ویرا کو یرغمال بنا لیا۔ اپنی نام نہاد شہرت کو بحال رکھنے کے لیے اسے ایسے ہی کسی مضبوط سہارے کی تلاش تھی۔

Downloaded from https://paksociety.com

یہ سوبھراج کی کھلی بد نصیبی تھی کہ ویرا کے ذریعے مجھے بھی پکڑنے کے چکر میں وہ ویرا سے بھی ہاتھ دھو بیٹھا۔ ویرا کی آزادی کے بعد سوبھراج اپنے مضبوط سہارے سے محروم ہو چکا تھا اور مجھے کھلی چھوٹ مل گئی تھی۔

میرے انکشاف پر نک کو یقین نہیں آ سکا تھا کہ سوبھراج نے ویرا کے معاملے میں اسے اندھیرے میں رکھ کر دھوکا دیا ہوگا۔ اس خبر کی تصدیق ہونے کے بعد سوبھراج پر امریکی حمایت کے دروازے شاید بے رحمی سے بند ہو چکے تھے اور کسی بھی لمحے ان کی طرف سے سوبھراج کا ہانکا شروع ہو سکتا تھا۔

امکان یہ بنتا نظر آ رہا تھا کہ وہ سوبھراج کو براہِ راست کوئی سزا دینے کے بجائے اسے میری پیش کش کا ایندھن بنانے کی کوشش کریں گے۔ اس مرحلے پر انہیں سوبھراج کے عوض، کرنل داور سے ڈینی مل جاتا تو ان کا سراسر خسارہ بہت بڑے فائدے میں تبدیل ہو سکتا تھا۔ ان کی سوچ کے حساب سے سوبھراج کو کرنل داور کے ہاتھوں اپنے کیے کی بھیانک سزا مل جاتی اور وہ کرنل داور سے ڈینی کو لے کر اپنا انتقام پورا کر لیتے۔

یہ سب کیسے ہوتا، اس میں سے کیا ہوتا اور کیا نہ ہوتا، یہ سب بعد کی باتیں تھیں۔ نک کسی بڑی مجبوری کی وجہ سے تھائی لینڈ میں سوبھراج کے خلاف کوئی کارروائی کرنے پر آمادہ نہیں تھا۔ سب سے پہلے یہ دیکھنا تھا کہ وہ لوگ سوبھراج کو تھائی لینڈ سے پاکستان واپس لانے کے لیے کیا کرتے تھے۔ ایک بار وہ خبیث پاکستان لوٹ آتا تھا تو پھر ہمیں نک وغیرہ پر سر کھپانے کی کوئی ضرورت نہ رہتی۔ سرکاری طور پر ملے ہوئے ڈی آئی پی پروٹوکول کے باوجود ہم اپنے وسائل سے کام لے کر، کسی نہ کسی طرح اسے کیفرِ کردار تک پہنچا سکتے تھے۔

واپسی پر اسٹرائیک یونٹ والوں نے مجھے گھر پہنچانے کی پیشکش کی لیکن مسئلہ وہی تھا کہ اس عجوبۂ روزگار بکتر بند گاڑی پر بلاوجہ ہر ایک کی نظریں اٹھتی تھیں۔ اس ہیبت ناک گاڑی کو راج محل والوں نے پسند کیا تھا، نہ میں اپنے گھر لے جانا پسند کرتا تھا۔ میں یونیورسٹی روڈ پر اپنے گھر کے قریب گاڑی سے اتر گیا۔ سڑک پار کر کے میں چند منٹ میں اپنے گھر پہنچ سکتا تھا۔

میں اپنی اس مہم کے نتائج کے بارے میں کوئی پیشگی رائے قائم کرنے کی پوزیشن میں نہیں تھا لیکن کامیابی کے امکانات روشن نظر آ رہے تھے۔ واپسی میں موصول ہونے والے نک کے فون نے ان مثبت امکانات کو بہت زیادہ تقویت دی تھی۔

میں راستہ ناپتا ہوا گھر واپس پہنچا تو وہاں میدان صاف تھا۔ میری توقع کے برعکس اول خان کہیں اور مصروف تھا۔

❂✲❂

شام کو اول خان اپنے روزمرہ کے معمولات سے فارغ ہو کر ہماری طرف آیا تو وہ بہت مضمحل اور اداس نظر آیا۔

"کیا بات ہے۔ اس وقت تم بالکل دیوداس نظر آ رہے ہو۔" سلام دعا کے بعد میں نے تمسخرانہ لہجے میں اس سے پوچھا۔

"زندگی بے کیف لگ رہی ہے۔ کسی کام میں دل نہیں لگ رہا۔" وہ اکتائے ہوئے لہجے میں بولا "تم سوبھراج کے نوکروں سے معافی مانگنے گئے تھے۔ انہوں نے تمہیں معاف کر دیا یا ابھی بھی ناراض ہیں؟"

"اوہو..... تو یوں کہو کہ تمہارے چیف کی جواب طلبی نے ابھی تک تمہاری طبیعت مکدر کی ہوئی ہے۔" میں نے اس کے شانے پر ہاتھ مارتے ہوئے بے تکلفی سے کہا "یار! اتنی چھوٹی چھوٹی باتوں کو اپنے دل پر نہ لیا کرو۔ تم عملی آدمی ہو۔ بعض اوقات زندگی کے حقائق اس سے بھی زیادہ تلخ اور سفاک ہوتے ہیں۔ تم یہ کیوں بھول رہے ہو کہ تم سے جواب طلب کرنے سے پہلے چیف..... تم سے زیادہ کرب سے گزرا ہوگا کیونکہ وہ بھی کسی کو جواب دہ ہے۔"

"جب کوئی اَن ہونی بات ہوتی ہے تو زندگی بالکل روکھی، پھیکی اور بے روح محسوس ہونے لگتی ہے۔ دل چاہتا ہے کہ سب کچھ چھوڑ کر بَن باس لے لیا جائے۔ اس سے زیادہ تکلیف دہ بات اور کیا ہو سکتی ہے کہ امن اور قانون کے پاس داروں کو بدمعاشوں اور مجرموں کے پاس حاضری دینا پڑے۔"

"تمہیں دل گرفتہ ہونے کی ضرورت نہیں۔ مجھے راج محل میں جانے کے لیے ایک بہانہ چاہیے تھا۔ تمہارے باس نے مجھے وہ موقع فراہم کر دیا۔ مجھے وہاں ایک بڑی کامیابی حاصل ہوئی ہے۔"

کامیابی کے ذکر پر اول خان کی آنکھیں چمک اٹھیں "کامیابی!"

"ہاں..... میں نے ارجن کمار کے قاتل کو پہچان لیا ہے۔ وہ سوبھراج کا دستِ راست ہے۔"

"شاید تم سنیل کی بات کر رہے ہو۔" ویرا بولی "وہ مکمل طور پر ہیبت ناک نہیں ہے لیکن اپنی سرد آنکھوں سے

Downloaded from https://paksociety.com

سفاک قاتل معلوم ہوتا ہے۔ خوش مزاجی کے عالم میں بھی اس کی نظریں مجھے اپنے وجود میں اندر تک اترتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں مگر وہ بہت ڈھیٹ اور پکا معلوم ہوتا ہے۔"

"بلیک کیٹس کے بارے میں یہی کہا جاتا ہے کہ وہ مر جاتے ہیں لیکن اپنی زبان نہیں کھولتے۔" سلطان شاہ نے لقمہ دیا "مگر تم نے دیکھا کہ زندگی کے راستے بند پا کر گوپال نے اچانک سب کچھ بتانا شروع کر دیا تھا۔ سنیل اس سے زیادہ پکا نہیں ہو سکتا۔"

میں نے ان دونوں کی باتوں پر زیادہ دھیان نہیں دیا۔ میں یہ دیکھ رہا تھا کہ لفظ کامیابی نے اول خان کے مزاج پر حیرت ناک اثر ڈالا تھا۔ اس کے چہرے پر چھائی ہوئی اداسی اور لاتعلقی یکایک کافور ہو چکی تھی اور وہ ہشاش بشاش نظر آنے لگا تھا۔

"تمہیں اس پر شبہ ہو گیا تھا تو تم کو اسے اپنے ساتھ لے آنا چاہیے تھا۔" اول خان نے دھیرے سے کہا۔

"اس وقت میں خیر سگالی کے مشن پر گیا تھا۔ ایسا کوئی قدم اٹھانا مناسب نہیں تھا۔ سوبھراج کی واپسی تک یہاں حالات کو جوں کا توں رہنا چاہیے۔ کوئی گڑبڑ ہوئی تو وہ واپسی کا ارادہ ملتوی کر دے گا۔ دنیا بہت وسیع ہے۔ وہ کچھ عرصے کے لیے کہیں بھی جا کر روپوش ہو سکتا ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"لیکن اپنے سیٹلائیٹ فون کی وجہ سے وہ ہر وقت آپ کی دسترس میں رہے گا۔" غزالہ نے ہنس کر یاد دلایا۔

"مجھے امید ہے کہ اب تک بھی اسے واپس لانے کے لیے اپنی کوششوں کا آغاز کر دے گا۔ ایک دو روز میں اس کا نتیجہ سامنے آجانا چاہیے۔" میں نے امید ظاہر کی۔

"یہاں سے جانے سے پہلے تک تو وہ متذبذب تھا۔" ویرا نے حیرت سے کہا۔

"ویرا والے قصے کی تصدیق کرنے کے بعد اس کا سارا تذبذب ختم ہو گیا۔ اب وہ غم و غصے کی حالت میں ہے۔"

"تو کیا تمہارا اس سے دوبارہ رابطہ ہوا ہے؟"

"ابھی راستے میں اس کا فون آیا تھا۔ اس نے ذرا سی دیر میں اس واقعے کے بارے میں سارے حقائق معلوم کر لیے تھے۔"

"تک سے تمہاری کیا بات چیت چل رہی ہے۔ مجھے یہ پتا نہیں چل سکا کہ دوسری بار تمہاری اور اس کی کیا گفتگو ہوئی تھی۔"

اس وقت میرے لیے اول خان کی دل جوئی زیادہ عزیز تھی۔ میں نے گزرے ہوئے واقعات کے بارے میں اسے بریف کرنا شروع کر دیا۔

سب ہی خاموشی اور انہماک سے وہ باتیں سنتے رہے۔ کسی نے دخل انداز ہونے کی کوشش نہیں کی۔

"یہ ہے امریکی ذہنیت!" میرے خاموش ہو جانے پر ویرا نے پرزور انداز میں کہا "ان کو تو اپنے سوا کسی پر بھروسا نہیں ہوتا۔ یہ ڈالر بانٹنے میں فراخ دل ہوتے ہیں۔ اندر سے تنگ ظرف ہوتے ہیں۔ ان کے لیے کام کرنے والا ہر شخص خود کو ان کا منظور نظر سمجھتا ہے مگر یہ ہر ایک کو اپنی ٹھوکر پر رکھتے ہیں۔ ایک کو دوسرے کے پیچھے لگاتے رہتے ہیں۔ سوبھراج سوچ بھی نہیں سکتا ہو گا کہ اس کا کوئی ادنیٰ سا ملازم تک وغیرہ کو اس کے بارے میں خفیہ رپورٹیں دیتا ہے۔"

"ان کا یہ طریقہ کار کتنا ہی خراب ہو' اس وقت ہمارے لیے سودمند ثابت ہوا ہے۔" غزالہ بولی "ایسی کسی تصدیق کے بغیر تک ان کی باتوں پر اعتبار نہیں کر سکتا تھا۔ اگر وہ اپنی بات پر قائم رہا تو سوبھراج جلد ہی پاکستان میں نظر آئے گا۔"

"میرا یہ خیال ہے کہ راج محل والوں نے پیجرو کے بارے میں پولیس کو جو کہانی سنائی ہے اس میں بہت جھول ہے۔ پولیس ذرا سی محنت کرے تو اس کہانی کی دھجیاں اڑا سکتی ہے۔" سلطان شاہ اس وقت کچھ اور ہی سوچ رہا تھا۔

"جب تک سوبھراج کو دیا ہوا پروٹوکول ختم نہیں کیا جاتا' کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔ جانتے بوجھتے ہوئے بھی کوئی کچھ نہیں کر سکتا۔ یہ کیس پولیس کے گلے کی ہڈی بنا ہوا ہو گا۔ معاملہ قتل کا ہے۔ وہ فائل بند کر سکتی ہے نہ آزادی سے تفتیش کر سکتے ہیں۔" اول خان نے اپنا تجزیہ پیش کر دیا۔

"اس وقت کچھ بھی نہیں ہونا چاہیے۔" میں نے زور دے کر کہا "ایک بار وہ پاکستان لوٹ آئے تو پھر سب کچھ کیا جا سکتا ہے۔ اس وقت اسے اندازہ نہیں ہونا چاہیے کہ یہاں کی فضا اس کے لیے تیزی سے خراب ہوتی جا رہی ہے۔ میں نے راج محل جا کر اسی سمت میں کام کرنے کی کوشش کی تھی۔"

"پھر تمہیں سنیل سے ارجن کے بارے میں کوئی پوچھ گچھ نہیں کرنی چاہیے تھی۔" ویرا نے نشان دہی کی۔

"وہ سوال ناگزیر تھا۔ ارجن کے نام پر سنیل کا ردعمل دیکھنے کے بعد مجھے بھی احساس ہوا تھا کہ وہ بات الٹی پڑے گی۔ میں نے اپنے سوال کی اہمیت گھٹانے کی خاصی کوشش

Downloaded from https://paksociety.com

کی تھی۔ دیکھنا ہے کہ اب آگے کیا ہوتا ہے۔ سوال کرنے کے بعد اسے لوٹانا ناممکن تھا۔"

"یہی ہوتا ہے۔" ویرا نے اس بار تائید کی "ہمیں ہر بات کے ردِعمل کا پہلے سے اندازہ نہیں ہوتا۔ تالاب میں کنکر پھینکنے کے بعد ہی اندازہ ہوتا ہے کہ اٹھنے والے لہریے کنارے تک آئیں گے یا پھر درمیان میں ہی تحلیل ہو جائیں گے۔"

"تم راج محل کی سیر بھی کر آئے۔ اب تمہارا کیا ارادہ ہے؟" اول خان نے پوچھا۔

"کچھ بھی نہیں۔ اب صرف انتظار کرنا ہے اور یہ بھی دیکھنا ہے کہ اوپر سے پولیس والوں کو کیا احکام ملتے ہیں۔"

"پولیس سے تم زیادہ توقعات وابستہ نہیں کر سکتے۔ انہیں چھوٹ مل جائے پھر بھی وہ سوبھراج کے اثر و رسوخ اور دباؤ سے نہیں بچ سکیں گے۔ یہ ان کی مجبوری ہوتی ہے۔" اول خان نے کہا۔

"مجبوری کے ساتھ تم ان کی ضروریات کو بھول رہے ہو۔" ویرا نے تمسخرانہ لہجے میں دخل اندازی کی "مشہور ہے کہ ان میں پیسہ چلتا ہے۔ ان کی تنخواہیں اتنی قلیل ہیں کہ سب نہیں تو بیشتر پولیس والے تھوڑی سی پُر آسائش زندگی گزارنے کے لیے بھی رشوتیں قبول کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ ہمارے حریف کے پاس پیسہ بھی ہے اور تعلقات بھی۔ پولیس والے اس دو طرفہ دباؤ کا مشکل ہی سے مقابلہ کر سکیں گے۔"

"کیا امریکا میں رشوت بالکل نہیں لی جاتی؟" سلطان شاہ کو اپنی پولیس کی برائی پسند نہیں آئی۔

"لی جاتی ہے مگر بہت کم....." ویرا نے مثبت انداز میں جواب دیا "وہاں بلکہ دنیا کے ہر مہذب ملک میں تمام سرکاری ملازموں اور خاص طور پر قانون کے رکھوالوں کو معقول تنخواہیں دی جاتی ہیں اس کے باوجود بعض حریص افسر کبھی کبھار رشوت لے لیتے ہیں اور منہ بھر کر لیتے ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی رنگے ہاتھوں پکڑا جاتا ہے تو اس کا حشر خراب ہو جاتا ہے۔ اس سے سارا کھایا پیا اگلوا لیا جاتا ہے۔"

"یہ سب خوبیاں وسائل سے پیدا ہوتی ہیں۔" غزالہ ناصحانہ انداز میں بولی "وسائل کے بغیر کچھ بھی نہیں کیا جا سکتا۔ دعا کرو کہ پاکستان میں وافر مقدار میں تیل یا سونا نکل آئے تو ہر طرف خوش حالی کی لہر آ جائے گی اور ساری خرابیاں خود بخود دور ہو جائیں گی۔"

باتیں چلتی رہیں۔ رفتہ رفتہ اول خان کا موڈ بھی بہتر ہو چکا تھا۔ وہ ہم سب کی باتوں میں سرگرمی سے حصہ لے رہا تھا۔

اسی دوران میں ڈور بیل بجی۔ مجھے حیرت ہوئی کہ اس وقت کون آیا تھا۔ جب سے اول خان نے اپنے دو آدمیوں کو ہمارے گھر پر مامور کیا تھا' چھوٹے موٹے کاموں کی ذمے داری سلطان شاہ کے سر سے ٹل گئی تھی۔ ان میں سے کسی نے دروازہ کھولا تو میرے کانوں میں جلال کی آواز آئی۔

"چلے آؤ! یہاں کوئی پردہ دار نہیں رہتا۔" میں نے اس کے استقبال کے لیے اپنی جگہ چھوڑتے ہوئے ہانک لگائی اور اس کی ہنسی کی آواز قدم بہ قدم قریب تر آنے لگی۔

وہ ہنستا مسکراتا ہوا ہمارے ساتھ آملا۔ ہر ایک نے اس کی غیر متوقع آمد پر گرم جوشی سے اس کا استقبال کیا۔

"تم پہلے سے کسی اطلاع کے بغیر کیسے کراچی آ گئے؟" ویرا نے شوخی سے سوال کیا۔

"تم 'کراچی والے ہمیں چین سے کہاں بیٹھنے دیتے ہو۔ اچانک دوڑ لگانی پڑ گئی۔ گوپال نے کچھ اہم باتوں کا ذکر شروع کر دیا ہے۔" اس نے انکشاف کیا۔

"تو کیا گوپال ابھی تک کراچی میں ہے؟" اول خان نے حیرت سے پوچھا۔

"اس تماش کے قیدیوں کے لیے اس وقت ہمارے پاس صدف مینشن سے بہتر کوئی ٹھکانا نہیں ہے۔"

"اسلام آباد میں شاید کوئی موزوں عمارت دستیاب نہ ہو لیکن پنڈی میں بہتیری آسیبی عمارتیں موجود ہیں جہاں گھستے ہوئے آدمی کا دم نکلتا ہے۔ گوپال کے لیے یہاں تک آنے کے بجائے تم اسے پنڈی بلوا سکتے تھے۔" میں نے اول خان کی طرف داری کرتے ہوئے کہا۔

"نہیں!" جلال نے سر ہلاتے ہوئے جواب دیا "صدف مینشن میں قدرتی طور پر وہ سارے عناصر اور عوامل موجود ہیں جو قیدیوں کو آسانی سے اعصاب زدہ کر دیتے ہیں۔ کچھ دنوں میں پنڈی میں بھی اس کا متبادل تیار ہو جائے گا۔ یہ سناؤ کہ یہاں کے کیا حالات چل رہے ہیں۔ آخر کار سوبھراج کے اونٹ کو پہاڑ تلے لے ہی آئے ہو۔"

"کسی کی بد نصیبی اس کا پیچھا کر رہی ہو تو ساری تدبیریں دھری کی دھری رہ جاتی ہیں۔" میں نے صاف گوئی سے کام لیتے ہوئے کہا "سوبھراج کے ایک غلط فیصلے نے پورے کھیل کا رخ بدل کر رکھ دیا ہے اور آج میں نے تمہاری تجویز پر عمل کروالا ہے۔"

"میری کونسی تجویز تھی؟" اس کی جواب طلب نظریں

Downloaded from https://paksociety.com

میرے چہرے پر مرکوز ہو گئیں۔

"کرنل داور اور ایس ٹی ایف کے نمائندے کی حیثیت سے راج محل گیا تھا۔" میں نے مسکراتے ہوئے اسے بتایا۔

"خوب! تم لوگ ہر کام میں تیزی دکھانے کے قائل ہو۔ اسلام آباد میں بیٹھ کر میرے لیے یہ یقین کرنا دشوار تھا کہ سوبھراج جیسا مضبوط آدمی گھبرا کر بھاگ گیا ہو گا۔ فون پر ساری باتیں نہیں ہو پاتیں۔ ذرا یہ بتاؤ کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے۔ اس وقت یہاں کورم بھی پورا ہے۔ چائے کی ایک پیالی آجائے تو تمہاری قصہ گوئی کا لطف دوبالا ہو جائے گا۔"

"چائے آرہی ہو گی۔ قصہ بھی سن لینا۔ پہلے یہ بتاؤ کہ سوبھراج کے سلسلے میں اسلام آباد میں کیا ہو رہا ہے؟"

"وہاں شدید بحران آیا ہوا ہے۔ سوبھراج کی لابی پوری طرح سرگرم ہے۔ چشم دید گواہ کے ابتدائی بیان اور راج محل والوں کی کہانی میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ سوبھراج کی لابی اس واقعے کو مخالف پارٹی کی سازش قرار دینے پر تلی ہوئی ہے۔ ان کا اصرار ہے کہ گواہ کا دماغی معائنہ کرایا جائے۔ وہ فاتر العقل ہے....."

"میرا دل کہہ رہا تھا کہ اس کے ساتھ یہی ہو گا۔" ویرا اس کی بات کاٹ کر بول پڑی "سوبھراج کے حامیوں کی بات مان لی گئی تو اس بے چارے کو ذہنی مریض قرار دے کر کسی پاگل خانے میں سڑا دیا جائے گا اور کوئی اس کا پرسانِ حال نہیں ہو گا۔"

"راج محل سے سوبھراج کی جانب سے اخبارات کو فیکس پر ایک بیان بھیجا گیا ہے۔ اس میں چند مذہبی قسم کے سیاسی رہنماؤں کو ہدف بنا کر ان کے خلاف عامیانہ زبان استعمال کی گئی ہے۔" ویرا کی بات سن لینے کے بعد جلال نے اپنی بات آگے بڑھائی "اس کا کہنا ہے کہ مذہبی منافرت کی وجہ سے اس کے خلاف اسکینڈل تیار کیا گیا ہے تاکہ اس کے حریفوں کو میدان خالی مل سکے۔ ایسا معلوم ہو رہا ہے جیسے سیاسی لڑائی میں اصل قصہ پس پشت رہ جائے گا۔"

"تم نے وہ بیان تو دیکھا ہو گا؟" میں نے پوچھا۔

"یہ لو۔ تم بھی پڑھ لو۔" جلال نے اپنی جیب سے تہ کیے ہوئے کاغذ نکال کر میری طرف بڑھا دیے۔

وہ دو صفحات پر پھیلا ہوا تفصیلی بیان تھا جس کی ابتدا میں سوبھراج نے اپنی خدمات گنوانے کے بعد یہ الزام لگایا گیا تھا کہ اس کے سیاسی مخالفین کو یہ گوارا نہیں ہے کہ ایک غیر مسلم ملک و قوم کی خدمت کے میدان میں سب کو پیچھے چھوڑ کر آگے نکل جائے اس لیے وہ آئے دن اس کے خلاف سازشیں کرتے رہتے تھے۔ اس مذموم مہم میں متعصب مذہبی رہنما ان کی پشت پناہ تھے۔ اس مردود نے اپنی پوزیشن صاف کرنے کے لیے اس بیان میں بعض قابلِ نفرت باتیں بھی شامل کر دی تھیں۔ آخر میں پجیرو کے بارے میں بالکل وہی موقف اختیار کیا گیا تھا جو میں سنیل کی زبانی سن چکا تھا۔

اس بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہا گیا تھا کہ کچھ نامعلوم لوگوں نے سازش کے تحت اس کی پجیرو پر قبضہ کیا مزاحمت کرنے پر ایک ملازم کو مار کر دوسرے کو بے ہوش کر دیا۔ گارڈن روڈ پر ان کا اپنے کسی حریف سے آمنا سامنا ہو گیا۔ فائرنگ کے تبادلے کے بعد وہ گاڑی چھوڑ کر فرار ہو گئے۔

اس بیان میں ویرا کا سرے سے کوئی ذکر نہیں تھا!

میں جتنی دیر تک وہ بیان پڑھتا رہا، ویرا اور اول خان نے جلال کو وہ سب باتیں بتا ڈالیں جو اس کے علم میں نہیں تھیں۔

میں نے وہ کاغذ اول خان کی طرف بڑھائے تو جلال دوبارہ میری طرف متوجہ ہو گیا "یہ واقعہ اچانک اور غیر متوقع طور پر پیش آیا اس لیے بے ہوش ہونے والے کو یہ علم نہیں ہو سکا کہ اس معاملے میں سوبھراج کیا چاہتا ہے۔ اس نے پولیس کو چار آدمیوں اور ایک سفید فام لڑکی کی کہانی سنائی ہے۔"

"اس کا بہترین توڑ یہ ہے کہ ویرا کی طرف سے ایک بیان اخبارات کو جاری کر دیا جائے۔" سلطان شاہ نے تجویز پیش کی۔

"اخباری لڑائی سے ہمیں کچھ حاصل نہیں ہو گا۔ ہمیں اپنی توجہ حقائق پر مرکوز رکھنی چاہیے۔" جلال نے رائے دی "سوبھراج نے بوکھلاہٹ میں پاکستان سے فرار ہو کر سخت غلطی کی ہے اور اپنا کیس مزید کمزور کر لیا ہے۔"

"یہ سمجھ میں نہیں آ رہا کہ اسے یکایک فرار کی کیا سوجھی تھی۔" میں نے الجھن بیان کی۔

"اس نے بڑے دعوے اور طمطراق سے ویرا کو اپنی قید میں رکھا تھا۔" اول خان نے پرخیال انداز میں کہا "وہ سوچ بھی نہیں سکا ہو گا کہ ویرا چکنی مچھلی کی طرح پھسل کر اس کے ہاتھوں سے نکل جائے گی۔ وہ اپنے بچ جانے والے دونوں آدمیوں کی رپورٹ سن کر خوف زدہ ہو گیا۔ اسے اندیشہ ہوا ہو گا کہ جو لوگ ایک بھری ہوئی سڑک پر دیدہ دلیری سے پجیرو کو روک کر ویرا کو چھڑا سکتے ہیں وہ اس پر حملہ کرنے کی کوشش بھی کر سکتے ہیں۔ اپنے بقیہ دو آدمیوں کے بارے میں

Downloaded from https://paksociety.com

اس نے فرض کرلیا ہوگا کہ وہ مارے گئے۔ وہ کچھ دیر تک شہر میں رک کر اصل واقعات کا پتا چلا لیتا تو شاید یوں میدان چھوڑ کر نہ بھاگتا....."

"یہ سب دل بہلانے کی باتیں ہیں۔" جلال نے اس کی بات کاٹ دی۔ "اصل بات یہ ہے کہ جس پر برا وقت آتا ہے اس کی عقل پر پردے پڑ جاتے ہیں۔ سوبھراج فرار نہ ہوتا تو اس وقت اس کی پوزیشن اتنی خراب نہ ہوتی۔ اس کے سارے حمایتی مل کر بھی وہ کام نہیں کرسکتے جو وہ تن تنہا کرسکتا تھا۔"

"پھر اسلام آباد میں کیا فیصلہ ہونے کی امید ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"وہاں مذاکرات کے ساتھ پس پردہ سرگرمیاں بھی پورے زور و شور سے جاری ہیں۔ کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ اونٹ کس کروٹ بیٹھے گا۔"

"اگر حالات جوں کے توں رہتے ہیں تو تم اسی طرح الگ تھلگ رہو گے؟"

"مجبوری ہے۔ تمہارے ذہن میں کوئی متبادل راہ آتی ہو تو وہ بتا دو۔ میں اس پر چل پڑوں گا۔"

"اب میری ہر امید صرف نک سے وابستہ ہے۔" ویرا نے اعلان کیا "وہ چاہے گا تو سوبھراج سر کے بل پاکستان واپس آئے گا۔"

"ایک بار وہ پاکستان آجائے تو پھر یہ کیس تمہارا ہوگا۔" میں نے جلال سے کہا "وہ غدار ہے اور غداروں کی سرکوبی تمہارا فرض ہے۔"

"ہمیں سب کچھ معلوم ہے لیکن ہمارے پاس اس کے خلاف کوئی ثبوت نہیں ہے۔" جلال نے بے چارگی سے کہا "ثبوت کے بغیر تم اس کی گردن ناپ سکتے ہو' ہم اسے ہاتھ بھی نہیں لگا سکتے۔"

"ثبوت چاہتے ہو تو راج محل سے سنیل کو اٹھوالو۔ چار چوٹ کی مار پڑے گی تو وہ مان لے گا کہ سوبھراج کے حکم پر اس نے ارجن کو مارا تھا۔ اپنے اس ایک جرم پر وہ دونوں پھانسی کے پھندے تک پہنچ سکتے ہیں۔"

"ہمیں پہلے ثبوت درکار ہوگا۔ اس کے بعد ہم راج محل کا رخ کرسکیں گے۔ یہ بھی آسان نہیں ہوگا۔ ہمیں اس صورت میں بھی کلیرنس لینی پڑے گی۔" جلال نے رسانیت سے کہا "کلیرنس لینے کے لیے ہمیں پہلا ثبوت درکار ہے۔ اس کے بعد ہم سنیل تو کیا سوبھراج سے بھی سب کچھ اگلوالیں گے۔"

میں خالی الذہنی کے عالم میں اس کا چہرہ تکتا رہا پھر اچانک میرے ذہن میں ایک خیال کوندا بن کر لپکا۔ میں نے پرجوش لہجے میں کہا "شاید ہماری عقلوں پر بھی پردے پڑے ہوئے ہیں۔ ثبوت تمہارے پاس ہے۔ تم جب چاہو' اسے غداری کے الزام میں پکڑ سکتے ہو۔"

"تمہیں ایسی کیا بات یاد آگئی کہ جوش سے سرخ ہوئے جارہے ہو!" ویرا نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"سامنے کی باتیں ہیں' بار بار دہرائی جارہی ہیں مگر ہم انہیں بھولے ہوئے ہیں۔ وہ پاکستان سے اس لیے نہیں بھاگا کہ اسے اپنے اوپر حملہ ہونے کا خوف تھا۔" میں نے اسی لہجے میں ویرا کو جواب دیا "وہ ہر قیمت پر میری زبان بند رکھنی چاہتا تھا۔"

"ہاں۔" ویرا نے سرسری انداز میں کہا "یہ بات مجھ سمیت سب کو یاد ہے۔ کوئی بھی اسے نہیں بھولا۔"

"اپنا یہ مقصد حاصل کرنے کے لیے پہلے اس نے دھمکی دی تھی کہ میں نے اس سے محاذ آرائی جاری رکھی تو وہ اول خان کو مروا دے گا۔ اس کے بعد تم بہت زیادہ بہادر بن کر اس کے انٹرویو کے لیے جا پہنچیں تو اس کی گھاگ نظروں نے تمہیں پہچان لیا۔ تمہیں پکڑ لینے کے بعد اس کی پوزیشن بہت مستحکم ہوگئی۔ میں نے مقررہ وقت پر اسے فون کیا تو تم اس کی قیدی بن چکی تھیں۔ اس بار اس کی دھمکی تبدیل ہوگئی۔ اس نے کھل کر کہا کہ میں نے اس کے خلاف لب کشائی کی تو وہ تمہارا حشر خراب کردے گا۔"

"مجھے یہ بھی یاد ہے۔ تم ان باتوں کو کیوں دہرا رہے ہو؟" گفتگو میرے اور ویرا کے درمیان محدود ہو کر رہ گئی تھی۔ دوسرے افراد خاموشی اور حیرت سے ہمارے مکالمے سن رہے تھے۔

"اس کے لیے کسی اور بات کی اہمیت نہیں تھی لیکن میں یہ راز جان چکا تھا کہ وہ سوبھراج سے کوبرا کس طرح بنتا تھا۔ یہ بات پھیلتے ہی اس کی ساری عزت اور ساکھ خاک میں مل جاتی۔ وہ قد آور سیاسی رہنما کے رتبے سے غدار وطن کی پوزیشن میں آجاتا۔ تمہارے فرار کی خبر سنتے ہی اسے ہول آنے لگے ہوں گے کہ وہ میرے مقابلے میں نہتا رہ گیا تھا۔ مجھے خاموش رکھنے کے لیے اس کے پاس کوئی ہتھیار باقی نہیں رہا تھا۔ میں شہر بھر بلکہ ملک بھر میں اس کا بھانڈا پھوڑ دوں گا۔ وہ یہاں سے بھاگ گیا۔"

میں دوسروں کو کیا کہتا' افراتفری اور پریشانی کی وجہ سے وہ بات اسی وقت میری سمجھ میں آئی تھی۔ میرا اندازہ تبدیل

Downloaded from https://paksociety.com

ہوگیا۔ بات سمجھ میں آنے کے بعد یہ بھی اندازہ ہونے لگا تھا کہ وہ اپنے خاصے اثاثے سمیٹ کر اپنے ساتھ لے گیا ہوگا۔ سنیل نے مجھے بتایا کہ اس کے اہل خانہ گاؤں گئے ہوئے تھے۔ مجھے وہ بیان بھی مشتبہ نظر آنے لگا تھا۔ عین ممکن تھا کہ وہ لوگ بھی بعد کی کسی پرواز سے پاکستان سے باہر نکل گئے ہوں گے۔

سوبھراج کے نکتہ نظر سے یہ بات قیامت سے کم نہ ہوتی کہ میں اس کے کوبرا ہونے کا راز فاش کردیتا۔ اس کے چنگل سے ویرا کی آزادی کے بعد میرے اوپر سوبھراج کا ایسا کوئی دباؤ باقی نہیں رہا تھا۔ جو مجھے اپنی زبان بند رکھنے پر مجبور کرتا۔

"مجھے پوری بات بتاؤ۔ میں اس کے تابوت میں آخری کیل ٹھونک دوں گا۔" مجھے خاموش پاکر جلال نے ہیجانی آواز میں ٹوکا۔

"وہ کوبرا بن کر را کے ایجنٹوں اور پھر بلیک کیٹس کو کھلی مدد اور رہنمائی فراہم کررہا تھا۔ اس کا بہترین گواہ گوپال ہے جو اس وقت تمہاری قید میں ہے۔" اس بار میں براہِ راست جلال سے مخاطب ہوگیا "تم سوبھراج کو نقاب پوش بناکر اسے گوپال کے سامنے لے جاؤ گے تو وہ اسے کوبرا کی حیثیت سے پہچان لے گا۔ اس کے چہرے پر داڑھی لگاکر اسے ارجن کے ہوٹل میں لے جاؤ گے تو سب لوگ اسے حشمت سمجھ کر دور سے سلام کریں گے۔ وہ تین نام ہیں مگر شخصیت ایک ہی ہے..."

"تمہاری بات واضح ہے۔" جلال نے میری بات پوری ہونے سے پہلے کہا "ارجن کیس کے سلسلے میں حشمت کا نام پولیس کے ریکارڈ پر ہے۔ اس کا فیصل آباد کا پتا جعلی ثابت ہوا تھا۔ اس کی گردن میں شکنجہ ڈالنے کے لیے اس کا یہی ایک جرم کافی ہوگا۔ باقی باتیں وہ خود اگل دے گا۔ اب مجھے اس کے خلاف کلیرنس مل جائے گی۔ میں داڑھی کے ساتھ اس کی تصویریں بنوا کر ہوٹل کے عملے سے شناخت کروالوں گا۔"

"میں اس مشق سے گزر چکا ہوں۔" اول خان نے ہنس کر کہا "تم کو سو فیصد کامیابی ہوگی۔"

"میں یہی کہہ رہا تھا۔ ہم بہت کچھ کرچکے ہیں لیکن اس وقت سب بھولے ہوئے تھے۔" میں نے کہا۔

"اصل بات یہی ہے کہ وہ تمہاری معلومات سے خائف ہے۔" جلال نے میری تائید کی "حیرت ہے کہ ہم سب نے اس اہم نکتے کو فراموش کیا ہوا تھا کہ اس کا کوبرا یا کم از کم حشمت ہونا آسانی سے ثابت کیا جاسکتا ہے۔ شخصیت بدل کر جعلی نام اور پتے کے ساتھ ہوٹلوں میں ٹھہرنا بجائے خود ایک سنگین جرم ہے۔"

"اس کا ایک جرم تمہیں راج محل میں داخلے کی اجازت دلوا دے تو اس کے بقیہ جرائم کے ثبوت خود بخود سامنے آتے چلے جائیں گے۔" ویرا نے سگریٹ سلگا کر کہا "یہ ماننا پڑے گا کہ ہم لوگوں میں ڈینی کا ذہن کچھ زیادہ سرعت سے کام کرتا ہے۔"

"ڈینی کی صلاحیتوں میں کوئی کلام نہیں۔ ہر ایک اس بات کا اعتراف کرتا ہے۔" جلال خوش دلی سے بولا۔

"اب مجھے کانٹوں میں نہ گھسیٹو اور سوبھراج کی فکر کرو۔ جب تک وہ پاکستان واپس نہیں آجاتا' اسے یا اس کے حواریوں کو یہ اندازہ نہیں ہونا چاہیے کہ یہاں اس کے استقبال کے لیے کیا تیاریاں ہوچکی ہیں۔"

"وہ چوروں کی طرح گیا ہے اور اسی خاموشی کے ساتھ واپس آئے گا۔ کاش! مجھے اس کی پرواز کی تفصیل معلوم ہوسکے تو میں اسے ائرپورٹ سے ہی گرفتار کرنے کا مشورہ دوں گا۔ اب وہ یہاں ایک لمحے کی بھی آزادی کا حق دار نہیں رہا ہے۔" اول خان نے کہا۔

"انتظامی مجبوریوں کی وجہ سے اسے ائرپورٹ سے گرفتار کرنا ممکن نہیں ہوگا۔" جلال نے بتایا۔

"دوسرے افسروں کے مقابلے میں تم انتظامی پابندیوں میں کچھ زیادہ ہی جکڑے ہوئے معلوم ہوتے ہو۔"

جلال ویرا کی اس بات پر ہنس پڑا اور خوش دلی کے ساتھ بولا "جب معاملہ سوبھراج جیسے بڑے مگرمچھ کے شکار کا ہو تو ڈور اور کانٹے کا زیادہ خیال رکھنا پڑتا ہے۔ جب تک اسے دی ہوئی مراعات واپس نہیں لی جاتیں' اس کے خلاف ہونے والی بیشتر کارروائیاں کالعدم اور غیر قانونی تصور ہوں گی۔ یہ بہت باریک سا نکتہ ہے جسے جوشیلے افسر اکثر نظرانداز کردیتے ہیں اور پھر عدالت میں ان کے پاؤں ایک لمحے میں اکھڑ جاتے ہیں۔"

"اتنا کچھ ہوجانے کے بعد اب مراعات واپس لینے میں کیا تکلف ہے؟" ویرا نے پوچھا۔

"ڈینی نے ابھی رازداری کی بات کی تھی۔ مراعات واپس لے لی جائیں تو وہ بھانپ لے گا کہ اس کے لیے یہاں کے حالات سازگار نہیں رہے ہیں۔"

"تم لوگوں کی عجیب منطقیں ہیں۔" ویرا الجھ کر اپنا سر جھٹکتے ہوئے بولی "آخر تم اس کو کس طرح زیر کرنا چاہ رہے ہو۔"

Downloaded from https://paksociety.com

"زبانی طور پر ساری تیاریاں مکمل رہیں گی۔ مناسب مرحلہ آتے ہی دونوں کام ایک ساتھ ہوں گے۔ مراعات کی واپسی کا خط جاری ہوتے ہی اس کی گرفتاری کا وارنٹ تیار ہوجائے گا۔ اس کے لیے میں اپنا ہوم ورک آج ہی سے شروع کردوں گا۔"

"یہ فنی باریکیاں تم کو مبارک ہوں۔ میں ان میں نہیں پڑنا چاہتی۔ مجھے اصل غرض اسی بات سے تھی کہ اس کے خلاف کوئی قدم اٹھایا بھی جائے گا یا ہم اسے کوس کوس کر یوں ہی اپنے دل کی بھڑاس نکالتے رہیں گے۔"

"تم صرف ایک سمت میں دیکھ رہی ہو۔" میں نے مسکراتے ہوئے ویرا کو مخاطب کیا "یہ بھی تو ہوسکتا ہے کہ جلال کے پھیلائے ہوئے کسی قانونی جال میں پھنسنے سے پہلے سوبھراج میرے داؤ میں آجائے اور میں کسی فنی یا قانونی باریکی کی پروا کیے بغیر اسے بے دردی سے جہنم واصل کردوں گا۔"

"میں تمہیں ایسے کسی اقدام کا مشورہ نہیں دوں گا۔" جلال نے میری مخالفت کی "وہ قانون کی گرفت میں آتا ہے تو یہی راہ سب سے بہتر رہے گی۔ وہ زندہ رہ کر ذلت و رسوائی کا مزہ چکھے گا۔ اس پر جرح ہوگی تو کچھ اور پردہ نشینوں کے نام بھی سامنے آسکتے ہیں۔ اس کی اچانک موت سے یہ سارا سلسلہ ادھورا رہ جائے گا۔"

"میں تمہاری راہ نہیں روکوں گا لیکن اسے زیادہ مہلت بھی نہیں دوں گا۔"

"موذی کا سر پہلی فرصت میں کچل دینا چاہیے۔" ویرا سفاکانہ لہجے میں بولی "میں نے اسے سب سے زیادہ قریب سے دیکھا ہے۔ وہ بہت گھٹیا اور گھناؤنا آدمی ہے۔ میرا بس چلے تو میں اسے اس کے راج محل کے تہ خانے میں اسی مسہری پر باندھوں جس پر وہ مجھے لے جانا چاہ رہا تھا۔"

غزالہ اپنی مسکراہٹ چھپانے کے لیے منہ پر ہاتھ رکھ کر ڈرائنگ روم سے باہر چلی گئی۔ بعض اوقات ویرا کی بے باکانہ باتیں اس کے لیے شرمندگی کا باعث بن جاتی تھیں۔

جلال، ویرا کی وہ بات سنی اَن سنی کرکے راج محل کے ٹیکس والے کاغذ موڑ کر جیب میں رکھنے میں مصروف ہوگیا۔ دوران گفتگو سب نے باری باری ان دونوں کاغذوں پر لکھا ہوا متن پڑھ لیا تھا۔

"تم گوپال سے مل کر آئے ہو یا اب ادھر جاؤ گے؟" میں نے جلال سے پوچھا۔

"میں جس کام سے کراچی آیا ہوں، سب سے پہلے اسی کو نمٹایا ہے۔ اب رات اپنی ہے۔" اس نے ہنس کر بتایا۔

"بس... پھر آج رات یہیں بسر کرلو۔ ہماری چوتھی خواب گاہ تیار اور خالی رہتی ہے۔"

وہ دیر تک بیٹھنے کے لیے آمادہ تھا لیکن رکنے کے لیے تیار نہیں تھا۔ وہ سرکاری کام سے آیا تھا۔ رات اسی ہوٹل میں بسر کرنی چاہتا تھا۔ جس کی بکنگ اسلام آباد سے کرائی گئی تھی۔ رات کو ٹھکانا بدلنے کی صورت میں اس کے افسران کو اس کی تلاش میں دشواری پیش آسکتی تھی۔

"تم نے میری واپسی ہونے سے پہلے اس سے بات کی تھی۔ ذرا اب سوبھراج کو چھیڑ کر دیکھو کہ وہ کیا کہتا ہے۔" باتوں کے درمیان ویرا نے اچانک مجھ سے مخاطب ہوکر کہا۔

"تمہاری واپسی سے پہلے میں نے اس سے ڈیٹی بن کر بات کی تھی!" میں نے چبھتے ہوئے لہجے میں اسے یاد دلایا۔

"ہاں ہاں۔ مجھے معلوم ہے۔ کل اسی نے تمہارا فون مجھے دیا تھا اور میں نے بھی تم سے بات کی تھی۔" وہ بے پروائی سے بولی۔

"ویرا! تم کیوں مجھے مروانا چاہ رہی ہو۔" میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

"اس میں مروانے کی کیا بات ہے۔ تم کئی بار اس سے بات کرچکے ہو۔"

"یہ کیوں بھول رہی ہو کہ اس وقت میں کرنل داور کا قیدی ہوں۔ کرنل نے میرے سامنے ایک سخت گیر نقاب پوش کا روپ دھارا ہوا ہے۔ وہ مجھے کسی کو کیوں فون کرنے دے گا۔"

ویرا سٹپٹا کر رہ گئی۔ دوسرے لوگ بے اختیار ہنس پڑے۔

"ہم میں اور تم میں یہی فرق ہے۔" اول خان نے ہنسی کے دوران کہا "ہم بہت سی باتیں بھول جاتے ہیں۔ تم اہم باتوں کو ہر حال میں یاد رکھتے ہو۔"

"اس وقت میں اس سے صرف کرنل داور بن کر بات کرسکتا ہوں جو بے کار ثابت ہوگی۔ کرنل اور سوبھراج کا تعلق بہت رسمی اور رواجی سا ہے۔"

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔" غزالہ نے حیرت سے کہا۔ "مجھے تعجب ہے کہ سب آپ کی ہاں میں ہاں ملا رہے ہیں۔ آپ نے کل کرنل داور بن کر یہ باتیں تک ہاروے سے کی تھیں۔ اسے بتایا تھا کہ آپ نے ڈیٹی کو پکڑلیا ہے اور اس سے بہت سی باتیں اگلوالی ہیں۔ سوبھراج سے آپ کی ایسی کوئی گفتگو نہیں ہوئی۔"

Downloaded from https://paksociety.com

میں دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھام کر رہ گیا۔ غزالہ نے صحیح نشان دہی کی تھی۔ اس وقت شاید میں الجھا ہوا تھا اور ساری باتیں میرے ذہن میں خط مط ہو کر رہ گئی تھیں۔ غزالہ کے سوا کوئی میری اس سنگین بھول کو نہیں پکڑ سکا تھا۔ حد یہ تھی کہ ویرا بھی اپنی غلطی پر نادم ہو رہی تھی جبکہ اس کی بات بالکل درست تھی۔ میں نے بلاوجہ اسے اپنی تنقید کا نشانہ بنایا تھا۔

"ذرا مجھے دو منٹ دے دو اور سکون سے اپنے خیالات کو یکجا کرنے دو۔ مجھے یاد رہنا چاہیے کہ میں نے کس سے' کس روپ میں اور کیا بات کی تھی۔"

"ڈینی سے ایسی غلطیاں نہیں ہوتیں۔" اول خان نے خفت آمیز لہجے میں کہا "پتا نہیں آج اسے کیا ہو گیا۔"

ذہن پر ذرا سا زور دینے سے مجھے یاد آ گیا کہ پچھلے دن میں نے کرنل داور بن کر نک سے بات کرتے ہوئے یہ کہا تھا کہ ڈینی میرا قیدی بن چکا ہے۔ اسی گفتگو میں' میں نے یہ بھی کہا تھا کہ میں سوبھراج کے خاتمے کے بعد ہی اس سے ڈینی کے معاملے پر کوئی بات کر سکوں گا۔ نک سے اس کے بعد مزید دو بار میری بات ہو چکی تھی۔ میں نے اس سے کھل کر کہہ دیا تھا کہ سوبھراج اور بیس لاکھ ڈالر کے عوض اس سے کوئی بات بن سکے گی۔ مجھے امید نہیں تھی کہ نک نے وہ بات سوبھراج تک پہنچا دی ہوگی۔ ایسا ہوا ہوتا تو سوبھراج کرنل داور سے گفتگو کے دوران میں ڈینی کے بارے میں کچھ نہ کچھ کریدنے کی کوشش ضرور کرتا۔

وہ ذرا الجھی ہوئی باتیں تھیں۔ میں نے دوبارہ انہیں اپنے ذہن میں گھمایا اور پھر بشاشت سے کہا "ہاں! اب میرا حافظہ تازہ ہو چکا ہے۔ میرا خیال ہے کہ میں ویرا کی تجویز کے مطابق اپنے اصل روپ میں سوبھراج سے بات کر سکتا ہوں۔"

"ذرا ایک بار پھر سوچ لو۔ میں تو پردیسی ہوں۔ یہ سب تمہارے اپنے ہیں۔ ان سے مشورہ کر لو۔ کہیں کوئی گڑبڑ نہ ہو جائے۔" جلال نے فقرہ کسا۔

"اب گڑبڑ کا امکان نہیں ہے۔ غزالہ بہت کم بولتی ہے لیکن جب بولتی ہے' بہت سوچ سمجھ کر بولتی ہے۔" میں نے ہنس کر جواب دیا۔

"پھر میں بھی دیکھوں گا کہ تم اسے کس طرح سلگاتے ہو۔" جلال کے ہونٹوں پر جوابی ہنسی پھیل گئی "دشمن سے بات کرنے کے فن میں تم سے تھوڑی سی تربیت بھی مل جائے گی۔"

"بار بار فون کرنے سے اس کا دماغ خراب نہ ہو جائے!" میں نے اندیشہ ظاہر کیا۔

"اس کے پاس تم سے رابطہ قائم کرنے کا کوئی ذریعہ ہوتا تو وہ اب تک تمہیں دس بار تنگ کر چکا ہوتا۔" اول خان نے کہا "تمہارے پاس اس کا نمبر ہے تو تم کو ہی ہر بار پہل کرنی ہوگی۔ اس کا دماغ خراب ہوتا ہے تو ہوا کرے۔ تم کو اپنے مفاد کے بارے میں سوچنا چاہیے۔"

"دوپہر کو اس سے میری بات ہو چکی ہے۔ تم کہتے ہو تو اس سے ایک اور مذاکرہ سہی۔ اس وقت سے حالات میں کوئی نمایاں تبدیلی نہیں آئی ہے۔ ہمارے درمیان پرانی باتوں کا دوبارہ تبادلہ ہوگا۔ کوئی نئی بات مشکل سے سامنے آئے گی۔" میں نے نیم دلی سے کہا۔

"تبدیلی کیوں نہیں آئی۔ ابھی ویرا نے بتایا ہے کہ تم نے راج محل جا کر ایس ٹی ایف کی پوزیشن صاف کرنے کی کوشش کی تھی۔ سوبھراج اسے اپنی کامیابی تصور کر رہا ہوگا۔ مجھے یقین ہے کہ سنیل تمہاری اس ملاقات کے بارے میں سوبھراج کو رپورٹ دے چکا ہوگا۔" جلال ایک سانس میں کہتا چلا گیا۔

میں نے طائرانہ نظروں سے سب کا جائزہ لیا۔ ہر چہرے پر تجسس نمایاں تھا اور اسپیکر فون کے استعمال کی امید میں وہ پانچوں ہمہ تن گوش بنے ہوئے تھے۔ میں نے اپنی یادداشت کے سہارے سوبھراج کا سیٹلائٹ فون نمبر ملانا شروع کر دیا۔

حسب معمول اس کی طرف سے پہلی گھنٹی پر ہی جواب آ گیا۔ کراچی اور بنکاک میں وقت کے فرق کی وجہ سے وہاں رات گہری ہو چکی تھی لیکن سوبھراج اپنی آواز سے پوری طرح چاق و چوبند معلوم ہو رہا تھا۔

"بنکاک میں تم کو اپنی پہلی رات مبارک ہو۔ وہاں تمہاری عزت و آبرو محفوظ ہے یا بنکاک کی کسی فاحشہ نے تم کو بے آبرو کر دیا ہے۔" اس کی آواز سن کر میں نے طنز سے کہا۔

"بنکاک روئے زمین پر مردوں کے لیے ایک جنت سے کم نہیں ہے۔ تمہیں کیا تکلیف ہے۔ بار بار مجھے کیوں فون کر رہے ہو؟" اس نے وہی سوال کر ڈالا جس کی میں توقع کر رہا تھا۔

میں نے نظریں اٹھا کر جلال کی طرف دیکھا پھر کہا۔ "میرے ہاتھوں میں شدید خارش کی تکلیف ہے۔ تم کب تک یہاں سے بھاگے رہو گے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم جلد از جلد واپس آؤ تاکہ میں اپنے ہاتھوں کی خارش دور کر سکوں۔"

Downloaded from https://paksociety.com

"تم سب اُلّو کے پٹھے ہو!" اس کی غصیلی آواز کافی اونچی تھی "میں بھاگنے والوں میں سے نہیں ہوں۔ اپنا کام نمٹا کر تمہارا سر کچلنے کے لیے بہت جلد واپس آؤں گا۔ یہ نہ سمجھنا کہ ویرا کے فرار ہوجانے کے بعد تم میری دسترس سے نکل گئے ہو۔ میرے ہاتھ کسی بھی وقت تمہارے نرخرے پر ہوں گے۔"

"تم آؤ تو پھر اپنی ذلّت اور رسوائی کا تماشا دیکھو گے۔ شہر کا ہر شخص تمہارا نام نفرت اور حقارت سے لے گا۔"

"مجھے حیرت ہے کہ تم اب تک خاموش کیوں ہو۔ اپنی کتیا کے واپس پہنچتے ہی تم کو اپنا ہذیان شروع کردینا چاہیے تھا۔" اس کی زہریلی آواز آئی مگر میرا دھیان اس کے الفاظ پر تھا۔ ان سے ظاہر ہورہا تھا کہ وہ کراچی سے مسلسل رابطے میں تھا۔ اسے بدلتی ہوئی صورتِ حال کے بارے میں پل پل کی خبریں مل رہی تھیں۔ اسے انتظار تھا کہ میں اس کے بارے میں اپنی معلومات کا کھلا اظہار کب شروع کرتا ہوں۔

"میں دوبدو مقابلے کا قائل ہوں۔ بھاگنے والے دشمن پر پیچھے سے وار نہیں کرتا۔ بھگوڑے کو اس کے حال پر چھوڑ دیتا ہوں۔ تم دو مہینے تک وہاں روپوش رہو گے تو میری زبان بند رہے گی۔ یہاں آؤ گے تو میں تمہیں اپنے ہذیان کا مزہ چکھاؤں گا۔"

"میں تم کو وارننگ دے رہا ہوں کہ میرا پیچھا چھوڑ دو۔ تم ایک سنگلاخ چٹان سے اپنا سر پھوڑ رہے ہو۔ چٹان پر خراش بھی نہیں آئے گی۔ تم لہولہان ہوجاؤ گے۔"

"یہ میرا پرانا شوق ہے۔ میں نے اسی سر سے بہت سی چٹانوں کو پاش پاش کیا ہے۔ تم میری فکر نہ کرو۔"

"تمہاری کوئی قیمت ہے تو وہ بتاؤ۔ میں تمہارا منہ جھلنے کے لیے تیار ہوں۔" اس کی آواز قہربار ہوگئی۔

"میں بکاؤ مال نہیں ہوں سوبھراج! اپنی بولی لگوانے کا شوق تم کو ہے۔ ایک طرف امریکی تمہارے خریدار ہیں تو دوسری طرف بھارتی تمہیں منہ مانگے دام دیتے ہیں۔ مجھ سے بڑھ چڑھ کر باتیں نہ کرو۔ میں تمہاری اصلیت سے واقف ہوں۔ تم نے اپنے چہرے پر عزت اور اعتبار کا نقاب چڑھا کر خود کو نہ جانے کہاں کہاں بیچا ہوا ہے۔"

"تمہاری زبان بہت لمبی ہے۔" اس کی آواز میں شکست کی تلخی اور جھلاہٹ عود کر آئی۔ وہ کہہ رہا تھا "میں نے سنا ہے کہ بکواس کرنے کے معاملے میں تم سے جیتنا مشکل ہے۔ کیا تم کھل کر بتا سکتے ہو کہ تم مجھ سے کیا چاہتے ہو... کیوں میرے پیچھے پڑے ہوئے ہو؟"

"کاش! تم اتنے ہی معصوم ہوتے۔ تم صرف سوبھراج رہتے تو مجھے تم سے کوئی شکایت نہیں ہوتی۔ میری ساری دشمنی حشمت خان سے ہے جو چور کی طرح نقاب لگا کر اچکوں سے ملتا تھا۔ میں کوبرا کے خون کا پیاسا ہوں جو نقاب میں چھپ کر دشمنوں اور غداروں کی سربراہی اور رہنمائی کرتا تھا۔ یہ تمہاری بدقسمتی ہے کہ دونوں گھناؤنے بہروپ تم ہی نے دھارے ہوئے تھے۔ میں سب کو معاف کرسکتا ہوں مگر کسی غدار کو نہیں۔ اس ملک سے غداری کرکے تم نے اس مقدس منصب کی توہین کی ہے جو اس ملک کے لوگوں نے تمہیں دیا ہے۔ اس توہین کا ازالہ صرف تمہارا خون کرسکتا ہے۔"

"میں نے غور اور تحمل سے تمہاری پوری بات سنی ہے۔ تم نے حشمت اور کوبرا کے لیے ماضی کے صیغے استعمال کیے ہیں۔ اگر میں اسے ماضی، بھولا ہوا ماضی بنادوں تو کیا پھر بھی ہماری لڑائی ختم نہیں ہوسکتی؟" اس نے بہت عجیب اور بدلے ہوئے لہجے میں سوال کیا۔

"کیا تم اپنے گناہوں سے تائب ہونے کی بات کررہے ہو؟" میں نے چونک کر پوچھا۔

"اگر میں صرف سوبھراج رہ جاؤں تو کیا یہ دشمنی ختم ہوجائے گی؟" اس نے میرے سوال کا براہِ راست جواب دینے سے گریز کرتے ہوئے پھر ایک سوال کرڈالا۔

"اس بارے میں، میں ابھی کچھ نہیں کہہ سکتا۔ میرا خیال ہے کہ ہم لڑتے لڑتے اتنی دور نکل گئے ہیں کہ اب صلح کی کوئی راہ شاید ہی باقی رہ گئی ہو۔"

"تمہارے ان محتاط لفظوں سے کچھ امید سی نظر آرہی ہے۔" اس نے میری کہی ہوئی بات سے اپنا پسندیدہ مفہوم اخذ کرتے ہوئے کہا "دیکھو ڈیبی! میں لڑنے بھڑنے والا آدمی نہیں ہوں۔ ایک عزت دار سیاسی لیڈر ہوں۔ میری نظر مستقبل پر ہے۔ مجھے اندازہ ہے کہ اور کچھ ہو یا نہ ہو، تمہاری دشمنی کی وجہ سے میرا آگے کا راستہ خراب ہوجائے گا۔ میں اسے صاف ستھرا رکھنا چاہتا ہوں۔ میں تم سے تمہاری شرائط پر صلح کرنے کے لیے تیار ہوں۔"

سوبھراج کے وہ الفاظ سن کر سب کے چہروں پر خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ وہ دشمن کے وجود میں ہونے والی ٹوٹ پھوٹ کی نشانی تھی۔ سارے کارڈز اس کے ہاتھ سے نکل چکے تھے۔ اسے اندازہ ہوگیا تھا کہ اب اس کے پاس مجھے دبانے کے لیے کچھ بھی نہیں رہا تھا۔ وہ میری بولی لگا کر، میری شرائط قبول کرکے، مجھ سے صلح کرکے، غرض کسی بھی طرح میری دشمنی

Downloaded from https://paksociety.com

سے بچنا چاہ رہا تھا مگر مجھے معلوم تھا کہ وہ ایک موذی درندہ تھا۔ اپنے آڑے وقت میں کسی بھی حد تک جھکنے کے لیے تیار تھا۔ اس بار اسے مہلت مل جاتی تو وہ اپنی تمام تر تیاری کے ساتھ میرے اوپر کوئی ایسا وار کرنے کی تیاری کرتا جو میرے لیے مہلک ثابت ہوتا۔ ایک شکست کے بعد اگلی فتح حاصل کرنے کے لیے اسے وقت درکار تھا۔ وہ عاجزی اور پشیمانی کے ساتھ وقت حاصل کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

وہ مکار تھا تو میں اس سے بھی بڑا مکار تھا۔ میں نے رسانیت سے کہا "مجھے انسانوں کے خون کی ہولی کھیلنے کا کوئی شوق نہیں ہے۔ اگر تم اس ٹھوکر سے سبق لے رہے ہو تو یہ بہت اچھی بات ہے مگر میں نے دنیا دیکھی ہوئی ہے۔ سب سے بڑی عالمی گینگ کے ہراول دستے میں رہ چکا ہوں۔ شاید اب تم اس مقام پر پہنچ چکے ہو جہاں تم کمبل کو چھوڑنا چاہو تب بھی کمبل تمہیں نہیں چھوڑے گا۔ نک ہاروے اور انل بسواس جیسے لوگ بہت بے ضرر نظر آتے ہیں مگر سفاک ہوتے ہیں۔ انہوں نے تم پر کروڑوں کی سرمایہ کاری کی ہے' برسوں تم پر ریاضت کی ہے۔ وہ اتنی آسانی کے ساتھ تم کو کنارہ کش نہیں ہونے دیں گے۔ تائب ہو کر تم مجھ سے بچ جاؤ گے تو وہ لوگ تمہیں مروا دیں گے۔"

"مجھے تم ان سب سے زیادہ خطرناک اور سفاک معلوم ہوتے ہو۔" اس کا سارا بھرم اور غرور خاک میں مل چکا تھا "تم سے پالا پڑنے کے بعد اندازہ ہو رہا ہے کہ لوگ تم سے بلاوجہ خوف نہیں کھاتے۔ امریکی احمق نہیں ہیں جو کسی بے بساط آدمی پر دو ملین ڈالر کا انعام رکھ دیتے۔ مجھے تم اپنی طرف سے ضمانت دے دو۔ نک' ٹام اور دوسروں کو میں سنبھال لوں گا۔"

"ابھی تک تم نے مجھے دیکھا ہے نہ میں تم سے ملا ہوں۔ اتنے بڑے فیصلے یوں فون پر نہیں کیے جاسکتے۔" ابتدائی گرمی دکھانے کے بعد میں نے بھی تھوڑی سی نرمی اختیار کرلی۔

"یہ بتاؤ کہ میں تم سے کیسے اور کہاں مل سکتا ہوں۔" گھمنڈ ٹوٹ جانے کے بعد اس کے لہجے کی بے تابی بڑھ گئی تھی۔

"یہ سب ہو جائے گا۔ پہلے تم اپنے ملک میں واپس لوٹ آؤ۔"

"تمہاری کسی ضمانت کے بغیر میں یہ ہمت نہیں کرسکتا۔ تم میری زندگی کی ضمانت دو تو میں کل ہی کراچی لوٹ آؤں گا۔"

"اور تمہارے کام کا کیا ہوگا؟" میں نے وہ چبھتا ہوا سوال پوچھ ہی لیا۔

"کام بھاڑ میں جائے۔ آدمی کی جان ہے تو جہان ہے۔ اس کے لیے میں دوبارہ ادھر کا چکر لگالوں گا۔" وہ واپسی کے لیے بے چین ہوا جا رہا تھا۔ اگر اس کے اس اضطراب کے پیچھے نک سے ملنے والی کوئی ہدایت بھی کارفرما تھی تو مجھے اس کا کوئی اندازہ نہیں ہوسکا تھا۔

"میں تمہیں واپسی کے بعد دو دن کی مہلت دیتا ہوں۔" میں نے چند لمحوں کے توقف کے بعد جلال کو آنکھ مار کر کہا "اس دوران میں تم کو ٹام اور نک کو سنبھالنا ہوگا۔"

"انہیں میں دیکھ لوں گا۔" میری یقین دہانی پر اس کا لہجہ جان دار ہوگیا "مجھے یقین ہے کہ وہ میری مجبوریوں کو سمجھ لیں گے۔"

سوبھراج دولت کے لالچ اور شاید مراسم بڑھانے کے شوق میں امریکی ایجنسیوں کے ہتھے چڑھا تھا۔ اسے اندازہ نہیں تھا کہ ٹام اور نک جیسے پیشہ ور سیکرٹ ایجنٹوں کی سوچ کیا ہوتی ہے۔ وہ مجھے دلاسا دے رہا تھا کہ انہیں سنبھال لے گا۔ ان کو یقین دلا تا کہ کچھ دنوں میں میرا کام تمام کردے گا۔ وہ دونوں طرف دہرا کھیل کھیلنے کے چکر میں تھا جس میں سراسر اسی کا خسارہ تھا۔ وہ امریکی ذرا سی دیر میں اندازہ لگا لیتے کہ سوبھراج کس چکر میں تھا پھر وہ ان کے رحم و کرم پر رہ جاتا۔

مجھے اس سے کوئی ہمدردی نہیں تھی اس لیے اسے وہ باتیں سمجھانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا "اب تم کب واپس آرہے ہو؟"

"جلد از جلد آنے کی کوشش کروں گا۔ تم کو اخباروں سے ورنہ کسی نہ کسی طرح اطلاع مل جائے گی کہ میں کراچی لوٹ آیا ہوں۔"

"کراچی آنے کے بعد تم اپنے وعدے سے پھرے تو تم جانتے ہو کہ میرا نام ڈینی ہے۔"

"میں یہ غلطی نہیں کرسکتا۔ میں تمہارا ممنون ہوں کہ تم نے دو دن کی مہلت دے کر میرے سر سے بہت بڑا بوجھ اتار دیا۔ میں ڈرا ہوا تھا کہ پاکستان کی سرزمین پر قدم رکھتے ہی تم مجھے ہلاک کردو گے۔ میں ایسی بے بسی کی موت نہیں مرنا چاہتا۔"

"یہ بھی بتا دوں کہ اس دوران میں کراچی میں دہشت گردی کی کوئی واردات بھی نہیں ہونی چاہیے۔" میں نے سختی سے کہا۔

"میں سیاسی رہنما ضرور ہوں مگر تم یقین کرو کہ میرے ہاتھ اتنے لمبے نہیں ہیں کہ میں دہشت گردی کروا سکوں یا

Downloaded from https://paksociety.com

اسے روک سکوں۔"

"کراچی میں اب را کے کتنے ایجنٹ سرگرم عمل ہیں؟" میں نے ترش لہجے میں پوچھا۔

"چار رہ گئے تھے۔ پچھلے دنوں وہ ایک ایک کرکے مارے گئے۔ بلیک کیٹس کا انجام تم کو معلوم ہے۔ اب شہر میں کوئی نہیں ہے۔"

"سنیل سے کہہ دینا کہ کوئی نیا آدمی آئے تو وہ اسے لگام دے کر رکھے۔" اس بار میں نے ہدایت دی۔

"سنیل کا ان معاملات سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ جو بھی آئے گا' سیٹلائٹ فون پر رابطہ کرے گا اور میں خود اس سے بات کروں گا۔ کوبرا کا چکر اسی لیے چلایا گیا تھا کہ میرا اور راج محل کا نام کسی قصے میں نہ آنے پائے۔ میں دنیا کے کسی بھی حصے میں ہوتا ہوں تو اپنی ذاتی کال خود سنتا ہوں۔"

"اب میں تم سے کراچی میں بات کروں گا۔" یہ کہہ کر میں نے فون بند کردیا۔

"ہولناک دھمکیوں اور خوفناک مکالموں سے شروع ہونے والی گفتگو کی تان کہاں آکر ٹوٹی ہے۔" جلال نے تحیر زدہ آواز میں کہا "میں مان گیا کہ تم اپنے حریف کے ذہن کو پڑھ لینے میں کمال کی مہارت رکھتے ہو۔ وہ آسانی سے قابو میں آنے والا نہیں تھا۔"

"مگر بات بہت لمبی ہوگئی!" ویرا نے ایک ہلکا سا اعتراض کرڈالا۔

"ایسی ہوش ربا اور فیصلہ کن باتیں لمبی ہی ہوتی ہیں۔ تھوڑا سا کمزور فرد دکھانے کے بعد حریف کا ذہن ماؤف ہونے لگتا ہے اور اعصاب بھی کمزور پڑجاتے ہیں۔" میں نے ویرا کو سمجھانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا "ایسے کسی بھی نازک مرحلے پر ساری گفتگو اچانک ایک نیا موڑ لے لیتی ہے۔"

"کیا تم نے واقعی اسے معاف کرنے کا فیصلہ کرلیا ہے؟" اول خان نے میری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے' سنجیدگی سے سوال کیا۔

"اس مردود نے مجھے کتنا کہا ہے۔ میں اسے معاف نہیں کروں گی۔" ویرا غراتے ہوئے بول پڑی۔

"وہ تائب ہوگا اور نہ میں اسے معاف کرسکتا ہوں۔ یہ ایک زبانی جنگ تھی جو سوبھراج نے اپنی دانست میں جیت لی ہے۔" میں نے اول خان کو جواب دیا۔

"تمہیں اس پر بھروسا نہیں ہے لیکن اس کے لب ولہجے سے ظاہر ہورہا تھا کہ اس نے تمہاری یقین دہانی پر اعتبار کرلیا ہے۔" جلال بولا۔

"میں اسی لیے کہہ رہا تھا کہ وہ خود کو فاتح سمجھ رہا ہوگا۔ اسے یہ غلط فہمی ہوگی کہ اس نے چکمادے کر مجھ سے دو دن کی مہلت لے لی ہے۔"

"تم اسے یہ مہلت نہیں دو گے؟" اول خان نے پوچھا۔

"دو دن کا وقت ضرور دوں گا۔ وہ ایک بار یہاں لوٹ آئے تو تم لوگوں کو یہ بندوبست کرنا ہوگا کہ وہ دوبارہ پاکستان سے باہر نہ جاسکے۔ یہ کام ہوگیا تو پھر دو کیا' اسے چار روز بھی دیے جاسکتے ہیں۔ جب تک وہ یہاں رہے گا ہماری پہنچ میں رہے گا۔" میں نے جواب دیا۔

"تمہاری اور سوبھراج کی گفتگو چشم کشا تھی۔ میں اسے آج کا حاصل سمجھتا ہوں۔ گفتگو کو سوچے سمجھے انداز میں اپنی مرضی کے رخ پر لے جانا بھی ایک فن ہے جس میں تم کو مہارت حاصل ہے۔" جلال نے ایک مرتبہ پھر میری تعریف کی اور روانگی کے ارادے سے اٹھ گیا۔

وہ باہر سے آیا ہوا مہمان تھا۔ چائے کی ایک پیالی پر اس کا یوں رخصت ہونا کسی کو اچھا نہیں لگ رہا تھا لیکن اس کے پاس ہمیشہ کام کا عذر موجود رہتا تھا۔ وہ کھانے کے لیے رکنے پر آمادہ نہیں ہوا اور اگلے دن فون کرنے کا وعدہ کرکے رخصت ہوگیا۔

اس وقت تک سوبھراج کے لیے تین پھندے تیار ہوچکے تھے۔ نک اس کی آمد کا منتظر تھا تاکہ اس کے عوض ڈینی کے حصول کے معاملے کو آگے بڑھا سکے۔ ہم خود اس کی گھات لگائے بیٹھے تھے اور اگر وہ ان دونوں پھندوں سے بچ جاتا تو جلال اسے حشمت کا جعلی روپ اپنانے کے جرم میں باضابطہ طور پر گرفتار کرلیتا۔

شہر میں سوبھراج کی خاصی ہوا خیزی ہوچکی تھی۔ اس کے خلاف ہر طرف بھانت بھانت کی باتیں پھیل رہی تھیں۔ میرے لیے سب سے بڑی بات یہ تھی کہ جلال نے اس کی مراعات کا سحر توڑ کر اس پر ہاتھ ڈالنے کا ارادہ کرلیا تھا۔ جلال کی اس یقین دہانی کے بعد مجھے اپنے ہاتھ مضبوط ہوتے ہوئے محسوس ہوئے تھے۔ اس سے پہلے یوں معلوم ہورہا تھا جیسے میں بھرے شہر میں اکیلا رہ گیا ہوں' سوبھراج کے خلاف کوئی میرا ساتھ نہیں دے گا۔

❂✲❂

"سلمیٰ! میرے پیکٹ کی آخری سگریٹ بھی ختم ہوگئی ہے!" جہانگیر نے بستر پر بیٹھے بیٹھے ہانک لگائی اور مسکرانے لگا۔

Downloaded from https://paksociety.com

سلمٰی کچن سے تنگ کر کمرے میں آئی تو جہانگیر کے ہونٹوں سے شرارت آمیز مسکراہٹ یک لخت رخصت ہوگئی۔ اس وقت وہ صرف نیکر پہنے مسہرے پر چڑھا بیٹھا تھا۔ اس کی پشت اور سینے پر اگے ہوئے بڑے بڑے بال اس کے تن و توش سے مل کر اسے ایک چھوٹا بھالو بنا رہے تھے۔ سگریٹ کے مسلے ہوئے ٹکڑوں اور راکھ سے بھری ہوئی ایش ٹرے بستر پر رکھی ہوئی تھی' اس کے قریب ہی سگریٹ کا خالی پیکٹ پڑا ہوا تھا۔ دوسری طرف ایک خوب صورت ٹرے میں اسکاچ کی بوتل اور بھرے ہوئے گلاس کے ساتھ ٹھنڈے پانی کی بوتل بھی موجود تھی۔

"کیا منمنا رہے تھے؟" سلمٰی نے اسے گھورتے ہوئے' پھاڑ کھانے والے انداز میں پوچھا۔

"سگریٹ ختم ہوگئی ہے۔" اس نے بہت مسکینی کے ساتھ خالی پیکٹ کو اپنی انگلیوں میں نچاتے ہوئے کہا۔

"میں کئی دنوں سے دیکھ رہی ہوں کہ تم نے اپنی چھوٹی چھوٹی ضرورتوں کے لیے مجھے وقت ناوقت تنگ کرنا شروع کردیا ہے۔ شام کو میں سامان لینے کے لیے گئی تھی تو تمہیں اپنے سگریٹ کیوں یاد نہیں آئے؟ اب میں کھانا تیار کروں یا تمہارے سگریٹ لینے کے لیے جاؤں۔"

جہانگیر کے اطمینان میں کوئی فرق نہیں آیا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے سلمٰی نے اسے کوئی رباعی سنائی ہو۔ اس نے ٹرے سے گلاس اٹھا کر آسودہ انداز میں ایک بڑا گھونٹ اپنے دہانے میں گھما کر معدے میں اتارا پھر بہت محبت کے ساتھ بولا "ڈارلنگ! تم پر باہر کے ساتھ ساتھ گھر کے کام کا خاصا بوجھ بڑھ گیا ہے اور تم چڑچڑی ہوگئی ہو۔ میں کئی بار کہہ چکا ہوں کہ اپنا ہاتھ بٹانے کے لیے کوئی اچھی ملازمہ رکھ لو لیکن تم ہر بار میری بات سنی اَن سنی کردیتی ہو۔"

"تم سننا ہی چاہتے ہو تو سنو کہ میں تمہاری وجہ سے ملازمہ نہیں رکھ رہی۔ سارا بھاڑ خود جھونکتی ہوں۔" سلمٰی غصے سے بولی۔

جہانگیر نے ترحم آمیز نظروں سے اس کی طرف دیکھا پھر معصومیت سے پوچھا "تم نے مجھ پر یہ الزام کیسے لگادیا۔ کام کرنے والیوں سے میرا کیا تعلق!"

"عمر رسیدہ نوکرانیاں تمہیں پسند نہیں آتیں۔ بد صورتوں سے تمہیں کراہت آتی ہے۔ خوش شکل لڑکیاں تمہاری چھیڑ خانیوں سے تنگ آکر دو مرتبہ کام چھوڑ کر جاچکی ہیں اور پھر تم پوچھ رہے ہو کہ ان سے تمہارا کیا تعلق ہے۔"

"بس بس!" جہانگیر نے ہاتھ اٹھا کر اس کی بات کاٹ دی "زیادہ الزام تراشیاں نہ کرو۔ اگر میں غلط کام پر روک ٹوک کرتا ہوں تو حرام خور لڑکیاں تم سے میری چھیڑ پھاڑ کی شکایت کردیتی ہیں۔ تم نے مجھے یہ بات پہلے بتائی ہوتی تو میں جانے سے پہلے خود ان کو نوکری سے نکال دیتا۔"

"نوکری سے نکال دیتا۔" سلمٰی نے منہ بنا کر اس کی نقل اتاری "میں اس برے وقت سے ڈرتی ہوں جب تم نشے کی جھونک میں کسی سے لپٹ پڑو اور وہ تم پر ہاتھ اٹھالے۔ اس سے اچھا ہے کہ ہم کسی نوکرانی کے بغیر ہی وقت گزارتے رہیں۔ تم مجھے بار بار باہر بھیج کر اسی لیے تنگ کررہے ہو کہ میں گھر میں کسی کو رکھ لوں۔"

"رکھو یا نہ رکھو... اس وقت مجھے سگریٹ کی سخت ضرورت ہے۔" جہانگیر نے بے نیازی سے اپنا فرمان سنادیا۔

سلمٰی پیر پٹختی ہوئی کمرے سے کچن کی طرف گئی اور ذرا سی دیر میں سگریٹ کا ایک سربند پیکٹ لاکر جہانگیر کی طرف اچھال دیا "میں تمہاری حرکتوں کو خوب سمجھ رہی ہوں۔ جب سے فارمیسی کو آگ لگی ہے' دن بھر گھر میں پڑے شراب کی چسکیاں لیتے رہتے ہو۔ پھلی بھی پھوڑ کر نہیں دیتے۔ تم سے یہ نہیں ہوتا کہ بیوی کو باہر بھیجنے کے بجائے بازار کے کام خود کرلو۔"

"میں دس دفعہ بازار چلا جاؤں لیکن ڈینی کئی بار کہہ چکا ہے کہ میرے لیے باہر کے حالات بہت خراب ہیں..."

"ڈینی تو تم سے اور بھی بہت کچھ کہتا ہے۔ تم ان باتوں پر عمل کیوں نہیں کرتے۔ تم کو تو بس اینڈنے کے بہانے پسند ہیں۔" وہ جل کر بولی۔

"فضول باتیں کرکے میرا موڈ خراب نہ کرو۔ کھانا بنا کر یہاں بستر پر آجاؤ۔ آج ہم دیر سے کھانا کھائیں گے اور وہاں' ذرا یہ ایش ٹرے خالی کردو۔ یہ خالی پیکٹ بھی ڈسٹ بن میں ڈال دینا۔"

"تمہارا جب جی چاہے' کھانا کھالینا۔ آج میں بستر و ستر پر نہیں آرہی۔ ڈرائنگ روم میں صوفے پر سوؤں گی۔ وہاں آکر میری نیند خراب نہ کرنا۔"

"تم کو معلوم نہیں کہ شوہر اپنی بیوی کا مزاجی خدا ہوتا ہے!" جہانگیر نے اسے آنکھ مار کر کہا۔

سلمٰی بے ساختہ ہنس پڑی "مزاجی نہیں' مجازی کہتے ہیں۔ جب تمہاری اردو کمزور ہے تو گاڑھے الفاظ بولنے کی کوشش کیوں کرتے ہو۔"

"اسی طرح آہستہ آہستہ اردو سنبھل جائے گی۔ گاڑھے اور پتلے الفاظ سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ مطلب

Downloaded from https://paksociety.com

واضح ہونا چاہیے۔ وہ ہو جاتا ہے۔"

جہانگیر نے اپنی بات ختم کر کے دوبارہ گلاس اٹھایا تھا کہ دروازے پر ہلکی مگر طویل سی دستک ہوئی اور وہ چونک پڑا۔ سلمٰی کی آنکھیں بھی حیرت سے پھیل گئیں۔ وہ قالین پر دبے قدموں دوڑ کر جہانگیر کے ساتھ لگ کر بیٹھ گئی اور سرسراتی ہوئی آواز میں بولی "انٹر کام پر پوچھے بغیر کون اوپر آگیا؟"

سلمٰی کی تشویش بالکل بجا تھی۔ جب سے ان کے فلیٹ میں ریفیوم بیچنے والی ایک لڑکی نے آکر میرے بارے میں پوچھ گچھ کرنے کی کوشش کی تھی' انتظامیہ نے جہانگیر اور دوسرے مکینوں کی شکایت پر غیر متعلقہ افراد کے عمارت میں داخلے پر سخت پابندی لگادی تھی۔ کسی کے پاس کوئی مہمان آتا تھا تو سیکیورٹی والے اپنے کاؤنٹر پر متعلقہ فلیٹ سے اجازت لیتے تھے۔ اس کے بعد مہمان کو اندر جانے کی اجازت دی جاتی تھی۔ میزبان اس کے استقبال کے لیے پہلے سے تیار ہوتا تھا۔

انہیں نیچے سے کسی مہمان کی آمد کی اطلاع نہیں دی گئی تھی اور آنے والے نے ڈور بیل بجانے کے بجائے دروازے پر ہلکی دستک دی تھی۔ وہ دونوں باتیں مشکوک تھیں۔

"سیکیورٹی والوں سے پوچھیں کہ اوپر کون آیا ہے۔" سلمٰی نے قدرے توقف کے بعد سرگوشیانہ لہجے میں اپنی بات پوری کی۔

"تم دروازہ کھول کر دیکھو کہ کون ہے۔" جہانگیر نے اپنی ترنگ میں سلمٰی کے مشورے کو نظرانداز کردیا۔

آپس کی نوک جھوک کی بات اور تھی۔ سلمٰی اپنے شوہر کی نافرمان نہیں تھی۔ اس نے دبے قدموں دروازے کے پاس جاکر عدسے سے آنکھ لگائی تو اسے اپنے بند دروازے کے سامنے اسی عمارت کی کسی اوپری منزل پر رہنے والی ایک عورت کا شناسا سا چہرہ نظر آیا۔ وہ کچھ پریشان سی تھی۔

نہ جانے اس بے چاری پر کیا افتاد پڑی تھی کہ وہ ان کے در پر آپہنچی تھی۔ سلمٰی نے سوچا اور انسانی ہمدردی کے جذبے سے مغلوب ہو کر دروازہ کھول دیا۔ دروازہ وا ہونے کے بعد اسے وہ دراز قامت شخص نظر آیا۔ جو عورت کے پہلو میں کھڑا ہوا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ریوالور دبا ہوا تھا جس کا رخ نووارد عورت کی طرف تھا۔ وہ اس عورت کو ریوالور کی زد پر لیے اندر گھستا چلا آیا۔ خوف اور اضطرار کے عالم میں سلمٰی کا منہ کھلا ہوگا کہ اس شخص نے غرا کر اسے خاموش رہنے کا حکم دیا۔

دروازہ خود کار اسپرنگ کے زیر اثر بند ہو کر مقفل ہوگیا۔ اس شخص نے ریوالور فضا میں اچھال کر نال سے پکڑا اور اس کا آہنی دستہ بے دردی سے نووارد عورت کی داہنی کنپٹی پر رسید کردی اس ادھیڑ عمر عورت کے لیے وہ چوٹ کافی تھی۔ وہ تیورا کر ایک لمبی ہچکی لیتی ہوئی قالین پر ڈھیر ہوگئی۔

اس وقت تک جہانگیر کے فرشتوں کو بھی علم نہیں کہ باہر کیا ہو رہا تھا۔ سلمٰی کو دروازے کی طرف بھیج کر وہ اپنا دوسرا گھونٹ لے چکا تھا۔ وہ اس وقت مسہری پر بری طرح اچھلا جب دراز قامت شخص سلمٰی کو اپنے ریوالور کی زد پر لیے خواب گاہ کے دروازے پر نمودار ہوا۔

"اے... تم کون ہو۔ ریوالور ہٹاؤ میری بیوی کے سر پر سے۔" وہ بستر پر بیٹھے بیٹھے بوکھلاہٹ کے عالم میں بولا۔

وہ نرا احمق نہیں تھا۔ کاہل ضرور ہوگیا تھا مگر ایسے معاملات کی پوری سمجھ بوجھ رکھتا تھا۔ اپنی ان صلاحیتوں کی بنا پر وہ شی کی مقامی تنظیم میں ایک عرصے تک اہم ذمے داریاں انجام دیتا رہا تھا۔

اس نے پہلی نظر میں ہی بھانپ لیا تھا کہ اس کے فلیٹ میں کسی سنگین واردات کے ارتکاب کی داغ بیل پڑ چکی تھی۔

"تم جہانگیر ہو... گولڈن فارمیسی والے؟" دراز قامت شخص نے جہانگیر کی بات سنی ان سنی کر کے نپی تلی مگر درشت آواز میں سوال کیا۔

"ہاں۔ ہم دونوں مسٹر اور مسز جہانگیر ہیں۔" اس بار اس نے جان بوجھ کر بے تکا سا جواب دیا تھا۔ اس کا ذہن بہت تیزی سے کام کر رہا تھا۔ وہ اس شخص کو جلد از جلد زیر کرنے کے امکانات کا جائزہ لے رہا تھا۔

اس نے ریوالور سلمٰی کے سر سے ہٹا کر اچانک جہانگیر پر تان لیا اور دھیمی غراہٹ میں بولا "کیا تنگے بیٹھے ہوئے ہو۔ جلدی سے ڈھنگ کے کپڑے پہنو۔ تم کو میرے ساتھ چلنا ہے۔"

"سلمٰی! تم چلی جاؤ ان کے ساتھ۔ مجھ سے تو اب اٹھا بھی نہیں جائے گا۔" جہانگیر نے سر جھکا کر لڑکھڑائی ہوئی آواز میں کہا۔

"بکواس بند کرو۔ تم کو میرے ساتھ جانا ہے۔" دراز قامت غصیلی آواز میں بولا۔

"ارے بھائی۔ ڈانٹ کیوں رہے ہو۔" جہانگیر نے فضا میں داہنا ہاتھ نچا کر کہا "لے جانا ہے تو ذرا سہارے دے کر بستر سے ہی اٹھا دو۔ کپڑے میں تمہارے گھر جاکر پہن لوں

Downloaded from https://paksociety.com

گا۔"

جہانگیر نے کن انکھیوں سے دیکھا کہ اس کی اداکاری کے نتیجے میں نووارد کی آنکھوں میں الجھن اور تشویش کے سائے لہرانے لگے تھے۔ وہ یقینی طور پر جہانگیر کو اغوا کرکے لے جانے کے ارادے سے آیا تھا اور یہ سوچ کر پریشان ہو رہا تھا کہ نشے میں دھت شکار کو فلیٹ اور پھر بلڈنگ سے باہر کیسے لے جائے گا۔

وہ سلمٰی کی طرف سے بھی غافل نہیں تھا۔ اس نے لمحہ بھر کے لیے سوچا پھر سلمٰی کی طرف مڑ کر دھمکی آمیز لہجے میں بولا "اگر تم نے کوئی حرکت کی تو میں تم دونوں کو مار دوں گا۔ باہر پڑی ہوئی عورت کا حشر تم نے دیکھ ہی لیا ہے۔ ابھی وہ صرف بے ہوش ہے لیکن مر بھی سکتی ہے۔"

"اوہو۔ ایک اور عورت ہے۔ کہاں ہے وہ... بلاؤ اسے!" جہانگیر کسی ہوس پرست شرابی کی طرح بڑبڑانے لگا۔ دوسری عورت کے ذکر نے اسے فکرمند کردیا تھا۔

سلمٰی کو سرزنش کرکے وہ شخص جہانگیر کی طرف لپکا اور اسے برہنہ شانے سے پکڑ کر جھنجوڑ کر رکھ دیا "ابے جب برداشت نہیں کرسکتا تو اتنی پیتا کیوں ہے۔" وہ دانت پیس کر بولا تھا "اب تیری دو من کی لاش کو میں کہاں گھسیٹتا پھروں گا۔"

جہانگیر مدہوش بن گیا تھا لیکن پوری ہوش مندی سے حالات کا جائزہ لینے میں مصروف تھا۔ اسے یقین ہوگیا تھا کہ باہر والی عورت اسی عمارت کی کوئی مکین ہوگی۔ اسے باہر نکلتے اور پھر واپس آتے دیکھ کر اس شخص نے خاموشی سے اسے پوشیدہ ریوالور کی نال پر لے کر اپنے ساتھ چلتے رہنے کا حکم دیا ہوگا۔ عورت کے ساتھ ہونے کی وجہ سے سیکیورٹی والوں نے اسے مہمان سمجھ کر نظرانداز کردیا ہوگا۔ یوں وہ کسی رکاوٹ کے بغیر اس عورت کی آڑ لے کر اوپر ان کے دروازے تک آگیا۔ وہ اکیلا تین افراد کو نہیں سنبھال سکتا تھا۔ اپنا کام نکل جانے کے بعد اس نے عورت کو باہر کی راہ داری میں بے ہوش کردیا۔ اگر اس کا مقدر ساتھ دیتا تو اور وہ جہانگیر کو لے جانے میں کامیاب ہوجاتا تو اس سے پہلے سلمٰی کو بھی اسی عورت جیسے انجام سے دوچار ہونا پڑجاتا۔ جہانگیر کو اسے کسی طرح اس سے پہلے ہی زیر کرنا تھا۔

جہانگیر کو بستر سے نیچے اتارنا آسان کام نہیں تھا۔ تھوڑی سی زور آزمائی کے بعد وہ شخص الگ کھڑا ہوکر جہانگیر کو گھورتا رہا پھر ریوالور جیب میں رکھ کر تیزی سے اس پر جھکا تاکہ اسے بستر سے اترنے میں مدد دے سکے۔ جہانگیر نے ٹرے سے اسکاچ کی بوتل اٹھائی اور تڑ سے اس کے سر پر دے ماری۔ بوتل ٹوٹی نہ سر مگر اس شخص کا بھیجا ضرور ہل گیا۔ وہ کراہتا اور لڑکھڑاتا ہوا قالین پر گر گیا۔ جہانگیر اپنے بستر سے کودا پھر اس نے اپنے حریف کے سینے پر سوار ہوکر اس کے چہرے پر تابڑتوڑ مکے برسانے شروع کردیئے۔

اس شخص کو اپنے مدہوش حریف سے اتنے سخت ردِعمل کی توقع نہیں تھی۔ وہ دونوں ہاتھوں اور کلائیوں کی مدد سے اپنا چہرہ بچانے کی کوشش کرتا رہا۔ بوتل کی چوٹ کھا کر قالین پر گرتے ہوئے اس کی جیب سے ریوالور نکل کر دور جا پڑا تھا۔ ان دونوں میں سے کوئی بھی ذرا سی کوشش کرکے اسے اٹھا سکتا تھا۔

سلمٰی لاکھ خانہ دار سہی لیکن وہ اس موقع کی نزاکت کو اچھی طرح سمجھ رہی تھی۔ اس نے پہلے راؤنڈ میں ہی اندازہ لگالیا تھا کہ اس کا دلیر شوہر اپنے حریف کا جلد ہی بھرکس نکال دے گا۔ اسے سب سے بڑا خطرہ ریوالور کی صورت میں نظر آرہا تھا۔ وہ تیزی سے بڑھی اور اس نے بہت احتیاط سے اپنی چنگی میں دبا کر ریوالور اٹھایا اور مسہری پر دور رکھ دیا۔

وہ سب بہت سرعت سے ہوا تھا۔ جہانگیر نے غیر معمولی پھرتی اور ہمت کا مظاہرہ کرکے سلمٰی کو حیران کردیا تھا وہ کسی نہ کسی طرح اس کا ہاتھ بٹانے کے لیے بے چین تھی۔ سلمٰی نے ایک لمحے کے لیے ان دونوں کا جائزہ لیا اور پھر قالین پر گرے ہوئے نووارد کی دونوں ٹانگوں کے درمیانی مقام کا نشانہ لے کر پوری قوت سے اپنی لات گھما دی۔ اسے یقین تھا کہ اس نازک مقام پر آنے والی ضرب اسے ایک لمحے میں نڈھال کردے گی اور جہانگیر کو زیادہ مشقت سے نجات مل جائے گی۔

وہ دونوں ساکت نہیں تھے۔ مغلوب حریف اچھل... کود کر جہانگیر کو اپنے اوپر سے گرانے کے لیے کوشاں تھا۔ اس اچھل کود کی وجہ سے سلمٰی کا نشانہ خطا ہوگیا اور اس کی لات خاصی زور سے جہانگیر کی پشت پر پڑی۔ وہ غرا کر رہ گیا۔

سلمٰی سہم گئی۔ اپنی ایک کوشش کا انجام دیکھ لینے کے بعد اس کا امدادی جذبہ صابن کے جھاگ کی طرح بیٹھ گیا تھا۔ وہ الگ کھڑی وہ مقابلہ دیکھتی رہی۔

جہانگیر اپنے زمانے کا بہترین لڑاکا تھا۔ وقت کی گردشوں نے اسے کاہل ضرور بنا دیا تھا لیکن اس کے ذہن میں دست بدست لڑائی کے سارے آزمودہ گر نقش تھے۔ اس نے ذرا سی دیر میں اپنے مقابل کا پورا چہرہ ادھیڑ کر رکھ دیا۔ جوں ہی وہ ذرا نڈھال ہوا اور اس کے ہاتھ پیر ڈھیلے پڑے، جہانگیر نے

Downloaded from https://paksociety.com

اس کی بائیں کنپٹی کے ایک خاص مقام پر فیصلہ کن مکا رسید کیا۔ وہ چراغ سحری کی آخری لو کی طرح بھڑک کر زور سے اچھلا اور پھر ہاتھ پیر ڈال کر بے حس و حرکت ہوگیا۔

اس کی بے ہوشی کا یقین ہوتے ہی جہانگیر فاتحانہ انداز میں اس کے سینے پر سے اتر آیا۔

"یہ کیا حرکت تھی۔ تم نے میری کمر پر لات کیوں ماری تھی؟" جہانگیر نے سلمٰی کو گھورتے ہوئے' پھاڑ کھانے والے انداز میں پوچھا۔

"مم... میں نے اس کا نشانہ لیا تھا۔ عین وقت پر اس نے اپنے کولہے نیچے ٹکا دیئے اور میری لات تمہاری کمر پر پڑگئی۔" سلمٰی نے ہکلاتے ہوئے اپنی غلطی کی وضاحت کی۔ اس وقت اسے خوف آرہا تھا کہ کہیں جہانگیر غصے میں اسے بھی گرا کر مارنا شروع نہ کردے۔

"یہ تمہارے بس کی باتیں نہیں ہیں۔ لڑائی جھگڑے مردانہ کھیل ہوتے ہیں۔ اس میں عورتوں کو اکثر موچ آجاتی ہے۔" اس نے خفگی سے کہا "اگر تمہاری لات ذرا زور سے پڑی ہوتی تو میرے گردے پھٹ سکتے تھے... جاؤ! اب کھڑی منہ کیا دیکھ رہی ہو۔ ڈبی کو بتاؤ کہ اس کا کیا دھرا مجھے بھگتنا پڑ رہا ہے۔ دن رات گھر میں بیٹھا ہوں مگران سالوں نے یہاں بھی چین نہیں لینے دیا۔ یہ اکیلا نہیں ہوگا۔ باہر اس کے دو چار ساتھی ضرور موجود ہوں گے۔"

مغلوب حریف کے ساتھیوں کا ذکر سن کر سلمٰی کا چہرہ دھواں ہوگیا۔ جہانگیر نے برابر کے مقابلے میں اپنے حریف کو آسانی سے مار لیا تھا لیکن ایک وقت میں کئی مسلح حریفوں سے مقابلہ کرنا شاید اس کے لیے دشوار ہوتا۔ وہ خوف زدہ ہو کر سیدھی فون کی طرف بھاگ گئی۔

جہانگیر کھڑا اپنا سر کھجاتا رہا۔ وہ اس وقت سلمٰی کے ساتھ کچھ خوشگوار لمحات گزارنے کے لیے اپنا موڈ بنا رہا تھا۔ مسلح نووارد کی بے جا مداخلت نے اس کا وہ پروگرام غارت کردیا تھا۔ اچانک اسے خیال آیا کہ اس شخص کے علاوہ گھر کی راہداری میں کوئی عورت بھی بے ہوش پڑی ہوئی تھی۔ وہ تیزی سے باہر نکلا اور وہاں پہنچ گیا۔

وہ پختہ عمر کی عورت تھی۔ گوری چٹی رنگت اور تیکھے نقوش کی وجہ سے بہت سی لڑکیوں سے زیادہ پرکشش تھی۔ سب سے بڑی بات یہ تھی کہ وہ اس وقت دنیا و مافیہا سے بے خبر' بے حجابی سے نیچے بے ہوش پڑی ہوئی تھی۔ اس بے چاری کے لیے جہانگیر کے دل میں یک بیک رحم کا جذبہ جاگ اٹھا اور اس نے وہیں اکڑوں بیٹھ کر اس کے بدن کے مختلف حصوں کو نرمی سے چھو چھو کر اس کے خوب صورت زیور کی نسوانی نزاکتوں کی حرارت محسوس کرنی شروع کردی۔

اس کا بدن گرم تھا اور وہ صرف بے ہوش تھی۔ جہانگیر نے سوچا کہ اسے فوری مدد سے زیادہ آرام کی ضرورت تھی۔ وہ وہیں بیٹھا اپنے انداز میں اس کی دیکھ بھال کرتا رہا۔ اس دھن میں وہ تھوڑی دیر کے لیے اپنے بے ہوش حریف کو بھی بھول چکا تھا۔

وہ اس وقت چونکا۔ جب اس کے کانوں میں سلمٰی کی تیز آواز آئی "تم یہ کیا کر رہے ہو؟"

جہانگیر نے بوکھلا کر اس عورت کے رخسار پر سے اپنا ہاتھ ہٹالیا اور سلمٰی کی طرف دیکھتے ہوئے بولا "اسے ہوش میں لانے کی کوشش کر رہا تھا۔"

"ہوش میں لانے کے بجائے اسے یہاں سے ہٹانے کی کوشش کرو۔ کوئی آگیا تو اسے دیکھ کر لاش ہی سمجھے گا اور پوری بلڈنگ میں نیچے سے اوپر تک شور مچ جائے گا۔"

جہانگیر نہایت سعادت مندی کے ساتھ' اس عورت کو اپنے بازوؤں میں سمیٹ کر اٹھانے کے لیے جھکا تھا کہ سلمٰی نے جھلا کر اسے ڈانٹ دیا "اس سے چمٹے کیوں جا رہے ہو۔ الگ سے دونوں ہاتھ پکڑو۔ میں پیر پکڑتی ہوں۔ اسے اپنے کمرے میں پہنچا دو جہاں وہ آدمی پڑا ہوا ہے۔"

"لعنت ہو تم پر۔" جہانگیر نے سلمٰی پر دانت پیسے "مجھے اس چڑیل سے چمٹنے کی کیا ضرورت ہے۔ چلو' تھامو اس کے پیر!"

ان دونوں نے ڈنڈا ڈولی کرکے اسے اٹھایا اور لے کر اپنے کمرے کی طرف چل دیئے۔ اس چکر میں جہانگیر کو سلمٰی سے یہ پوچھنا بھی یاد نہیں رہا کہ اس کی مجھ سے فون پر کیا بات ہوئی تھی۔

❁✲❁

سلمٰی کا فون آیا تو اول خان ہم سے رخصت ہونے کے لیے تیار تھا۔ فون کی وجہ سے وہ چند لمحوں کے لیے رک گیا۔

اس وقت سلمٰی بہت زیادہ گھبرائی ہوئی تھی۔ ان کے فلیٹ میں کسی مسلح شخص کے داخلے کی خبر میرے لیے ناقابل یقین تھی۔ اس عمارت کے باہر ایس ٹی ایف کے آدمیوں کی موجودگی میں کسی اجنبی کا یوں اندر گھس جانا حیرت ناک تھا۔

"خدا کا شکر ہے کہ جہانگیر جیسے نکمے آدمی نے اسے زیر کرلیا۔" وہ خبر سن کر ویرا نے بے ساختہ کہا "اسے وقت ملتا تو وہ نہ جانے کیا کچھ کر گزرتا۔"

"کچھ بھی نہیں کرتا۔" میں نے بتایا "سلمٰی کہہ رہی تھی

Downloaded from https://paksociety.com

کہ وہ ریوالور کے زور پر جہانگیر کو اپنے ساتھ لے جانا چاہ رہا تھا۔ یہ اس کے اغوا کی پہلی ناکام کوشش ہے۔ میں اس کے گھر جارہا ہوں۔ چاہو تو تم بھی میرے ساتھ چل سکتی ہو۔"

"ذرا ایک منٹ صبر کرو۔" اول خان نے مجھے روکا "وہ اکیلا نہیں ہوگا۔ باہر اس کے ساتھی اس کی واپسی کا انتظار کررہے ہوں گے۔ دیر ہونے کی صورت میں وہ بھی کسی کارروائی کا آغاز کرسکتے ہیں۔ یہاں سے ان کا گھر بہت دور ہے۔ جب تک تم وہاں پہنچو گے' پانی سروں پر سے گزر چکا ہوگا۔"

وہ خطرہ بہت قوی تھا۔ میں نے لمحے بھر کے لیے سوچا اور کہا "وہاں تمہارے آدمی موجود ہیں۔ ان سے کس طرح رابطہ ہوسکتا ہے؟"

"ہاں۔ گاڑی میں اپریٹس موجود ہے۔" اس نے چونک کر کہا "یہی بہتر ہوگا کہ میں اپنے ایک آدمی کو ان کے فلیٹ پر بھیج دوں۔ جب تک ہم لوگ وہاں پہنچیں گے' جہانگیر اور سلمٰی کو کوئی نہ کوئی سہارا میسر رہے گا۔"

اول خان کی بات سے ظاہر ہورہا تھا کہ اس نے اپنے گھر واپسی کا ارادہ ملتوی کردیا تھا۔ اس کے لیے جہانگیر کی سلامتی زیادہ اہم تھی۔ وہ ہمارے ساتھ اس کے گھر جانے کا خواہاں تھا۔

وہ خبر سنتے ہی میرے ذہن میں آندھیاں سی چلنی شروع ہوگئی تھیں۔ اس وقت ..... ہمارے سامنے ٹام' نک اور سوبھراج کے علاوہ کوئی اور حریف میدان میں نہیں تھا۔ ان تینوں کو مجھ تک رسائی کے لیے شدت سے کسی نہ کسی سہارے کی تلاش تھی۔ ٹام اور نک کا نام یوں خارج ہوجاتا تھا کہ میں نے ان کو چکر دیا ہوا تھا۔ وہ سمجھ رہے تھے کہ اس وقت ڈینی ایس ٹی ایف کے کرنل داور کی نجی قید میں تھا۔ ایسی صورت میں یہ امکان نہیں رہتا تھا کہ وہ جہانگیر کا رخ کرتے یا کرایے کے کسی آدمی کو اس کے اغوا پر مامور کرتے۔

صرف سوبھراج ایسا آدمی رہ جاتا تھا جسے ویرا کے ہاتھ سے نکل جانے کے بعد کسی متبادل کی تلاش تھی۔ جہانگیر کو پکڑ کر وہ ایک بار پھر میرے برابر کی سطح پر آکر مجھے بلیک میل کرسکتا تھا۔ اس سے کچھ دیر پہلے میری جو گفتگو ہوئی تھی اس کے بعد اس کی طرف سے جہانگیر کے خلاف کسی کارروائی کا کوئی امکان نہیں تھا۔ بس ایک ہی صورت نظر آتی تھی کہ اس نے اپنے آدمیوں کو جہانگیر کے بارے میں پہلے سے کوئی ہدایت دی ہوئی ہو۔ وہ لوگ میرے اور سوبھراج کے درمیان ہونے والی تازہ ترین گفتگو سے بے خبر تھے۔ انہوں نے اپنے آقا کی آخری ہدایت کے مطابق' موقع ملتے ہی جہانگیر کے گھر پر اپنا کام شروع کردیا۔

وہ اندازے تھے۔ جہانگیر کے گھر پر بے ہوش ہوجانے والے شخص سے پوچھ گچھ کے بعد ہی وہ گتھی سلجھ سکتی تھی۔

غزالہ اور سلطان شاہ کو گھر پر چھوڑ کر ہم تینوں باہر آئے اور اول خان کی گاڑی میں برق رفتاری کے ساتھ کلفٹن کی طرف روانہ ہوگئے۔

اول خان نے گاڑی چلاتے ہوئے ایک اپریٹس پر اپنے آدمیوں سے رابطہ کیا۔ وہ جہانگیر کی رہائشی عمارت کے باہر اپنی ڈیوٹی پر موجود تھے لیکن اوپر رونما ہونے والے واقعے سے بالکل بے خبر تھے۔

"ایک مسلح آدمی ان کے فلیٹ میں گھسا ہے اور اس وقت وہاں بے ہوش پڑا ہوا ہے۔ تیزی سے وہاں پہنچو۔ اس کے ساتھی باہر موجود ہوسکتے ہیں۔ ان کی تلاش بھی ضروری ہے۔ میں خود بھی اسی طرف آرہا ہوں۔" اول خان نے ایک سانس میں وہ ہدایت دے کر اپریٹس بند کردیا۔

"یہ جہانگیر کے پینے پلانے کا وقت ہے۔" کچھ دیر بعد ویرا نے گاڑی میں چھایا ہوا سکوت توڑا "مجھے حیرت ہے کہ اس نے اس حالت میں ہوتے ہوئے بھی اپنے حریف کو زیر کرلیا۔"

"بظاہر وہ دونوں میاں بیوی آپس میں لڑتے رہتے ہیں لیکن اپنے اپنے انداز میں ایک دوسرے کی بہت نازبرداریاں کرتے ہیں۔" میں نے سوچتے ہوئے کہا "سلمٰی کی ان مہربانیوں نے اسے کاہل بنا دیا ہے ورنہ وہ آج بھی ایک باصلاحیت انسان ہے۔" میرے جواب میں ویرا کچھ نہیں بولی۔

گاڑی میں ایک مرتبہ پھر خاموشی چھاگئی۔ ویرا شاید مسلسل جہانگیر کے کارنامے کے بارے میں سوچے جارہی تھی۔ میں اس واقعے کے بارے میں بہت فکرمند تھا۔ یوں نظر آرہا تھا جیسے مجھے سوبھراج کے بارے میں از سرنو کچھ فیصلے کرنا پڑیں گے۔

اول خان کی لینڈ روور بہت تیزی کے ساتھ کلفٹن کی طرف جانے والے راستوں پر رواں تھی۔ میں نے خاموشی کے ساتھ اپنے ذہن میں ان کلیدی سوالوں کا خاکہ مرتب کرنا شروع کردیا۔ جو جہانگیر کے قیدی سے پوچھنے ضروری بلکہ ناگزیر تھے۔

انسانیت کے دشمنوں کے خلاف جاری اس جنگ کے باقی واقعات آئندہ شمارے میں ملاحظہ فرمائیں

Downloaded from https://paksociety.com

چڑھا دیا گیا۔ اس کی پراسرار ہلاکت کے بعد آئرک بل اس فلٹے کی بہترین ہیروئن کے پیداواری ذرائع پر قبضہ کرنے کے منصوبے کے علاوہ پاکستان کی اپنی تخصیصات کو نقصان پہنچانے کے مذموم خواب کو عملی جامہ پہنانے کی سازشوں کے ساتھ پاکستان پہنچا مگر یہاں اسے کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔ وہ اپنے انجام سے خوف زدہ ہو کر وائس امریکا فرار ہوا، ہم بھی اس کے تعاقب میں امریکا پہنچے جہاں ہماری کوششوں سے اس کی بربادیوں کا آغاز ہوا اور وہ ڈیوڈ اسٹار اور امریکی حکومت کے مابین ہونے والے خفیہ معاہدے کے پیچ کے افشا ہونے کے باعث امریکیوں کی نظریں معتوب ٹھہرا۔ اپنے مشن کی کامیابی کے بعد ہم پاکستان واپس آگئے۔ یہاں نئے ہنگامے منتظر تھے۔ عدالتوں کی سرگرمیوں میں بہت تیزی آگئی تھی۔ ہمارے علم میں تھا کہ پاکستانی وفد کا وزیراعظم پاکستان کے خلاف ریفرنس دائر کرنے میں مصروف ہے جس کی سرکولیشن کے لیے بھارت کا سفر اگزیر تھا۔ دہلی میں ہمارا قیام نہایت مختصر رہا۔ اس خطرناک مہم سے کامیاب واپسی پر لال نے مجھے دس لاکھ روپے کا چیک دیا جسے تمام ساتھیوں کے مشورے کے بعد قبول کرلیا گیا۔ بھارت سے خبریں آنا شروع ہوگئی تھیں۔ ان کے مطابق انہیں مظفرنگر کے علاوہ ڈبئی کی بھی تلاش تھی۔ جلال نے بتایا کہ دہلی میں مارے جانے والے جان اسمتھ کے تانوں کی تلاش کے سلسلے میں امریکی پاکستانی ایجنٹوں کی مدد کے طلب گار تھے۔ امریکن قونصلیٹ کے چیف کلرک لیری ہف نے پاکستانی ایجنسیوں کا آفس وی ریکارڈ اطلاعات طلب کیا ہیں بھی اس ایس ٹی ایف کے کرنل دلاور کے نام سے شریک رابطہ قائم کیا گیا۔ اس کے ہیڈ کوارٹر کے ایک بدعنوان کرنل کیس سے نجات دلانی تھی۔ اسمتھ کا کیس پڑھا تو جوشی کے سلسلے میں اسے مدد ملی۔ ہم نے راجا کے ٹھکانے پر چھاپا مارا تو وہاں سے جوشی کی لاش کے سوا کچھ نہ مل سکا۔ راجا اسے مار کر وہاں سے فرار ہوا تھا کہ زیک کے حادثے زخمی ہو کر اسپتال پہنچ گیا۔ جہاں سے ایس ٹی ایف نے اسے اغوا کیا۔ تحقیق کرنے کے بجائے وہ راجا کے ذریعے اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا کیونکہ اس نے مہاکال فون پر ہی دن کی حیثیت سے آنی میں بات کی اور مجھے شبہ تھا، مگر اسے کچھ ثابت نہیں تھا۔ زخمی جدوجہد کے بعد راجا نے آنی کی فون نمبر مہیا کر دیا۔ جس کے ذریعے ہم اس کا پتا معلوم کر کے وہاں پہنچے تو وہ خطرہ بھانپ کر وہاں سے فرار ہو چکا تھا۔ اسی دوران میں مجھوم ہوا کہ چوپڑا سفارتی شراب کی آڑ میں ہیروئن سازی میں استعمال ہونے والے کیمیکل کی ایسمگلنگ میں ملوث ہے۔ آنی فی الحال اس کے پہنچ سے محفوظ تھا۔ جلد ہی اس کا وارنٹ گرفتاری جاری ہوئے اور وہ بھی پولیس کی تحویل میں ہوتا۔ اس نے مجھے اپنے حفاظت تمام شاہدوں کو مٹانے کے لیے اپنے ہو جانے والے کو موت کے گھاٹ اتارنا شروع کیا تھا۔ اس نے ایک مقتول پریم کمار کی استعمال کی قواعد فون کا نکشف کی جانکاری اپنی امی کی مدد سے ہم سرکیوں کے حوالے میں اخبار میں تفصیلی خبر چھپوانے کا پابند ہونے کا ارادہ کرلیا۔ ہمارا خیال تھا کہ آنی میں اب مجھے جانگیر کے ذریعے تلاش کرنے کی کوشش کرے گا اور اس حوالے سے جانگیر کی جان خطرے میں تھی۔ میں نے گولڈن فارمیسی میں بیٹھ کر دشمنوں کی روانگی کے بعد ہتائے بغیر میری حفاظت کا ذمہ لیا اور گولڈن فارمیسی کے اطراف میں پہنچ گیا۔ جہاں اس کا کمرا ڈیڑھ سال سے فارمیسی کے مالک سے کرایہ پر لیا ہوا تھا۔ اس کے ساتھ ہی گولڈن فارمیسی کا دفتر تھا۔ اسی دوران میں مجھے معلوم ہوا کہ چوپڑا سفارتی شراب کی آڑ میں ہیروئن سازی میں استعمال ہونے والے کیمیکل کی ایسمگلنگ میں ملوث ہے۔ آنی فی الحال اس کے پہنچ سے محفوظ تھا۔ جلد ہی اس کا وارنٹ گرفتاری جاری ہوئے اور وہ بھی پولیس کی تحویل میں ہوتا۔ اس نے مجھے اپنے حفاظت تمام شاہدوں کو مٹانے کے لیے اپنے ہو جانے والے کو موت کے گھاٹ اتارنا شروع کیا تھا۔ اس نے ایک مقتول پریم کمار کی استعمال کی قواعد فون کا نکشف کی جانکاری اپنی امی کی مدد سے ہم سرکیوں کے حوالے میں اخبار میں تفصیلی خبر چھپوانے کا پابند ہونے کا ارادہ کرلیا۔ ہمارا خیال تھا کہ آنی میں اب مجھے جانگیر کے ذریعے تلاش کرنے کی کوشش کرے گا اور اس حوالے سے جانگیر کی جان خطرے میں تھی۔ میں نے گولڈن فارمیسی میں بیٹھ کر دشمنوں کی روانگی کے بعد ہتائے بغیر میری حفاظت کا ذمہ لیا اور گولڈن فارمیسی کے اطراف میں پہنچ گیا۔ جہاں اس کا کمرا ڈیڑھ سال سے فارمیسی کے مالک سے کرایہ پر لیا ہوا تھا۔ اسی دوران میں مجھ

اس وقت ہم بوٹ بیسن کی فوڈ اسٹریٹ سے کچھ ہی دور، خاصی تاریکی اور ویرانی میں کھڑے ہوئے تھے۔ ہم سے کچھ فاصلے پر جگمگاتی ہوئی تیز روشنیوں میں زندگی کی رونقوں سے لطف اندوز ہونے والوں کے لیے اول تو ہمارے ہیولوں کو دیکھنا ممکن نہیں تھا۔ کوئی دیکھ بھی لیتا تو کسی بھی طرح یہ اندازہ نہیں لگا سکتا تھا کہ میں اچانک کس افتاد کا شکار ہو گیا تھا۔

اپنی پسلیوں میں آہنی نال کی سخت چبھن محسوس کرتے ہی میرے ذہن میں اس خیال نے سر ابھارا تھا کہ میرے حریف نے آتشیں اسلحہ اپنے ساتھ لا کر... کھلی بدنیتی کا ثبوت دیا تھا۔ اس پر یہ حقیقت مستزاد تھی کہ اس نے اپنے اسلحے کے استعمال میں بے صبری کا مظاہرہ کیا تھا۔ اسے یہ معلوم ہو چکا تھا کہ کرنل داور آسانی کے ساتھ ان لوگوں کے دام میں آنے والی اسامی نہیں تھا۔ ملاقات اور سرسری مذاکرات کے بہانے مجھے اپنے روبرو بلانے کے بعد اس نے مجھے بے بس کرنے میں ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کیا تھا۔ میرے غافل ہوتے ہی بہت سرعت سے مجھے اپنے ہتھیار کی زد میں لے لیا تھا۔

اس نازک وقت میں میرے لیے صرف ایک بات حوصلہ افزا تھی کہ میں ان دونوں خبیثوں کے رحم و کرم پر نہیں تھا۔ اول خان اپنی گاڑی میں میرے تینوں ساتھیوں سمیت کسی ایسے مورچے کی آڑ میں رکا ہوا تھا جہاں سے وہ مجھے ضرور دیکھ رہا ہوگا لیکن میں اسے یا اس کی گاڑی کو نہیں دیکھ سکتا تھا۔ اگر وہ دونوں مجھے کسی بھی قسم کا نقصان پہنچانے کی کوشش کرتے تو وہاں نارمل صورت حال برقرار نہ رہتی۔ کوئی نہ کوئی گڑبڑ ضرور ہوتی اور وہ دونوں بی ایم ڈبلیو جیسی برق رفتار گاڑی پر تصرف کے باوجود وہاں سے صحیح سلامت فرار ہونے میں کامیاب نہ ہوتے۔ ان کو ہر قیمت پر اپنی حرکت کا خمیازہ بھگتنا پڑتا۔

وہ بس پل بھر کی بات تھی۔ آہنی نال کی چبھن کے ساتھ میرے ذہن میں آندھیاں سی چل پڑی تھیں اور اسی لمحے اندھیرے سے گھورتی ہوئی کسی ہمدرد آنکھ نے یہ اندازہ لگا لیا تھا کہ نک کے ہمراہی کی پوزیشن میں اچانک رونما ہونے والی تبدیلی کسی بڑی گڑبڑ کا پیش خیمہ ہو سکتی تھی۔ ہم سے دور اور فوڈ اسٹریٹ کی مخالف سمت میں اچانک کسی گاڑی کے تیز ہیڈ لیمپس یکا یک جلے اور ہم تینوں ہی ان کی روشنی میں نہا گئے۔ لمحے بھر بعد وہ روشنیاں بجھ کر معدوم ہو گئیں اور پُرسکون ساحلی فضا کے سکوت میں بھاری ڈیزل انجن کے اسٹارٹ ہونے کی آواز گونجنے لگی۔

یوں غیر متوقع طور پر روشنی میں نہا جانے کی وجہ سے نک کا ساتھی بوکھلا کر مجھ سے الگ ہو گیا۔ میرے ذہن میں پہلا خیال یہی آیا تھا کہ اول خان نے بظاہر میری ہر بات مان لی تھی لیکن وہ اپنی احتیاطی تدابیر پر عمل کرنے سے باز نہیں رہ سکا تھا۔ اس نے انٹیلی جنس فورس سے ہمارے گھر کے لیے روانہ ہونے کے ساتھ ساتھ اپنی کوئی حفاظتی پارٹی براہِ راست بوٹ بیسن کی طرف روانہ کر دی تھی۔ ان لوگوں نے اپنے سربراہ کی دی ہوئی بریفنگ کی روشنی میں ملاقات کے متوقع مقام کا تعین کیا اور اس سے کچھ دور، اندھیرے میں چھپ کر کھڑے ہو گئے۔

ان لوگوں نے نک کے ساتھی کی حرکت پر جس تیزی سے اپنے ردِعمل کا مظاہرہ کیا تھا اس سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ ہتھیاروں کے ساتھ، اندھیرے میں دور تک دیکھ لینے کی صلاحیت رکھنے والی انفراریڈ دوربینوں سے بھی لیس تھے۔ شہری پولیس فورس کے مقابلے میں ایس ٹی ایف والے جدید ترین سائنسی شعبدوں تک زیادہ رسائی رکھتے تھے اور میں نے بارہا اس کے عملی مظاہرے دیکھے تھے۔

''اوہ! یہ کیا تھا؟ یہ روشنی کہاں سے آئی تھی؟'' نک کے ساتھی نے مجھ سے دور ہٹتے ہوئے تشویش زدہ لہجے میں کہا۔

''کیا تم کچھ لوگوں کو اپنے ساتھ لے کر آئے ہو؟'' اس کی بات پوری ہوتے ہی نک نے سوال داغ دیا۔

''تم مسلح ہو کر آ سکتے ہو تو مجھے بھی اپنے تحفظ کا پورا حق حاصل ہے۔'' میں نے قدرے ترشی سے جواب دیا ''مگر مجھے اپنے زورِ بازو پر بھروسا ہے۔ میرے ساتھ کوئی نہیں آیا۔ میں اکیلا ہی ہر قسم کی صورت حال سے نمٹ سکتا ہوں۔''

اس وقت تک اندھیرے میں چھپی ہوئی گاڑی کا انجن بیدار ہو چکا تھا اور اس کے ہیڈ لیمپس دوبارہ روشن ہو چکے تھے۔ وہ دور و یہ سڑک کی اس سمت پر کیچے میں کھڑی ہوئی تھی جو ساحل سے آنے والی سڑک کے داہنے پہلو پر واقع تھا۔ وہ گاڑی حرکت میں آئی اور رانگ سائیڈ پر سڑک سے نیچے دھول اڑاتی ہوئی آہستہ آہستہ ہماری طرف بڑھنے لگی۔ ہمارے مذاکرات معطل ہو گئے۔ سب کی توجہ آنے والی گاڑی پر مرکوز ہو چکی تھی۔

انتباہ
سسپنس ڈائجسٹ میں شائع ہونے والی ہر تحریر کے حقوق طبع و نقل بحق ادارہ محفوظ ہیں۔ کسی بھی فرد یا ادارے کے لیے اس کے کسی بھی حصے کی اشاعت یا کسی بھی طرح کے استعمال سے پہلے تحریری اجازت لینا ضروری ہے۔ بصورتِ دیگر ادارہ قانونی چارہ جوئی کا حق رکھتا ہے۔
تمام اشتہارات نیک نیتی کی بنیاد پر شائع کئے جاتے ہیں۔ اس سلسلے میں ادارہ کسی بھی طرح ذمے دار نہ ہوگا۔
Downloaded from https://paksociety.com

ان دونوں کے روشنی میں نہائے ہوئے چہروں پر تشویش اور خوف کے سائے پھیل چکے تھے۔ میرا دل اندر سے بہت مطمئن تھا۔

ناہموار اور کچے راستے پر وہ گاڑی تیزی سے ہچکولے لیتی ہوئی دھیرے دھیرے آگے بڑھتی رہی اور پھر رکے بغیر ہمارے قریب سے گزر گئی۔ وہ واضح طور پر ایس ٹی ایف کی بڑی ڈیزل یک اپ تھی جس کے اگلے اور پچھلے حصے میں کم از کم پانچ نفوس نظر آرہے تھے۔

اس گاڑی میں آنے والوں کو درمیانی فاصلہ طے کرنے میں خاصا وقت مل گیا تھا۔ انہوں نے اپنے گہرے مشاہدے سے یہ بات نوٹ کرلی تھی کہ مجھے فوری طور پر کوئی سنگین خطرہ لاحق نہیں تھا اور اگر تھا بھی تو وہ ٹل چکا تھا۔

وہ لوگ ہم تینوں کو اپنی سرگرم موجودگی کا احساس دلاتے ہوئے آگے بڑھ گئے اور پھر ان کی گاڑی فوڈ اسٹریٹ کے سرے پر داہنی طرف جانے والی سڑک پر گھوم کر ہماری نظروں سے اوجھل ہوگئی۔

''یہ سادہ کپڑوں والے کون لوگ تھے؟'' خاموشی کے ایک طویل اور اعصاب شکن وقفے کے بعد افسر اعلیٰ نے نک سے پوچھا۔

''تمہیں ان کے بارے میں فکر مند نہیں ہونا چاہیے۔'' نک کے بجائے میں نے جواب دیا ''یہ شہر کا حساس ترین تفریحی علاقہ ہے۔ یہاں شہر کے متوسط اور خوش حال طبقوں کے عیال دار لوگوں کے ساتھ ساتھ سرکاری افسران اور امرا کی بگڑی ہوئی اولادیں بھی جوڑوں کی شکل میں سرشام سے آنا شروع کردیتی ہے اور نشے کی حالت میں بعض اوقات لڑکے لڑکیاں لڑ پڑتے ہیں۔ ایسی ہر صورت حال سے نمٹنے کے لیے پولیس والوں کے علاوہ دوسری خفیہ ایجنسیاں بھی یہاں پر گشت کرتی رہتی ہیں تاکہ وہ ناخوش گوار واقعات کی فوری روک تھام کرسکیں اور سنگین مزاج لڑکوں لڑکیوں کا کوئی اسکینڈل نہ بننے پائے۔''

''کیا کرنل داور کا پیش کیا ہوا جواز درست ہے؟'' اس نے نک سے تصدیق چاہی۔

''یہ بات ٹھیک ہے کہ اس علاقے میں آئے دن کچھ نہ کچھ ہوتا رہتا ہے۔'' نک نے میری تائید کی ''مگر اخباروں میں بہت کم خبریں آتی ہیں۔''

''ویری گڈ!'' وہ پہلی بار کھل کر ہنسا اور اپنی بات جاری رکھتے ہوئے بولا ''مجھے یہ جان کر خوشی ہوئی کہ نئی پاکستانی نسل تیزی سے ترقی کررہی ہے اور اسے بہت سی آزادیاں میسر ہیں۔ امریکا میں پاکستانی معاشرت کا تصور بہت دقیانوسی ہے۔ وہاں سمجھا جاتا ہے کہ پاکستان میں تریاق کے طور پر بھی شراب کا ایک قطرہ ملنا ناممکن ہے۔ یہاں کی عورتیں اور لڑکیاں ہر وقت پردے اور حجاب میں لپٹی رہتی ہیں، جنسی میل جول پر بھیانک سزائیں دی جاتی ہیں۔''

''افسوس کہ تمہارے پاس وقت بہت کم ہے۔ یہاں رات گزارتے تو تمہیں اندازہ ہوجاتا کہ اب کراچی کی راتیں بے روپ اور ویران نہیں ہوتیں۔'' نک بولا۔

وہ فقرے میرے لیے ناقابلِ برداشت تھے۔ ان کی باتوں سے طنز اور تضحیک کا اظہار ہورہا تھا۔ وہ خوش تھے کہ ان کے گھروں میں جنم لینے والی ہر قسم کی بے راہ روی پاکستانی معاشرے میں بھی تیزی سے پھیلتی جارہی ہے مگر اس وقت میں ان سے کسی تصادم کا خطرہ مول نہیں لے سکتا۔ سب سے اہم نکتہ یہ تھا کہ ان کا انداز طنزیہ ضرور تھا مگر جو کچھ وہ کہہ رہے تھے وہ حقائق سے دور نہیں تھا اور سچ بات پر اشتعال کا مظاہرہ بدمزگی کا سبب بن سکتا تھا۔

''تم نے مجھے اسلحے کی نال پر کیوں لیا تھا؟'' میں نے غصے اور جھنجلاہٹ کو چھپانے کے لیے وہ تلخ سوال کرڈالا۔

''میں تمہیں یہ بتانا چاہ رہا تھا کہ تمہارے ساتھ ایسا بھی ہوسکتا ہے۔''

''دھوکے سے بلا کر تم کسی کے ساتھ کوئی بھی سلوک کرسکتے ہو۔ اپنے طور پر تم میری گرد بھی نہیں پاسکو گے۔ میں اپنے انداز میں کام کرتا ہوں تو دشمن کی کسی امکانی کارروائی سے غافل نہیں رہتا۔ کوئی دوستی کی آڑ میں دغا دے بیٹھے تو اس کا علاج ناممکن ہے۔''

''اسپائی وار میں یہی ہوتا ہے.....'' اس نے کہنا چاہا مگر میں نے اس کی بات کاٹ دی۔

''ایک طرف ملاپ اور دوستی کی بات کررہے ہو اور دوسری طرف اسپائی وار کی دھمکی دے رہے ہو۔''

''پاکستان میں ہم ایس ٹی ایف کو امریکی مفادات کا اولین دشمن تصور کرتے ہیں۔'' اس نے کوئی لگی لپٹی رکھے بغیر، دوٹوک انداز میں کہا ''جب تک ایس ٹی ایف سے وفاداری کا دم بھرتے رہو گے، تم سے ہماری لڑائی جاری رہے گی۔ دشمن کی آستینوں میں سانپ پالنا اسپائی وار کا بنیادی اصول ہوتا ہے.....''

''یعنی تم مجھے ایس ٹی ایف کی آستین کا سانپ بنانا چاہتے ہو؟'' میں نے تڑپ کر ایک مرتبہ پھر اس کی بات کاٹ دی۔

Downloaded from https://paksociety.com

''یار بار میری بات مت کاٹو۔'' اس کا لہجہ تحکم آمیز ہوگیا ''ایس ٹی ایف کو کوئی نقصان پہنچانے سے زیادہ ہمیں اپنی قوت مجتمع کرنے کی ضرورت ہے۔ یہاں ہماری فارمیشن کمزور پڑ رہی ہے۔ اس کو سنبھالنے کے لیے تم کو آنے کی دعوت دی جارہی ہے لیکن تم اپنی جگہ اڑے ہوئے ہو۔ میں تمہیں صرف یہ بتانا چاہ رہا تھا کہ اگر تم اپنی ضد کی وجہ سے ہمارے کسی کام نہ آسکے تو پھر شاید ایس ٹی ایف کے لیے بھی کسی کام کے نہ رہو۔''

''یعنی تم میری آستین کے کسی سانپ سے مجھے ڈسوا دو گے!'' میں نے اس کی کھلی دھمکی پر حیرت اور بے یقینی سے پوچھا۔

''یہ بھی ہوسکتا ہے۔'' اندھیرے میں اس کی چمکتی ہوئی نظریں میرے چہرے پر مرکوز تھیں۔ اس کی آواز دوبارہ دھیمی اور پرسکون ہوگئی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ''ہم پرائی زمین پر بہت محتاط رہتے ہیں اور ہر قیمت پر مقامی قانون کی گرفت سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ٹیڑھے کام نکالنے کے لیے اپنے مقامی ایجنٹوں کو استعمال کرتے ہیں۔''

''تاکہ برا وقت آئے تو مصیبت ان ہی کو بھگتنا پڑے!'' میں نے کہا۔

''ایسا نہیں ہوتا۔'' اس بار نک نے اپنے افسر کو سہارا دیا ''کوئی آدمی مشکل میں گھر جائے تو ہم پس پردہ رہ کر اس کی پوری پوری مدد کرتے ہیں۔''

''کیا تم کو اندازہ ہے کہ تمہاری اس دھمکی کے نتیجے میں، میں ڈینی والی ڈیل سے انکار کرسکتا ہوں۔'' قدرے توقف کے بعد میں نے ان دونوں سے پوچھا۔

''کردو۔ سوبھراج کو بنکاک میں روک دیا جائے گا اور یہاں ایک ایسا کھیل شروع ہوجائے گا جو ابھی تمہارے وہم وگمان میں بھی نہیں آسکتا۔'' اس کی آواز بدستور دھیمی اور بیانیہ رہی۔ اس نے میری جوابی دھمکی پر کسی اشتعال کا مظاہرہ نہیں کیا تھا۔

''سوبھراج کو اپنی ساکھ کے لالے پڑے ہوئے ہیں۔ وہ تمہارا غدار ہے۔ میری نظروں میں وہ اتنا بڑا لیڈر نہیں ہے کہ تھائی لینڈ میں بیٹھ کر پاکستان کے کسی بھی معاملے پر اثر انداز ہوسکے۔ اسے زندہ رکھ کر تم اپنی آستین میں ایک زہریلا ناگ پال لوگے۔''

''میرا خیال ہے کہ اس وقت یہ باتیں غیر ضروری ہیں۔'' نک نے بات بگڑنے کے خوف سے اضطراری انداز میں دخل اندازی کرتے ہوئے، اپنے افسر سے کہا ''کرنل داور ہماری بات نہیں مانتا تو نہ مانے۔ میں بہت جلد کوئی اور آدمی تلاش کرلوں گا۔ اس وقت ہمیں اپنی گفتگو کو ڈینی اور سوبھراج تک محدود رکھنا چاہیے۔''

میں نے نک کے الفاظ میں چھپی ہوئی کمزوری بھانپ لی اور تیزی سے کہا ''الفاظ ذہن میں چکراتے رہتے ہیں تو صرف نیت بنے رہتے ہیں جس کا حال کوئی نہیں جان سکتا۔ وہی الفاظ زبان پر آجائیں تو عزم اور ارادہ بن جاتے ہیں۔ تم دونوں کی دھمکیوں نے مجھے سوچنے پر مجبور کردیا ہے۔''

''ہم نے کوئی دھمکی نہیں دی۔'' نک کے افسر نے وضاحت کی ''فراخ دلی سے کام لے کر تمہیں ان حقائق سے آگاہ کیا جو آئندہ رونما ہوسکتے ہیں۔''

''اور ان میں سے ایک امکان یہ ہے کہ ابھی تمہارے پیش کیے ہوئے نمونے کے مطابق مجھے طاقت کے زور پر اغوا کرلیا جائے یا شاید مار بھی دیا جائے!'' میں نے طنز سے پوچھا۔

''ایجنسیوں کے کھیل میں تم اناڑی نہیں، پرانے کھلاڑی ہو۔ اسی لیے میں نے جان بوجھ کر اسپائی وار کا لفظ استعمال کیا ہے۔ تم جانتے ہو کہ ان لڑائیوں میں کسی بھی لغزش یا غلطی کے ازالے کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی۔ غلطی سرزد ہوتے ہی گردن کٹ جاتی ہے یا دل میں سوراخ ہوجاتا ہے۔ تمہارے ساتھ کسی بھی وقت کوئی واقعہ رونما ہوسکتا ہے۔ ضروری نہیں کہ اس میں میرا یا نک کا کوئی ہاتھ ہو۔ یہ کام کوئی بھی کرگزرے گا۔''

شاید وہ مجھے یہ جتا کر خوف زدہ کرنا چاہ رہا تھا کہ واشنگٹن اور ورجینیا میں ہونے والے فیصلوں کو عملی جامہ پہنانے کے لیے عالمگیر سطح پر سیکڑوں نادیدہ ہاتھ حرکت میں آجاتے ہیں اور ان میں سے جس کا داؤ چل جائے وہ دوسروں پر سبقت لے جاتا ہے۔

''مجھے کسی بچے کی طرح پڑھانے کی کوشش مت کرو!'' میں نے بے رخی سے کہا ''یہ سب باتیں بے کار ہیں۔ میں نے جس پیشے کی تربیت حاصل کی ہے اس میں ہر شخص اپنا سر ہتھیلی پر لیے پھرتا ہے مجھے اپنی جان اتنی زیادہ عزیز ہوتی تو میں اس وقت تمہارے سامنے نہ ہوتا۔'' میں نے اسے دباؤ میں لانے کے لیے دانستہ مگر بظاہر اضطراری انداز میں اپنی رسٹ واچ پر نظر ڈالی اور اپنی بات جاری رکھتے ہوئے مزید کہا ''وقت کم ہے۔ جلدی بتاؤ کہ تمہارا فیصلہ کیا ہے۔''

وہ ہونٹ بھینچے، چند ثانیوں تک مجھے گھورتا رہا پھر بولا ''وہ اگلے ایک دو روز میں کراچی آجائے گا۔''

''کیا تم مجھے اس کی واپسی کی اطلاع دو گے؟'' میں نے

Downloaded from https://paksociety.com

نک سے سوال کیا۔

''سوبھراج کوئی غیر معروف آدمی نہیں ہے۔'' نک کے ساتھی نے کہا'' اس کی اچانک روانگی کو اس کے مخالفین نے فرار سے منسوب کیا ہوا ہے جب تک یہ اسکینڈل ختم نہیں ہوتا، وہ اخبار والوں کی توجہ کا مرکز بنا رہے گا۔ اس کے آنے کی بلکہ اسی کے ساتھ جانے کی خبر بھی تمہیں اخبارات سے مل جائے گی۔''

''میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ میں اسے اپنے ہاتھوں سے کیفر کردار کو پہنچانا چاہوں گا۔''

''سب کچھ تمہاری خواہشات کے مطابق نہیں ہوسکتا۔ وہ ہمارا غدار اور مجرم ہے۔ اس پر سب سے پہلا حق ہمارا ہے۔''

''چلو، دیکھ لیں گے کہ وہ کس کے حصے میں آتا ہے۔'' میں نے بے پروائی سے کہا۔ اس وقت ہر نکتے پر زور دینا مناسب نہیں تھا۔

''پھر تم ڈینی کو کب تک نک کے حوالے کردو گے؟''

''سوبھراج کے لوٹ آنے کے بعد ہی اس کا تعین کیا جائے گا۔''

''تم فکر نہ کرو۔ اب ہمارے پاس ایک دوسرے کے موبائل فون نمبر بھی ہیں۔ اگلا پروگرام ہم آپس میں طے کرلیں گے۔'' نک نے اطمینان دلایا۔

''جانے سے پہلے میں یہ ضرور بتادوں کہ آج میں خالی ہاتھ اور اکیلا یہاں آیا تھا۔ تمہاری ڈرامائی حرکت سے مجھے سخت مایوسی ہوئی ہے۔ میں ڈینی کو پورے بندوبست کے ساتھ لاؤں گا تاکہ تم لوگ میرے ساتھ کوئی چال نہ چل سکو۔ پوری انعامی رقم سو ڈالر کے پرانے نوٹوں کی گڈیوں کی صورت میں ملنی چاہیے۔ میں نئے یا چھوٹے نوٹ قبول نہیں کروں گا۔''

''تم بے فکر رہو!'' نک نے دوستانہ انداز میں میرے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا'' ڈینی کے معاملے میں ہم کوئی رسک نہیں لیں گے۔ انعامی رقم کے بارے میں ہم بہت سنجیدہ ہیں۔ میں پوری رقم تمہاری مطلوبہ مالیت کے پرانے نوٹوں کی صورت میں لے کر آؤں گا۔''

''سنو!'' میں نے نک کے ساتھی کا بازو سختی سے تھام کر کہا'' یہ سب طے ہوگیا۔ سوبھراج اور ڈینی والا معاملہ اب طے سمجھو۔ اس سے آگے تمہیں کھلی چھوٹ حاصل ہے کہ جب چاہو اپنے دل کے ارمان نکال لینا۔ تم مجھے ہمیشہ مستعد پاؤ گے۔''

اس نے بائیں ہاتھ سے میرا ہاتھ اپنے بازو پر سے ہٹاتے ہوئے کہا'' ہم ٹھنڈے دماغ سے بہت سوچ سمجھ کر فیصلہ کرنے والے لوگ ہیں۔ جذبات کی رو میں بہہ کر کام کے کسی آدمی کو بلاوجہ ضائع نہیں کرتے۔ ایک بچے کی ولادت آٹھ نو مہینے میں ہوتی ہے۔ وہ برسوں میں پل بڑھ کر تجربہ حاصل کرتا ہے اور کسی کام کے قابل ہوتا ہے۔ پچیس، تیس یا چالیس برس کی اس ریاضت کو میں پل بھر میں برباد کرنے کا قائل نہیں ہوں۔ تم سے مجھے کوئی پرخاش نہیں ہے۔ اس مرتبہ چند گھنٹوں کے لیے کراچی آیا ہوں۔ کچھ عرصے بعد ذرا فرصت سے آؤں گا۔ شاید اس وقت تک تمہاری سوچ بدل چکی ہو۔ میں بھلے وقت کا انتظار کروں گا۔ بس یہ بات دھیان میں رکھنا کہ تم فی الحال ہمارے دوست نہیں بنتے تو نہ بنو لیکن بلاوجہ دشمنی مول نہ لینا۔ ہم اپنے دشمنوں اور غداروں سے یکساں سلوک کرنے کے عادی ہیں۔ اس کا ثبوت تمہیں سوبھراج کے انجام سے مل جائے گا۔''

میں دل ہی دل میں اس کی متانت اور بردباری کا قائل ہوگیا۔ کام کے آدمیوں کے بارے میں اس کی سوچ مثبت اور زیادہ منطقی تھی۔ اس نے میری پسلیوں سے آہنی نال لگا کر جو چھچھوری حرکت کی تھی، خود اپنی گفتگو سے اس کا ازالہ کردیا تھا۔

وہ میرے ساتھ اپنا کوئی کھیل کھیل رہے تھے۔ میں ان کے عزائم کو ناکام بنانے کی کوششوں میں لگا ہوا تھا۔ میں نے اس ملاقات کے لیے نک کے اضطراب کا اندازہ لگا کر اپنی مصروفیت کا عذر پیش کیا تھا جس کا حوالہ اس کا ساتھی بھی دے چکا تھا۔ ان سے ہونے والی گفتگو ایک سمجھوتے تک پہنچ چکی تھی۔ اس کے بعد میرا وہاں رکنا بے جواز تھا۔ میں نے ان دونوں سے رخصت ہونے کی اجازت چاہی تو نک کے افسر کے ہونٹوں پر اتنی گہری مسکراہٹ تیر گئی کہ ہونٹوں کے درمیان اس کے خفیف سے دانت چمکتے ہوئے نظر آنے لگے۔

''مجھے حیرت ہے کہ سوبھراج بنکاک میں ہے پھر بھی تم بہت مصروف ہو!'' اس نے دھیمی آواز میں کہا۔

''ایس پی ایف صرف سوبھراج کی سرکوبی کے لیے وجود میں نہیں آئی تھی۔ ہمیں بہت سے دوسرے کام بھی کرنا ہوتے ہیں۔ میں نے اس ملاقات کے لیے بہت مشکل سے وقت نکالا ہے۔ اب مجھے کہیں اور پہنچنا ہے۔'' میں نے سپاٹ لہجے میں کہا اور مصافحے کے لیے اپنا ہاتھ بڑھا دیا۔

میں ان دونوں سے پہلے اپنی گاڑی میں بیٹھا اور وہاں سے روانہ ہوگیا۔

اس ملاقات کے بارے میں میرا یہ اندازہ درست ثابت ہوتا نظر آیا تھا کہ نک مجھے ایک معتبر گواہ کی حیثیت میں اپنے

Downloaded from https://paksociety.com

افسر سے ملوانا چاہ رہا تھا۔ اس ملاقات میں اس کے سوا کوئی خاص بات نہیں ہوئی تھی کہ میرے ذریعے نک نے اسے یہ باور کرانے کی کوشش کی تھی کہ وہ بس دو چار روز میں ڈینی کو پکڑنے والا تھا۔

مقررہ مدت میں اپنا ہدف حاصل نہ کر سکنے کی بنا پر نک کے پاکستان سے تبادلے کے احکام جاری ہو چکے تھے۔ مشن کی تکمیل سے پہلے ہونے والا وہ تبادلہ نک کے لیے توہین آمیز تھا۔ اس نے ان احکام پر عمل درآمد رکوانے کے لیے اپنا پورا زور صرف کیا ہوا تھا۔ آثار و قرائن یہ بتا رہے تھے کہ وہ پاکستان میں رکنے میں کامیاب ہو جائے گا۔

یہ عجیب و غریب اور دلچسپ صورت حال تھی۔ ان دنوں میں نے دو روپ اپنائے ہوئے تھے۔ کبھی میں ڈینی بن کر اپنے دشمنوں کو دھمکا رہا تھا تو کبھی کرنل داور کے بھیس میں انہیں جل دے رہا تھا۔ میں سوبھراج اور نک سے ان دونوں حیثیتوں میں بات کرتا رہا تھا۔ یہ لطف کی بات تھی کہ سوبھراج نے پاکستان لوٹنے کے لیے ڈینی سے سمجھوتا کر لیا تھا اور نک ہاروے نے ڈینی کو حاصل کرنے کے لیے کرنل داور پر بھروسا کیا ہوا تھا۔ میری حکمت عملی کی بنا پر ان دونوں میں سے کسی کو شبہ نہیں ہو سکا کہ وہ دونوں نام ایک ہی تھے۔

مجھے اپنی گاڑی کے عقب نما آئینوں میں بی ایم ڈبلیو کے ہیڈ لیمپس روشن اور پھر متحرک ہوتے ہوئے نظر آئے۔ اس وقت تک ایس ٹی ایف والوں کی ڈیزل پک اپ دوبارہ نظر نہیں آئی تھی۔ نک کی گاڑی نئی اور بہت جان دار تھی۔ ذرا سی دیر میں وہ مجھ سے آگے نکلتی چلی گئی۔ مجھے ان کا مقابلہ مقصود نہیں تھا۔ میں صرف یہ یقین کر لینا چاہتا تھا کہ میرے بعد وہ دونوں اس علاقے میں اِدھر اُدھر بھٹکنے کے بجائے واپس جا چکے تھے۔

میں ان خیالات میں غلطاں و پیچاں، ڈرائیونگ میں منہمک تھا کہ اچانک میرے موبائل فون کی گھنٹی بج اٹھی۔

''مبارک ہو! تمہاری اور ان کی ملاقات خیر و خوبی سے نمٹ گئی۔'' بٹن دباتے ہی میرے کان میں ویرا کی چہکتی ہوئی آواز گونجی۔

''مبارک باد تم گھر پر بھی دے سکتی تھیں۔ اس وقت فون کرنا ضروری نہیں تھا۔'' میں نے خوش دلی دے کہا۔

''بس، مجھ سے صبر نہیں ہو سکا۔ میرے فون سے تمہیں کوئی پریشانی تو نہیں ہوئی۔''

''پریشانی نہیں ہوئی لیکن کہا جاتا ہے کہ توجہ کے ضروری ارتکاز کے لیے ڈرائیونگ کے دوران میں موبائل فون کے استعمال سے گریز کرنا چاہیے۔''

''کہا تو بہت کچھ جاتا ہے۔ ہم ان میں سے کتنی باتوں پر عمل کرتے ہیں۔ یہ بتاؤ کہ اس کھوسٹ نے تمہیں کیوں بلایا تھا۔''

''میرا اندازہ درست تھا۔'' میں نے اس فقرے کے ساتھ ہی اپنا تجزیہ دہرا دیا۔

''یہ کوئی بات نہیں ہوئی۔'' ویرا کی آواز سے بے اعتباری مترشح تھی۔ ''نک کو تم سے گواہی دلوانے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ وہ ایف بی آئی کا ایک سینئر اور معتبر افسر ہے۔ اس کی کہی ہوئی باتوں پر کسی اور کی تائید کی ضرورت نہیں پیش آ سکتی تھی۔ یہ کوئی اور ہی چکر تھا۔''

اس وقت تک میں نے واقعات کی روانی میں ڈوب کر اس نکتے پر زیادہ مغز سوزی نہیں کی تھی۔ ویرا نے وہ نکتہ اٹھایا تو مجھے اس کا اعتراض وزنی محسوس ہوا۔ اس کی یہ بات سو فیصد درست تھی کہ نک ہاروے فیڈرل بیورو آف انوسٹی گیشن کا ایک پرانا اور ذمے دار افسر تھا۔ جب تک وہ اپنے محکمے کی سروس میں تھا، اسے اپنے کسی بیان کی تائید کے لیے کسی کی گواہی کی ضرورت نہیں تھی۔ اس کے چھوٹے اور بڑے اس کے ایک ایک لفظ پر اعتبار کرتے ہوں گے۔ دوران ملازمت کسی کا تبادلہ ہونا ایسا غیر معمولی واقعہ نہیں ہو سکتا تھا کہ اس کی ساکھ ہی ختم ہو جاتی۔ جب تک نک اپنے عہدے پر بحال تھا اور اپنی ذمے داریاں انجام دے رہا تھا، وہ باہر کے کسی آدمی کی شہادت کا محتاج نہیں ہو سکتا تھا۔

''تمہاری دانست میں کیا چکر ہو سکتا ہے؟'' میں نے ویرا سے سوال کیا۔

''ابھی میں کچھ نہیں کہہ سکتی۔ بس میری چھٹی حس کہہ رہی ہے کہ اس ملاقات کے مقصد کے بارے میں تمہارا اندازہ غلط ہے۔ وہ دونوں تم سے کسی بڑے اور اہم مقصد کے لیے ملے ہیں۔''

''میں تم سے متفق ہوں۔'' میں نے پُرخیال انداز میں جواب دیا ''نک کسی سرسری یا سطحی مقصد کے لیے اتنا بکھیڑا نہیں پھیلا سکتا تھا۔ مجھ سے میری شرائط کے مطابق ایک کھلی اور انتہائی خطرناک جگہ پر ملاقات کر کے انہوں نے بہت حوصلے اور بے خوفی کا ثبوت دیا ہے۔ ایک چھوٹی سی بات کے لیے وہ دونوں اتنا بڑا خطرہ مول نہیں لے سکتے تھے۔''

''میں بھی یہی کہہ رہی تھی۔ میرے ذہن میں جو کچھ آیا، وہ میں نے برجستہ کہہ ڈالا۔ اس سے آگے سوچنا سمجھنا تمہارا کام ہے۔''

Downloaded from https://paksociety.com

''میں الجھن میں پڑ گیا ہوں۔'' میں نے فکرمندی سے کہا۔

''زیادہ الجھنا بیکار ہے۔ گھر پر سب مل کر بیٹھیں گے تو کوئی نہ کوئی بات سامنے آ جائے گی۔ اس وقت یہ بتاؤ کہ تم سے بات کرتے کرتے وہ نیا پنچھی اچانک تم سے چپک کر کیوں کھڑا ہو گیا تھا۔'' اس نے اچانک وہ سوال کر کے مجھے چونکا دیا۔

''ہم اندھیرے میں تھے۔ حیرت ہے کہ تم نے یہ بات بھی نوٹ کر لی۔ معلوم ہوتا ہے کہ ایس ٹی ایف میں انفرا ریڈ دوربینوں کی فراوانی ہے۔''

''مجھے فراوانی کا علم نہیں لیکن یہ بات تم بھی جانتے ہو کہ اول خان کی گاڑی میں ہنگامی ضرورت کی ہر چیز موجود ہوتی ہے۔ گاڑی میں دو دوربینیں تھیں۔ ایک میرے اور دوسری اول خان کے پاس تھی۔ اسے اچانک تم پر لپکتے ہوئے دیکھ کر ہمارے دل اچھل کر حلق میں آ گئے تھے۔ مجھے شبہ ہوا تھا کہ وہ تم پر حملہ آور ہو رہا ہے۔''

''اول خان کی کیا رائے تھی؟'' میں نے سوال کیا۔

''اسے آخر تک یقین تھا کہ اس نے تمہیں گن پوائنٹ پر لے لیا تھا۔ اس طرح وہ تمہیں اغوا کرنا چاہ رہے تھے۔ آخر میں تم ان سے الگ ہو کر روانہ ہوئے تو ہماری جان میں جان آئی تھی ورنہ اول خان نے راستے میں بی ایم ڈبلیو سے اپنی لینڈ روور ٹکرا کر، ان کا مقابلہ کرنے اور تمہیں چھڑانے کی منصوبہ بندی شروع کر دی تھی۔''

''اغوا بھی اس ملاقات کا ایک مقصد ہو سکتا تھا۔'' میں نے خیال ظاہر کیا۔

''وہ تمہیں چھوڑ گئے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کا یہ مقصد نہیں تھا۔ آخر وہ تمہاری طرف کیوں لپکا تھا۔''

''اول خان کا اندازہ درست تھا۔ مجھے اغوا نہیں کیا گیا لیکن نک کا ساتھی مجھے میرے اغوا کا ٹریلر دکھا کر یہ بتانا چاہ رہا تھا کہ میں نے ان لوگوں کے ساتھ مفاہمانہ رویہ اختیار نہ کیا تو میرے ساتھ ایسا کوئی پرتشدد واقعہ بھی رونما ہو سکتا ہے۔''

''وہ تم سے کیا چاہ رہے ہیں؟'' ویرا کا لہجہ تجسس آمیز ہو گیا۔

''وہی پرانی باتیں ہیں..... اب میں ہر بات فون پر نہیں بتا سکتا۔ میں شارع فیصل پر مڑنے والا ہوں۔ اس سڑک پر ٹریفک زیادہ ہوتا ہے۔ گاڑی سنبھالنے کے لیے دونوں ہاتھوں کا استعمال کرنا پڑے گا۔ میں فون بند کر رہا ہوں۔''

میں نے اس کا جواب سنے بغیر وہ کال منقطع کر کے موبائل فون اپنی گود میں ڈالا اور موڑ سے گاڑی شارع فیصل پر گھما لی۔

ویرا نے مجھ سے دوران گفتگو میں کوئی خاص بات نہیں کی تھی لیکن نک کی ملاقات کے مقاصد پر اپنے شبہے کا اظہار کر کے میرے ذہن میں ہلچل سی مچا دی تھی۔ میری نگاہیں سڑک پر رواں ٹریفک کی بھیڑ پر مرکوز تھیں مگر میرا ذہن اسی گتھی کو سلجھانے میں مصروف تھا۔

نک نے اپنے طور پر اس ملاقات کے کسی خاص مقصد کا تعین نہیں کیا تھا۔ بس اس کا اتنا اصرار تھا کہ اس کا ایک اعلیٰ افسر ورجینیا سے دہلی جاتے ہوئے، چند گھنٹوں کے ٹرانزٹ پر کراچی میں رک رہا تھا۔ اس کی خواہش تھی کہ وہ ذرا سی دیر کے لیے مجھے اپنے اس افسر سے ملوا دے۔

اس ملاقات کے محرک کا اندازہ میرا اپنا تھا۔ میں نے شاید اس بات کو ضرورت سے زیادہ اہمیت دی ہوئی تھی کہ امریکا سے نک کے تبادلے کے احکام جاری ہو چکے تھے۔ ابتدائی طور پر میں یہی سمجھ سکا تھا کہ نک مجھے کرنل داور کے روپ میں اپنے افسر سے ملوا کر اپنے تبادلے کے احکام کو التوا میں ڈالنا چاہ رہا ہے۔ ویرا نے میرے اس اندازے سے اختلاف کر کے مجھے کسی اور سمت میں سوچنے پر مجبور کر دیا تھا۔ میں ویرا کے اختلافی موقف کا قائل ہو چکا تھا لیکن مجھے فوری طور پر کوئی دوسری راہ نظر نہیں آ رہی تھی۔

بھٹکتے بھٹکتے میرا ذہن بہت دور چلا گیا اور پھر ایک نئی بات نے میرے ذہن میں سر ابھارا۔ میں کافی دنوں سے ان لوگوں کے ساتھ کرنل داور کا چکر چلا رہا تھا۔ ان کے نمائندوں کے ساتھ غیر رسمی اجلاسوں میں میری ملاقاتیں ہو چکی تھیں۔ ایف بی آئی کا جان ایش کوف میری مدلل گفتگو اور مجموعی کارکردگی سے اتنا متاثر ہوا تھا کہ اس کے محکمے نے باضابطہ طور پر پاکستانی حکام سے میری یعنی کرنل داور کی خدمات حاصل کرنے کی درخواست دائر کر دی تھی اور کرنل داور کا سروس ریکارڈ مانگ لیا تھا۔

ابتدا سے اس لمحے تک ہم سب یہ سوچ سوچ کر خوش ہوتے رہے کہ امریکی، کرنل داور کی زبردست کارکردگی سے مرعوب ہو کر اس کی خدمات حاصل کرنے کے خواہاں ہیں۔ میں نے کئی بار ان کی پیشکش کو ان کی صفوں میں گھسنے کا بہترین موقع تصور کیا تھا لیکن وہ شاید میری خام خیالی تھی۔

ایف بی آئی اور سی آئی اے والوں کے لیے امریکا اور دنیا بھر میں باصلاحیت افراد کی کوئی کمی نہیں تھی۔ وہ جسے چاہتے، منہ مانگے داموں پر خرید سکتے تھے۔ ان کے لیے کرنل

Downloaded from https://paksociety.com

داور کا پیچھا کرنا ضروری نہیں تھا۔ اس قصے میں نک کی ایک ہی دلیل مضبوط تھی کہ وہ ہر ملک میں اپنے مقامی ایجنٹوں اور مخبروں کی فیلڈ فورس کی رہنمائی اور سربراہی کے لیے کسی ممتاز مقامی فرد کی خدمات حاصل کرنے کی پالیسی پر کاربند رہتے تھے۔

اس نکتے پر توجہ مرکوز کرتے ہی مجھے احساس ہونے لگا کہ وہ لوگ فہم و فراست سے عاری نہیں تھے۔ کھلی آنکھوں اور جاگتے ہوئے ذہنوں کے ساتھ ہر قدم اٹھانے کے عادی تھے۔ وہ کرنل داور کی ذات کے بارے میں رشک سے زیادہ رقابت اور تجسس میں مبتلا تھے۔ کرنل داور کی تعریف کر کے انہوں نے ایک بہت گہری چال چلی تھی اور اس کا سروس ریکارڈ حاصل کرنے کی کوشش کر ڈالی تھی۔ اگر کسی بھی طرح وہ ریکارڈ ان کی تحویل میں چلا جاتا تو وہ بال کی کھال نکالنے کے فلسفے پر عمل کر کے جلد یا بدیر اس نتیجے پر پہنچ سکتے تھے کہ کرنل داور کبھی بھی مسلح افواج میں نہیں رہا تھا اور ایس ٹی ایف نے اپنے کسی اہم افسر کی شناخت چھپانے کے لیے وہ فرضی کردار تراشا ہوا تھا۔

یہ امکان بہت ہلکے پھلکے انداز میں میرے ذہن میں بروقت سر ابھار چکا تھا اور میں نے اول خان کے ساتھ یہ طے کر لیا تھا کہ اگر کبھی کرنل داور کا سروس ریکارڈ امریکا بھیجنے کی مجبوری درپیش ہوئی تو آرمی کے باضابطہ ریکارڈ سے ایسے کسی ریٹائر افسر کے کوائف حاصل کر لیے جائیں گے جو نام اور عہدے کے لحاظ سے کرنل داور ہی ہو۔ اس ریکارڈ میں میری کوئی پرانی اور مبہم تصویر شامل کر کے امریکی ایجنسیوں کو ایسا چکر دیا جا سکتا تھا کہ وہ مر کر بھی حقیقت کا سراغ نہیں لگا سکتی تھیں۔

ایس ٹی ایف ہر آئینی اور قانونی پابندی سے آزاد، ایک غیر دستاویزی تنظیم تھی۔ جس میں سارا کام زبانی چلتا تھا۔ اس بنیاد پر کرنل داور کے سروس ریکارڈ کی فراہمی کا مسئلہ شاید ٹل گیا تھا لیکن امریکی حکام کرنل داور کے کردار سے پوری طرح مطمئن نہیں تھے۔

ایک طرف نک نے مجھے الجھایا ہوا تھا۔ میں اسے کوڑھ مغز اور سہل پسند سمجھ رہا تھا لیکن وہ بہت ہوشیاری اور رازداری کے ساتھ، کرنل داور کی ذات کے بارے میں اپنا کام آگے بڑھا رہا تھا۔ اس نے میرے موبائل فون نمبر پر پہلے رابطے میں ہی یہ جتا دیا کہ نمبر حاصل کرتے ہی اس نے چھان بین کی تھی اور یہ معلوم کر لیا تھا کہ فون کا اجرا کرنل داور کے بجائے اول خان کے نام پر ہوا ہے۔ اس وقت تک مجھے نک کے عزائم پر کوئی شبہ نہیں ہوا تھا پھر بھی میں نے ہوشیاری سے بات سنبھال لی تھی۔ نک کو میرا یہ عذر تسلیم کر لینا پڑا تھا کہ قانونی طور پر پاکستان میں ایس ٹی ایف کا کوئی وجود نہ ہونے کی وجہ سے کہیں بھی اس کا نام استعمال نہیں کیا جا سکتا تھا۔ ہر سہولت مقامی اسٹیشن کمانڈر کے اپنے نام پر حاصل کی جاتی تھی۔ ایس ٹی ایف کے زیر استعمال تینوں موبائل فون اسی وجہ سے اول خان کے نام پر حاصل کیے گئے تھے۔

ایف بی آئی کے لیے کرنل داور کی پراسرار شخصیت بہت اہم تھی۔ نک کے افسر اعلیٰ کے ذہن میں بھی یہ خوف جاگزیں رہا ہوگا کہ کہیں نک کسی غلط آدمی کے جال میں نہ پھنس رہا ہو۔ اس نے اپنے وطن سے دہلی جاتے ہوئے، کراچی میں رک کر مجھ سے ملنے کا فیصلہ کر لیا۔

اس کے لیے کرنل داور کی ذات اس لیے اہم تھی کہ وہ سوبھراج کے بارے میں بہت کچھ جان چکا تھا اور اسی کے ساتھ ڈیٹی کو قید کر لینے کا دعوے دار تھا۔ وہ محض فون پر بات کر کے یہ اندازہ نہیں لگا سکتا تھا کہ کرنل داور پر کس حد تک اعتبار کیا جا سکتا ہے۔

نک نے اپنے افسر کے ایما پر مجھے ایک مختصر سی ملاقات کے لیے آمادہ کر لیا۔ پھر نہیں کہا جا سکتا تھا کہ ان دونوں نے اس ملاقات کے بعد میرے بارے میں کیا رائے قائم کی تھی۔ اسی تذبذب میں میرا ذہن اس افسر کی حرکت کی طرف بھٹک گیا۔

میں نے یہ بات خاص طور پر نوٹ کی تھی کہ جب اس نے مجھے غافل پا کر، اچانک گن پوائنٹ پر لیا تو نک ہکا بکا رہ گیا تھا۔ میرے ساتھ کوئی تصادم ان کے طے شدہ پروگرام میں شامل نہیں تھا۔ اس بے نام افسر نے جو کچھ کیا، اپنے طور پر اور اچانک کیا تھا۔

امریکی خفیہ ادارے بہت طاقت ور تھے۔ انہیں جدید ترین ایجادات اور سہولتوں تک رسائی حاصل تھی۔ وہ الیکٹرانک آلات پر بہت کثرت سے انحصار کرتے تھے۔ ماضی میں مجھے تجربہ ہو چکا تھا کہ وہ اپنے حریفوں کا کھوج لگانے کے لیے چپس اور سینسرز وغیرہ بھی استعمال کرتے تھے۔

چپس کا خیال ذہن میں آتے ہی میں مضطرب ہو گیا۔ نک کے افسر نے وہ بھونڈی حرکت مجھے ڈرانے یا دھمکانے کے لیے نہیں کی تھی۔ وہ یقینی طور پر کسی بھی بہانے سے میرے قریب آنا چاہتا تھا۔ میں نے اپنے دائیں ہاتھ سے اسٹیئرنگ سنبھالا اور بائیں ہاتھ سے بے اختیار اپنی جیبیں ٹٹولنی شروع کر دیں۔

Downloaded from https://paksociety.com

پتلون کی بائیں جیب میں میری انگلیوں نے کسی ننھی سی اجنبی چیز کا لمس محسوس کیا تو میں سناٹے میں آ گیا۔ اگلے ہی لمحے میں بغیر سوراخ والے، چھوٹے بٹن سے مشابہ، ایک پچکا ہوا اور بے ڈول چپ میرے سامنے تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ بظاہر بے ضرر نظر آنے والا وہ چھوٹا سا خاموش الیکٹرانک چپ میرے لیے ایک قیامت ثابت ہوسکتا تھا۔

میں نے ڈرائیونگ کرتے ہوئے اس بے آواز چپ کا جائزہ لیا۔ پلاسٹک نما کسی سخت مادے سے بنا وہ ادھ خالی چپ بیسویں صدی کی انقلابی ایجادات کا ایک ننھا سا مظہر تھا۔ نک کے ساتھی کو مجھے کوئی ٹریلر دکھانا تھا نہ دھمکانا تھا۔ اسے میرے قریب آنے کے لیے ایک بہانے کی تلاش تھی تاکہ وہ میرے بدن سے لگ کر، میری بے خبری میں وہ چپ میری جیب میں ڈال سکے۔

میری چٹکی میں دبا ہوا چپ خاموشی سے اپنے سگنل پیدا کررہا تھا جو کہیں نہ کہیں وصول کیے جارہے ہوں گے۔ وہ ایک اہم اور خطرناک انکشاف تھا لیکن میں ذہنی طور پر خود کو یکایک پرسکون محسوس کررہا تھا۔ نک اور اس کے ساتھی سے ملاقات کے بارے میں میرے ذہن میں جو الجھن پروان چڑھ رہی تھی، چپ ہاتھ آجانے کے بعد دور ہوچکی تھی۔

میرا دل چاہا کہ میں اپنے دشمنوں کی طرف سے آئے ہوئے اس ننھے سے تحفے کو اپنی گاڑی کی کھلی ہوئی کھڑکی سے باہر پھینک دوں تاکہ وہ بھاری گاڑیوں کے ٹائروں تلے کچل کر نیست و نابود ہوجائے اور اس کے اشاروں کا سلسلہ موقوف ہونے پر میرے دشمن اپنے سر پیٹتے رہ جائیں مگر میں نے وہ ارادہ ملتوی کردیا۔ اسے تباہ کرنے سے پہلے یہ معلوم کرنا ضروری تھا کہ وہ میری جیب میں کس مقصد سے ڈالا گیا تھا اور اس کے ذریعے ان لوگوں کو کیا کچھ معلوم ہورہا تھا۔

آثار اور واقعات کے تسلسل سے ظاہر ہورہا تھا کہ میرے ساتھ معاملات کو آگے بڑھانے کے ساتھ ساتھ وہ کرنل داور کے کردار سے پوری طرح مطمئن نہیں تھے۔ اس کے بارے میں اپنی خفیہ چھان بین کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے تھے۔ جب تک وہ چپ میری تحویل میں تھا مجھے وہی کچھ کرنا چاہیے تھا جو ایس ٹی ایف کے ایک افسر سے متوقع ہوسکتا تھا۔ اپنی اصلیت کو عارضی طور پر فراموش کرکے کرنل داور بنے رہنے کے لیے پہلی یہ بات ضروری تھی کہ میں اپنے گھر کو بھول کر سیدھا اسٹیشن فور کا رخ کروں۔ اگر اس چپ سے انہیں میری بدلتی ہوئی پوزیشن کے بارے میں اشارے مل رہے تھے تو انہیں یہ جان کر مطمئن ہوجانا چاہیے تھا کہ میں ان سے ملنے کے بعد ایس ٹی ایف کے مقامی مرکز کی طرف گیا تھا۔

اس بارے میں کسی کو کچھ بتانے کی ضرورت نہیں تھی۔ میرے ساتھی اول خان کی گاڑی میں میرے پیچھے آرہے تھے۔ میری گاڑی جدھر جاتی، وہ میرے پیچھے پیچھے وہیں پہنچ جاتے۔

میں نے وہ چپ دوبارہ اپنی اسی جیب میں رکھ لیا۔

میں شہر کی مصروف سڑکوں پر تیزی سے گاڑی چلاتا ہوا، گلشن اقبال کی طرف رواں تھا۔ یونیورسٹی روڈ پر آنے کے بعد جب میں حسن اسکوائر کے چوراہے سے اپنے گھر کی طرف مڑنے کے بجائے سیدھا نکلتا چلا گیا تو ویرا سے صبر نہ ہوسکا۔ چند ثانیوں بعد ہی موبائل فون پر اس کی کال آ گئی۔

''گھر کے بجائے تم سیدھے کہاں دوڑے جارہے ہو؟'' رابطہ ہوتے ہی اس نے متجسس لہجے میں سوال کیا۔

''اسٹیشن فور جانے کا ارادہ ہے۔ وہاں گئے ہوئے کافی دن ہوگئے ہیں۔'' میں نے اسے گول مول سا جواب دیا۔ میں اپنی زبان پر چپ کا ذکر نہیں لانا چاہتا تھا۔

''شاید تم ڈر گئے ہو کہ ان کا کوئی آدمی تمہارا پیچھا نہ کررہا ہو۔'' اس نے مجھے اشتعال دلانے کے لیے کہا ''تم یقین کرو کہ تمہارے پیچھے ہمارے سوا کوئی نہیں ہے۔''

''احمقانہ باتیں مت کیا کرو۔ تمہیں معلوم ہے کہ میں ایسی باتوں سے ڈرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔''

''پھر تم نے کسی سے مشورہ لیے بغیر اپنا راستہ کیوں بدل لیا؟''

''راستہ نہیں بدلا۔ میرا پہلے سے یہی پروگرام تھا۔'' میں نے اسے چڑاتے ہوئے کہا۔

''لیکن تم نے کسی سے اس کا ذکر نہیں کیا۔ راستے کی اچانک تبدیلی پر سب فکرمند ہیں۔''

''میں ہر بات ہر ایک کو بتانے کا پابند نہیں ہوں۔ جو لوگ فکرمند ہیں وہ گھر جاکر آرام کریں۔ میں تھوڑی دیر میں گھر لوٹ آؤں گا۔''

''تمہارا پہلے سے اسٹیشن فور جانے کا ارادہ ہوتا تو تم کو شارع فیصل پر سیدھا جانا چاہیے تھا۔ وہاں ملیر ہالٹ سے مڑکر تم سیدھے اسٹیشن فور پہنچ سکتے تھے۔ تم نے جو طویل راستہ لیا ہے اس سے ظاہر ہورہا ہے کہ تم نے راستے میں اپنا ارادہ تبدیل کیا ہے.....''

''میں مانتا ہوں کہ تم بہت عاقل و فاضل ہو۔ تمہاری دلیل بالکل درست ہے۔ میں نے ابھی ابھی اسٹیشن فور جانے کا ارادہ کیا ہے۔ موڈ ہو تو اسی طرف چلی آؤ ورنہ راستے میں

Downloaded from https://paksociety.com

اتر جاؤ۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ کچھ دیر بعد میں خود بھی گھر لوٹ آؤں گا۔''

ویرا کی فطرت میں تجسس کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ وہ راستے میں نہیں اترے گی۔ اولین فرصت میں میرے پروگرام میں تبدیلی کا سبب جاننا چاہے گی اور اس کی وہ خواہش اسے اول خان کے ساتھ میری طرف آنے پر مجبور کردے گی۔

شہری حدود میں اول خان نے احتیاط کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنی لینڈ روور میری گاڑی سے محفوظ فاصلے پر رکھی تھی۔ صفورا گوٹھ سے آگے بڑھتے ہی اس نے رفتار بڑھائی اور چھاؤنی کی پہلی چیک پوسٹ آنے سے پہلے مجھ سے آگے نکل گیا۔

اسٹیشن فورس کی لگی بندھی زندگی اپنے معمول پر تھی۔ وسیع میدان پر دور تک اندھیرے کا راج تھا۔ اہم اور ضروری مقامات پر کہیں کہیں روشنیاں نظر آرہی تھیں۔ بیرکوں کے پیچھے، ایک مقام پر فضا میں کچھ سرخی رچی ہوئی نظر آرہی تھی جیسے اس طرف کہیں آگ لگی ہوئی ہو۔

دونوں گاڑیاں کم وبیش ایک ساتھ اول خان کے دفتر والی بیرک کے سامنے رکیں۔ میں نے نیچے اترتے ہی اول خان سے اس نادیدہ آگ کے بارے میں پوچھا تو اس نے ہنستے ہوئے بتایا کہ اس کے جوان اپنی نیم فوجی اور خشک زندگی میں رنگ آمیزی کرنے کے لیے مہینے میں ایک دو بار کیمپ فائر کرتے ہیں۔ جس میں کھلے آسمان کے نیچے ایک بڑا سا الاؤ بھڑکا کر، اس کی روشنی میں سب لوگ کچھ نہ کچھ اداکاری یا صداکاری کرتے ہیں اور پھر کھانے کا دور چلتا ہے جس کے بعد سب ہلکی خوشی اپنی بیرکوں کی طرف لوٹ جاتے ہیں۔ اس شام بھی اسٹیشن فورس کی حدود میں ایسا ہی ایک پروگرام ہو رہا تھا اور حفاظت ونگرانی کے کاموں پر مامور عملے کے سوا بقیہ سب جوان وہیں موجود ہوں گے۔

''اسی لیے آج یہاں کچھ زیادہ سناٹا نظر آرہا ہے۔ کیمپ فائر کا اصل مزہ رات گہری ہونے کے بعد آتا ہے۔ اس تفریح کے لیے یہ کوئی مناسب وقت نہیں ہے۔'' ویرا بولی۔

''یہ منہ اندھیرے اٹھنے والے لوگ ہیں۔ سات بجے ان کی ڈیوٹیاں شروع ہوجاتی ہیں۔ ان کے معمولات کو اپنے شہری پیمانے پر نہ پرکھو۔ یہ یاد رکھو کہ شہروں کی رونق اور زندگی کی حرارت آفریں سرگرمیوں کو زندہ رکھنے کے لیے سرفروش ایسی بے سروسامان زندگی بھی گزارتے ہیں جہاں ان کو وقت سمیت کسی چیز کے انتخاب کی آزادی نہیں ہوتی۔ ان کا ہر قول اور فعل اپنے فرائض کی بجاآوری کے تابع ہوتا ہے۔''

''آپ نے اچانک ادھر آنے کا فیصلہ کیوں کرلیا؟'' غزالہ نے بیرک کی سیڑھیاں طے کرتے ہوئے مجھ سے پوچھا۔

میں نے اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اسے خاموش کردیا۔ اپنی جیب میں چپ دریافت کرلینے کے بعد سے میں بہت محتاط تھا۔ مجھے خوف تھا کہ کہیں اس ننھے سے چپ کے ذریعے ہماری آوازیں کہیں اور نہ سنی جارہی ہوں۔

بیرک کا طویل برآمدہ خالی پڑا ہوا تھا۔ اول خان کے دفتر کا دروازہ مقفل تھا۔ اس کا اردلی بھی شاید کیمپ فائر کی تیاریوں میں مصروف تھا۔ اس نے اپنی چابی سے دفتر کھولا تو سب خاموش رہے۔ میرا اشارہ ہر ایک نے دیکھ لیا تھا لیکن کوئی بھی یہ نہیں سمجھ سکا تھا کہ میں نے انہیں صرف ایک موضوع سے گریز کرنے کی ہدایت کی تھی، مکمل زبان بندی کے لیے نہیں کہا تھا۔

اپنے دفتر میں پہنچنے کے بعد اول خان نے اپنی استفسار طلب نگاہیں میرے چہرے پر مرکوز کردیں۔

''میری آج کی شام بہت مصروف گزری ہے۔'' میں نے تھکی ہوئی آواز میں وہ الفاظ ادا کرتے ہوئے، اپنی جیب سے چپ نکال کر اول خان کے سامنے رکھ دیا۔

سب اپنی اپنی جگہیں چھوڑ کر اس چھوٹے سے چپ پر جھک گئے۔

''پتا چلاؤ کہ یہ کیا مصیبت ہے۔ سارا ڈراما اسے میری جیب میں پہنچانے کے لیے رچایا گیا تھا۔'' میں نے میز پر پڑے ہوئے پیڈ پر دو سطریں لکھیں اور وہ پیڈ اول خان کی طرف سرکا دیا۔

اول خان میری وہ تحریر پڑھتے ہی کرسی سے اٹھ گیا اور چپ لے کر باہر نکل گیا۔ لمحہ بھر بعد اس کی گاڑی کا انجن اسٹارٹ ہونے کی آواز آئی۔ وہ ہمیں کچھ بتائے بغیر چپ لے کر کہیں روانہ ہو رہا تھا۔ یہ بات واضح تھی کہ اس کی روانگی کا تعلق چپ سے تھا۔

''اس چپ کے بارے میں تم نے کچھ نہیں بتایا۔ پہلی بار بات ہوئی تو تم خوب چہک رہے تھے۔ دوسری مرتبہ بے سروپا باتیں کررہے تھے۔'' اول خان کی گاڑی روانہ ہونے کی آواز سن لینے کے بعد ویرا نے قدرے تیزی سے کہا۔

''تم سے پہلی بار بات ہوئی تو میں بے خبر تھا۔ چپ اس کے بعد دریافت ہوا تھا.....''

''ایڈی یہ چپ ڈالنے کے لیے تم سے قریب ہوا ہوگا۔'' ویرا نے میری بات کاٹ کر کہا۔ وہ ایک نکتہ پاتے ہی پوری

Downloaded from https://paksociety.com

بات سمجھ لیتی تھی مگر میں حیران تھا کہ ایڈی کون تھا۔

میرے سوال کے جواب میں وہ ہنسی اور پھر بولی ''اول خان بہت گھنا آدمی ہے۔ سنتا سب کی ہے مگر کرتا وہی ہے جو اس کے دماغ میں بیٹھ جائے۔ اس نے ہم میں سے کسی کو اعتماد میں لیے بغیر اپنے آدمیوں کی ایک ٹیم بوٹ بیسن کی طرف بھیج دی تھی۔ اسی طرح کسی کو یہ پتا چلانے پر مامور کر دیا تھا کہ ایف بی آئی کا کون سا آدمی دہلی جاتے ہوئے کراچی میں رک رہا ہے۔ ابھی راستے میں اس کے آدمی نے فون پر اطلاع دی کہ آنے والا ایڈی ہاک نامی ڈپٹی ڈائریکٹر ہے۔ کیا تمہارے ملاقاتی نے تمہیں اپنا یہی نام بتایا تھا۔

''اس نے سرے سے کوئی نام نہیں بتایا۔ شروع سے آخر تک اس کا رویہ بہت پراسرار رہا۔ میرا خیال ہے کہ اس نے اپنے پورے پروگرام سے نک کو بھی آگاہ نہیں کیا۔ جب وہ بندر کی طرح اچھل کر میری طرف آیا تو حیرت سے نک کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئی تھیں۔''

''بس تو پھر کہیں لکھ لو کہ اس کا نام ایڈی ہاک ہے۔'' ویرا بے نیازی سے بولی ''یہ بتاؤ کہ تم اس چپ سے اتنے خائف کیوں ہو۔ یہ شعبدے تمہارے لیے نئے نہیں ہیں۔''

''کیا واہیات باتیں کرتی ہو۔ مجھے ڈرنے کی کیا ضرورت ہے۔ میں محتاط ہو گیا تھا۔ پتا نہیں یہ چپ صرف سگنل بھیجتا ہے یا آوازوں پر بھی کام کرتا ہے۔ تمہیں معلوم ہے کہ میری تلاش کے لیے انہوں نے اپنے ساؤنڈ ایکسپرٹ سے کام لینے کا ارادہ کر لیا تھا اور ہزاروں چپ شہر کے مشتبہ علاقوں میں پھیلا نے کا منصوبہ بنالیا.....''

''مجھے سب یاد ہے۔'' اس نے میری بات درمیان سے اڑا دی ''تم کو اپنے پاس اس چپ کی موجودگی کا علم کیسے ہوا؟''

''تم سے بات کرنے کے بعد میرا ذہن کام کرتا رہا۔ مختلف امکانات پر غور کرتے ہوئے جب میں نے پرانی کڑیاں ملائیں تو ان کے الیکٹرانک وسائل یاد آ گئے۔ اس کے بعد جیب میں موجود چپ تک پہنچنا بہت آسان ثابت ہوا۔ اس کے سامنے آنے کے بعد میں محتاط ہو گیا۔''

''تمہاری جیب میں چپ کی موجودگی سے یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ ایف بی آئی والے ابھی تک کرنل داور کی طرف سے مطمئن نہیں ہیں۔'' سلطان شاہ بولا۔

''امریکا میں ایس ٹی ایف کے اراکین کو پکا محب وطن تصور کیا جاتا ہے۔ وہ لوگ حیران ہیں کہ کرنل داور اپنی تنظیم سے الگ تھلگ کیوں چل رہا ہے۔'' میں نے بتایا۔

''تم نے صرف ڈینی کے معاملے میں انحراف کا مظاہرہ کیا ہے ورنہ ان کی ہر پیشکش مسترد کر چکے ہو۔'' اس نے کہا۔

''ڈینی ان کی سب سے بڑی کمزوری ہے۔ کرنل داور اسی سے کھیل رہا ہے۔ یہ بات ہر ایک کے ذہن میں چبھ رہی ہوگی۔'' میں نے جواب دیا ''بات ایسی نازک ہے کہ وہ مجھ پر اپنے شبے کا اظہار نہیں کر سکتے۔ انہیں ڈر ہوگا کہ میں ڈینی کو ان کے حوالے کرنے سے انکار کر دوں گا۔''

''یہ ایک نیا چکر چل پڑا۔'' ویرا ایک گہرا سانس لے کر بولی ''ایڈی چند گھنٹوں کے لیے کراچی میں رکا ہے۔ وہ جلد از جلد کسی نتیجے پر پہنچنا چاہے گا۔ ایسا نہ ہو کہ اس چکر میں سوبھراج کی واپسی کا معاملہ پس پشت چلا جائے۔''

''ایسا نہیں ہوگا۔'' میں نے پورے اعتماد سے کہا ''سوبھراج کے معاملے میں تیران کی کمان سے نکل چکا ہے۔ نک اسے واپسی کی ہدایات دے چکا ہے۔ اب وہ اسے بنکاک میں نہیں روک سکیں گے۔ نک کی ہدایت سے زیادہ، سوبھراج کو یہ فکر ہے کہ یہاں اس کے سیاسی مخالفین اس کی غیر حاضری کا زبردست فائدہ اٹھا رہے ہیں۔''

''خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔'' غزالہ دھیرے سے بولی ''حالات پل پل میں کروٹیں بدل رہے ہیں۔''

ہم چاروں ان باتوں میں سر کھپاتے رہے۔ یہ اچھا ہوا کہ اول خان چپ اپنے ساتھ لے گیا تھا۔ اس کی موجودگی میں ہم کھل کر کوئی بات نہیں کر سکتے تھے۔ ہماری یہ بے فکری زیادہ دیر تک برقرار نہیں رہ سکی۔ اول خان جلد ہی واپس آ گیا۔

''اس میں کوئی پیچیدگی نہیں ہے۔ یہ بہت سادہ سی چپ ہے جو ہائی فری کونسی سگنل پیدا کر رہی ہے۔'' اس نے آتے ہی بلند آواز میں اعلان کیا ''اس کی صرف ایک افادیت ہے۔ اس کے پیدا کیے ہوئے سگنلز کے ذریعے ایک مخصوص مواصلاتی سسٹم کے ذریعے یہ معلوم کیا جا سکتا ہے کہ چپ اس وقت کہاں ہے۔''

''پھر تو بہت اچھا ہوا کہ تم گھر جانے کے بجائے ادھر آ گئے۔'' ویرا نے مجھ سے مخاطب ہو کر بے ساختہ کہا ''کرنل داور کو ایس ٹی ایف کے ٹھکانے کا رخ کرنا چاہیے تھا۔ تم گلشن اقبال میں رکتے تو انہیں شبہ ہوتا کہ تم ادھر کیوں گئے ہو۔''

''اور یہ خطرہ بھی تھا کہ ہمارے گھر کا محل وقوع ان کے علم میں آ جاتا۔'' غزالہ نے اس کی بات آگے بڑھائی۔

چپ کے بارے میں وہ رائے کسی اناڑی کی نہیں تھی۔ اول خان نے اس کی اصلیت جاننے کے لیے اپنے ریڈیو روم

Downloaded from https://paksociety.com

کے انچارج سے رجوع کیا تھا۔ جو آرمی سگنلز کا ایک باقاعدہ سند یافتہ مگر ریٹائر حوالدار تھا۔ اس نے چپ کو اپنے میٹر سے چیک کرتے ہی سمجھ لیا تھا کہ وہ خاموش پرزہ بے ضرر نہیں تھا۔ دو تین مختلف تجربات کے بعد اس نے اپنی معلومات کا نچوڑ اول خان کو بتا دیا تھا۔ اس میں اہم ترین بات یہ تھی کہ چپ کے ذریعے وہ لوگ گھر بیٹھے میری نقل و حرکت پر نظر رکھ سکتے تھے۔

''اسے جلا کر یا توڑ کر برباد کر دیا جائے۔ ایڈی سر پیٹتا رہ جائے گا۔'' سلطان شاہ نے تجویز پیش کی۔

''اس چپ کے اشارے بند ہوئے تو وہ میری طرف سے ہوشیار ہو جائیں گے۔'' میں نے سگریٹ سلگا کر کہا ''ہماری پوری کوشش ہونی چاہیے کہ چپ کو کوئی نقصان نہ پہنچے!''

''اور تم اسے اپنی جیب میں لیے گھومتے رہو!'' ویرا نے چبھتے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

''بعض اوقات تم عقل کو سرے سے خیر باد کہہ دیتی ہو۔ مجھے چپ لے کر گھومنے کی کیا ضرورت ہے۔ یہ یہیں اول خان کی میز کی کسی دراز میں پڑا، سگنلز نشر کرتا رہے گا۔''

''انہیں اس کے ایک جگہ رہنے سے شبہ نہیں ہوگا۔''

''اس میں شبے کی کوئی بات ہی نہیں ہے۔ چپ میرے بدن میں پیوست نہیں کیا گیا، میری پتلون کی جیب میں ڈالا گیا ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ میں ہر وقت وہی پتلون پہنا رہوں۔ میں نے وہ کپڑے اتار کر لٹکا دیئے اور لباس تبدیل کر کے نکل گیا۔ جب تک پتلون کھونٹی پر لٹکی رہے گی، ان کے آلات پر چپ کی یکساں پوزیشن آتی رہے گی۔ یہ ذرا سی بات تک اور ایڈی کو بھی معلوم ہونی چاہیے۔''

''پھر ہمیں چلنا چاہیے!'' ویرا نے بحث کرنے کے بجائے بات وہیں ختم کر دی۔

''ٹھہرو، میں نے گارڈ روم سے ایک آدمی کو بلایا ہے۔ چائے پی کر چلیں گے۔'' اول خان بولا۔

''نہیں۔ اب چل ہی دو۔ تم یہاں رکے رہے تو ہر طرف ہلچل پیدا ہو جائے گی اور تمہارے آدمیوں کا کیمپ فائر خراب ہوگا۔ ہم اس میں خلل نہیں ڈالنا چاہتے۔ چپ کا مسئلہ حل ہو جانے کے بعد اب ہمارا یہاں رکنا بے سود ہے۔''

اول خان کا اصرار کامیاب نہیں ہو سکا۔ گارڈ روم سے آنے والا ہانپتا کانپتا ہوا پہنچا تو دونوں گاڑیاں روانگی کے لیے تیار تھیں۔ اس بار میری گاڑی بھری ہوئی تھی۔ لینڈ روور میں اول خان تنہا تھا کیونکہ اسے بھی ایک گھر یاد آ گیا تھا۔ وہ راستے میں کہیں رکے بغیر اپنے بال بچوں میں پہنچنا چاہ رہا تھا۔

ہم اول خان کی گاڑی کے پیچھے اسٹیشن فورٹ سے نکلے تو کچھ دیر کی خاموشی کے بعد ویرا نے سکوت توڑ دیا ''یہ کیسے پتا چلے گا کہ چپ کے ایک جگہ رکھ دیئے جانے کے بعد ایڈی کے کیا تاثرات ہیں۔ میری رائے ہے کہ تمہیں نک کو فون کر لینا چاہیے۔''

''ہرگز نہیں۔'' غزالہ نے سختی سے ویرا کی رائے مسترد کر دی ''یہ آ بیل مجھے مار والی بات ہوگی۔ اس وقت ان کے فون کرنے کا کوئی جواز نہیں ہے۔ جب چپ دیر تک ایک ہی پوزیشن ظاہر کرتی رہے گی تو نک خود پریشان ہو کر ان سے بات کرے گا۔ اس کے پاس ان کا موبائل فون نمبر ہے۔''

''خوب!'' گاڑی میں ویرا کی مسرت آمیز آواز گونجی ''آج دل کھول کر ڈینی کی حمایت کر رہی ہو۔''

غزالہ نے ویرا کے اس تبصرے کا کوئی جواب نہیں دیا اور خاموشی سے سفر جاری رہا۔

واپسی پر راستہ صاف تھا۔ ٹریفک کم اور صاف ستھرا تھا۔ ہم ذرا سی دیر میں گھر پہنچ گئے۔ وہاں دین محمد اور ابرار اپنی ڈیوٹی پر پوری طرح مستعد تھے۔ ان کے آ جانے سے ہم چاروں کو گھر کی طرف سے بالکل بے فکری ہو گئی تھی۔

''ہم سے ایک غلطی ہو گئی۔'' ویرا نے ڈرائنگ روم میں جوتے موزے اتارنے کے بعد سنجیدگی سے کہا ''پھاوڑی کا خاصا بڑا علاقہ ایس ٹی ایف والوں کے تصرف میں ہے۔ چپ کو اول خان کی میز کی دراز میں رکھنے کے بجائے میدان میں کہیں ڈال دینا چاہیے تھا۔''

''تمہیں بیٹھے بٹھائے یہ خیال کیوں آ گیا؟'' میں نے چونک کر پوچھا۔

''اس قسم کے آلات دہری افادیت رکھتے ہیں۔'' ویرا کی سنجیدگی برقرار رہی ''چپ سے ایک طرف پوزیشن ظاہر ہوتی رہے گی۔ دوسری طرف کسی حملے کا خطرہ بھی ہے۔ چپ کے سگنلز کے سہارے کوئی راکٹ بھی فائر کیا جا سکتا ہے جو ہر چیز کو نظر انداز کرتا ہوا، سیدھا چپ سے ٹکرا کر پھٹے گا۔''

''ہر راکٹ چپ کا رخ نہیں کر سکتا۔'' غزالہ نے جواب دے کر مجھے حیران کر دیا ''چپ پر صرف وہی ہتھیار گرے گا جس میں چپ کے سگنلز سے کام کرنے والا گائیڈ سسٹم نصب ہو۔ یہ آسان کام نہیں ہے اور نہ ایڈی اپنے سامان میں ایسا کوئی میزائل چھپا کر لایا ہوگا۔ بعض اوقات تم بڑے بڑے خطروں کو خاطر میں نہیں لاتیں اور کبھی کبھار بعید از قیاس خطروں کے بارے میں سوچ سوچ کر ہلکان ہونے لگتی ہو۔''

Downloaded from https://paksociety.com

''کمال ہے۔تم کو یہ باتیں کہاں سے معلوم ہوگئیں!'' ویرا، غزالہ کے جواب سے مرعوب ہوگئی تھی۔

''پڑھے لکھے لوگوں کے لیے یہ عام مشاہدے کی بات ہے۔اس قسم کے سارے لاسلکی آلات ریڈیائی لہروں کے ذریعے اپنا کام سرانجام دیتے ہیں۔جس طرح میڈیم ویو پر شارٹ ویو کے ریڈیو پروگرام نہیں سنے جاسکتے، اسی طرح عام ہتھیار چپ کے ذریعے گائیڈ نہیں ہوسکتے۔اس کے لیے دونوں طرف کارآمد سسٹم کا ہونا ضروری ہے۔''

''ویرا کے سامنے پڑھے لکھے لوگوں کی بات نہ کیا کرو۔ بے چاری احساسِ کمتری میں مبتلا ہوجاتی ہے۔'' سلطان شاہ نے ہمدردانہ لہجے میں کہا۔

''ہوش کی دوا کرو۔میں تم سے زیادہ پڑھی لکھی ہوں۔'' ویرا غرائی۔

''تمہاری زبان سے ہمیشہ تجربات کا تذکرہ سنا ہے، تعلیم کی بات کبھی سننے میں نہیں آئی۔'' سلطان شاہ بے پروائی سے بولا ''تم رواں انگریزی ضرور بول لیتی ہو۔وہ بھی صرف اس لیے کہ تم امریکی ہو ورنہ تمہاری ساری تعلیم و تربیت بس وہی ہے جو ڈ.....!''

''خاموش!'' میں نے اونچی آواز میں اسے ڈانٹا اور اس کے بقیہ الفاظ اس کے ہونٹوں کے درمیان پھنس کر رہ گئے۔ مجھے اندازہ ہوچکا تھا کہ وہ ویرا کو ڈان مرسیانو کا طعنہ دینے والا تھا جو ویرا کے نا جائز باپ، جمی لائیڈ کا ایک روپ تھا۔

اس نازک موقع پر سلطان شاہ اگر ڈان مرسیانو کا نام لے دیتا تو میرا اندازہ تھا کہ ویرا ایسی بپھرتی کہ اسے سنبھالنا مشکل ہوجاتا۔شاید ویرا کو اندازہ ہوگیا تھا کہ سلطان شاہ کیا کہنے جارہا تھا۔اس کے لیے جمی لائیڈ یا ڈان مرسیانو کا تذکرہ عام طور پر دل آزاری کا سبب بنتا تھا۔اس نے تیکھی نظروں سے میری طرف دیکھا اور مسکرا کر وہاں سے چل دی۔

''شام کی کسر پوری کرنے گئی ہے۔'' اس کے چلے جانے پر سلطان شاہ بڑبڑایا ''رفتہ رفتہ یہ عادی شرابی بنتی جارہی ہے۔پہلے کبھی کبھار سرور میں آنے کے لیے پیتی تھی۔اب اسے شام کو شراب نہ ملے تو غائب دماغی، بدمزاجی اور بے چینی کا شکار ہونے لگتی ہے۔''

''یہ سب ٹھیک ہے مگر میری ایک بات اپنی گرہ سے باندھ لو۔آئندہ کبھی اسے ڈان مرسیانو کا طعنہ نہ دینا۔'' میں نے اسے گھورتے ہوئے سخت لہجے میں کہا۔

''بس وہ نام پھسل کر میری زبان پر آتے آتے رہ گیا۔ مجھے بھی اپنی غلطی کا احساس ہوگیا تھا۔اچھا ہوا کہ تم درمیان میں بول پڑے۔'' اس نے ڈھٹائی سے ہنستے ہوئے، اپنی غلطی تسلیم کرلی۔

سلطان شاہ کے بیان کے مطابق ویرا اپنا کوٹا پورا کرلینے کے بعد اپنے کمرے سے برآمد ہوئی تو بالکل بدلی ہوئی تھی۔ اس نے آتے ہی بڑی ترنگ میں مجھ سے پوچھا ''کیا ہوا؟ ابھی تک تمہارے یار کا فون نہیں آیا۔''

''آرام سے ایک طرف بیٹھ جاؤ۔اس کا فون آیا تھا تو تمہیں بھی معلوم ہوجائے گا۔'' میں نے خشک لہجے میں کہا۔

''آرام سے ہے کون اس جہانِ خراب میں۔'' اس نے ہنس کر ایک مشہور مصرع کی مٹی پلید کی اور اپنی بات جاری رکھی ''تم کہتے ہو تو بیٹھ جاتی ہوں۔''

''ڈینی نے نہ کہا ہوتا تو تم کھڑی رہتیں!'' سلطان شاہ اس کی ٹانگ کھینچنے کے چکر میں تھا۔

''یہ اس وقت سوچا جاتا جب کسی نے نہ کہا ہوتا۔یہ بتاؤ کہ کھانے کی کیا پوزیشن ہے۔'' ویرا اسی سے مخاطب ہوگئی۔وہ بہکی نہیں تھی لیکن اس کے اعصاب پر شراب کا گہرا اثر تھا۔ شاید اس نے کم وقت میں، تیز رفتاری کے ساتھ خاصی مقدار لے لی تھی۔

ہم چاروں بیٹھے اِدھر اُدھر کی باتیں کرتے رہے۔اس دوران میں ابرار نے میز پر کھانا لگا دیا۔کھانے کے بعد باتوں کا ایک اور مختصر سا دور چلا جس میں سوبھراج یا نک کا کوئی تذکرہ نہیں تھا۔وہ سلسلہ ٹوٹتے ہی میں نے اپنی خواب گاہ میں جانے کا اعلان کردیا اور وہ محفل بکھر گئی۔

گھر میں ویرا اور سلطان شاہ کی موجودگی کی وجہ سے غزالہ عام طور پر محتاط اور مجھ سے الگ تھلگ رہتی تھی لیکن خواب گاہ کی خلوت میسر آتے ہی وہ بہت پرجوش اور بے باک ہوجاتی تھی۔اس رات غزالہ کی طبیعت کچھ جولانی پر تھی۔کمرے کا دروازہ بند کرکے اس نے مجھے مسکراتی ہوئی، تیکھی آنکھوں سے دیکھا اور پھر کپڑے تبدیل کرنے کے لیے باتھ روم میں گھس گئی۔

وہ شب خوابی کے ریشمین لباس میں باتھ روم سے برآمد ہوئی تو اس کے حسین پیکر کے خدوخال بہت نمایاں تھے۔ قدرت نے شاید اسے اپنے ہاتھوں سے تراشا تھا۔سر کے بالوں سے لے کر پیر کے ناخنوں تک وہ حسن و رعنائی کا ایک شاہکار تھی۔سب سے بڑی بات یہ تھی کہ وہ میرے لیے کوئی راہ چلتی، اجنبی حسینہ نہیں تھی اور نہ ہی میں اس کے لیے نامحرم تھا۔میں نے اس کا ہاتھ تھام کر اسے بستر پر اپنے قریب بٹھالیا۔

Downloaded from https://paksociety.com

ہم دیر تک باتیں کرتے رہے۔ غزالہ خوش شکل ہونے کے ساتھ خوش گفتار بھی تھی۔ بہت سے موضوعات پر اچھی خاصی معلومات رکھتی تھی لیکن خلوت کی ان باتوں کا تعلق ہم دونوں کے سوا کسی تیسری ذات سے نہیں تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ باتیں کہاں سے نکلتی چلی آرہی تھیں۔

ہم دونوں بستر پر دراز، ایک دوسرے کی ذات میں ڈوبے، باتوں میں مصروف تھے کہ میرے سرہانے رکھے ہوئے موبائل فون کی گھنٹی بجنے لگی۔

میں نے ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کیا۔ فون کی روشن اسکرین پر ایک اجنبی نمبر چمک رہا تھا۔ میں نے بٹن دبا کر وہ کال وصول کی اور فون کان سے لگالیا۔

''ہیلو کرنل! کیا حال ہیں..... تم کہاں ہو؟'' میرے کان میں ایڈی کی آواز گونجی۔ اپنے امریکی لب ولہجہ اور دھیمی آواز کی بنا پر اسے پہچاننا دشوار نہیں تھا۔

''کون بول رہا ہے؟'' میں نے اسے ذہنی جھٹکا دینے کے لیے متذبذب انداز میں سوال کیا۔

''اوہ! تم میری آواز نہیں پہچانے۔ میں نیک کا ساتھی بول رہا ہوں۔ شام کو بوٹ بیسن پر تم سے ملا تھا۔'' اسے میرے جواب سے مایوسی ہوئی تھی۔

''تم گھما پھرا کر کیوں بات کررہے ہو۔ صاف کیوں نہیں کہتے کہ تم ایڈی ہو..... ایڈی ہاک!'' میں نے چٹکی لی۔

''اگر تم نے میرا نام معلوم کرلیا ہے تو میں اس سے انکار نہیں کروں گا۔ تم سے اپنا نام چھپاتے ہوئے میں یہ بھول گیا تھا کہ تم بھی آدھے سیکرٹ ایجنٹ ہو۔''

''آدھا نہیں، میں ڈیوڈ ھا سیکرٹ ایجنٹ ہوں۔ تم سے ملاقات کے صرف پندرہ منٹ بعد تمہارے کوائف میرے علم میں آچکے تھے۔'' میں نے اسے مرعوب کرنے کے لیے... پُراعتماد لہجے میں کہا۔

''یہ اچھی بات ہے کہ تم ذہین ہونے کے ساتھ تیز بھی ہو۔ میں نے پوچھا تھا کہ اس وقت تم کہاں ہو۔''

''میں صدر کے علاقے میں اپنی ایک گرل فرینڈ کے فلیٹ پر ہوں۔'' میں نے غزالہ کے بازو کو سہلاتے ہوئے جواب دیا ''تم کو یہ سب جاننے کی کیا ضرورت پیش آگئی؟''

''میں چند منٹ کے لیے تم سے ملنا چاہ رہا تھا۔''

''یہ قطعی ناممکن ہے۔'' میں نے سختی سے جواب دیا ''میں کام کے وقت کام کرتا ہوں اور عیش کے وقت صرف عیش۔ اس وقت مجھے دو ملین ڈالر ملنے کی امید ہو تب بھی میں اس فلیٹ سے نہیں نکلوں گا۔ ایسی راتیں مجھے کبھی کبھار ملتی ہیں۔''

مجھے معلوم تھا کہ وہ ملاقات کا بہانہ کررہا تھا۔ اس کی ساری دلچسپی یہ جاننے تک محدود تھی کہ میں اس وقت شہر کے کس علاقے میں موجود تھا۔ اس نے بہت چالاکی سے کام لے کر میری جیب میں چپ ڈالی تھی۔ اسے اپنی چپ کی کارکردگی پر ناز رہا ہوگا۔ چپ کے اشارے اسے بتا رہے تھے کہ میں شام سے اٹکیشن فورپر رکا ہوا تھا۔ وہ یہ جاننے کے لیے مضطرب تھا کہ چپ اسے دھوکا دے رہی تھی یا میں واقعی اٹکیشن فورپر رات گزارنے کے موڈ میں تھا۔

''اپنی گرل فرینڈ سے ملنے کے لیے آئے ہو تو پوری تیاری کے ساتھ، بن سنور کر آئے ہوگے۔ کپڑے بھی زوردار پہنے ہوں گے!'' چند ثانیوں کے توقف کے بعد ایڈی کی نیم دلانہ آواز آئی۔ اس نے بہت تیزی کے ساتھ اور سوچ سمجھ کر وہ سوال کیا تھا۔ اس بار وہ یہ جاننے کا خواہش مند تھا کہ میرا شام والا لباس میرے بدن پر موجود تھا یا میں نے اسے کہیں ڈال دیا تھا۔

''شام کو میں روایتی دفتری لباس میں تھا۔ سارے نجی اور سرکاری دفاتر میں انگریزی لباس چلتا ہے۔ اس وقت تم میرا لباس دیکھو گے تو پھڑک اٹھو گے۔'' میں نے بین السطور میں اسے وہ جواب فراہم کردیا جس کے لیے وہ بے چین تھا ''اسے ہم قمیص شلوار کہتے ہیں۔''

''ہر جگہ یہی ہوتا ہے۔ گرل فرینڈ سے ڈیٹ ہو تو امریکی نوجوان بھی جینز اور ٹی شرٹ کے بجائے ڈھنگ کے کپڑے پہن کر جاتے ہیں۔'' اس نے ہنستے ہوئے جواب دیا ''مجھے افسوس ہے کہ میں نے تمہارے خوشگوار لمحات میں مداخلتِ بے جا کی ہے لیکن یہ معاملہ اہم ہے۔ تم جہاں چاہو، میں وہاں آسکتا ہوں، مجھے صرف چند منٹ دے دو!''

''نہیں ایڈی! ممکن نہیں ہے۔'' میں نے رسانیت سے کہا ''کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ تم دوسری ملاقات میں گن پوائنٹ پر کون سا نیا ٹریلر دکھاؤ گے۔ میں اپنے عشرت کدہ کو خیرباد کہہ کر ایسا کوئی خطرہ مول نہیں لوں گا۔ اگلی بار تم فرصت سے کراچی آؤ گے تو تم سے دوسری ملاقات ہوگی۔''

''اسے بھول جاؤ۔ اب ایسا نہیں ہوگا۔ میرے پاس وقت کم ہے، صبح پانچ بجے میری پرواز ہے.....''

''نہیں!'' میں نے اس کی بات کاٹ دی ''جو کچھ کہنا ہے، فون پر کہہ ڈالو۔ ایسا ہی ہے تو پھر میں کل تک سے مل لوں گا۔''

''پیغام رسانی سے کام چلتا تو میں تم سے ملاقات کے لیے اصرار نہ کرتا۔'' اپنا مدعا پورا کرلینے کے باوجود وہ محض اپنی

Downloaded from https://paksociety.com

بات سنبھالنے کے لیے مسلسل ملاقات کی رٹ لگائے ہوئے تھا لیکن اس کی آواز سے ابتدائی جوش وخروش رفع ہو چکا تھا۔

وہ مکاری سے کام لے رہا تھا، اس وقت تک میں اس سے سیدھی سیدھی بات کر رہا تھا۔ میں نے اسے جھنجوڑنے کا فیصلہ کرتے ہوئے کہا ''تم برا نہ مانو تو میں کھل کر تم سے اپنے دل کی ایک دو باتیں کہہ ڈالوں۔''

''ضرور کہو۔ میں تو شروع سے یہ چاہ رہا تھا کہ تم مجھ سے کھل کر بات کرو لیکن تم کہیں کوئی راہ دینے پر آمادہ نہیں ہو۔''

''اس وقت تمہاری باتیں بکھری بکھری اور سوال کچھ غیر مربوط ہیں۔ مجھے.....''

''ذرا رکو!'' اس نے میری بات کاٹ دی۔ ''یہ بتاؤ کہ میری کون سی باتیں غیر مربوط ہیں۔''

''مجھے یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے تم مجھ سے اپنے مطلوبہ سوال پوچھتے ہوئے ہچکچا رہے ہو۔ تمہارے دل میں کچھ اور ہے، زبان کچھ اور کہہ رہی ہے۔ تم گھما پھرا کر مجھ سے کوئی ایسی خاص بات اگلوانے کی کوشش کر رہے ہو جس کے بارے میں تم براہِ راست سوال نہیں کر سکتے۔''

''نہیں کرنل! ایسا نہیں ہے۔ یہ تمہاری خام خیالی ہے۔'' اس کے لب ولہجہ میں ذرا بھی فرق نہیں آیا۔

''پہلے تم نے یہ معلوم کرنا چاہا کہ میں شہر کے کس حصے میں ہوں پھر تم کو یہ جاننے کی خواہش ہوئی کہ میرے بدن پر کون سا لباس ہے۔ ایمان داری سے غور کرو۔ کیا تمہارے یہ سوال عجیب نہیں ہیں۔ میں ان سے کیا نتیجہ اخذ کر سکتا ہوں۔''

''تم کوئی بھی نتیجہ اخذ کرنے کے لیے آزاد ہو۔'' اس بار ایڈی کی آواز میں ہلکی سی تیزی آ گئی۔ وہ کہہ رہا تھا ''میں نے خاص طور پر یہ دونوں سوال نہیں پوچھے۔ یہ ہماری گفتگو کے تسلسل کا ایک حصہ تھے۔ تم نے بلاوجہ انہیں سیاق وسباق سے الگ کر لیا ہے۔ مجھے اس بات سے ذرا بھی دلچسپی نہیں ہے کہ تم چیتھڑے پہن کر اپنی محبوبہ سے ملنے آئے ہو یا کوئی نفیس اور بیش قیمت جوڑا پہن کر آئے ہو۔ میں نے بہت خوش دلی اور نیک نیتی سے یہ باتیں کہی تھیں۔ یہ تمہارے ذہن کے کسی گوشے میں چھپا ہوا شر ہے جو تمہیں میری کہی ہوئی باتوں کا غلط مفہوم اخذ کرنے پر اکسا رہا ہے۔ میرا خیال ہے کہ مجھے تم سے محتاط رہ کر گفتگو کرنا چاہیے۔''

''ابتدائی ملاقاتوں میں ہر اچھا سیکرٹ ایجنٹ اجنبیوں سے محتاط رہتا ہے۔'' میں نے سپاٹ لہجے میں کاٹ دار الفاظ منتخب کر کے جواب دیا۔

''میرے لیے تم اجنبی نہیں ہو۔ نک اور ٹام کی رپورٹوں کے ذریعے میں تم سے اچھی طرح متعارف ہوں۔''

''یہ میری خوش نصیبی ہے۔'' میں نے بات آگے بڑھانے کے بجائے وہیں ٹال دی۔

''تم اجنبی ہوتے تو تم سے دو ملین ڈالر والی ڈیل نہ ہوتی۔'' اس نے اپنی کہی ہوئی باتوں میں وزن پیدا کرنے کے لیے کہا۔

''میں تمہاری بات مانے لیتا ہوں۔ میں نے جو کچھ محسوس کیا۔ تمہیں بتا دیا۔ اب تم جو کچھ کہہ رہے ہو۔ وہ بھی مان لیا ہے۔ میں کھرا اور صاف گو آدمی ہوں۔ کوئی لگی لپٹی نہیں رکھتا۔ صاف کہہ رہا ہوں کہ اس وقت میں کہیں نہیں جاؤں گا۔''

''پھر کسی اور وقت ہماری ملاقات ہو گی۔ میں منہ اندھیرے تمہارے شہر سے چلا جاؤں گا۔''

''میں تمہارے محفوظ سفر کے لیے دعا گو ہوں۔'' میں نے منافقت سے کام لیتے ہوئے کہا ''تم کہو تو میں کل تک سے مل سکتا ہوں۔''

''ضرورت ہوئی تو تک خود تم سے رابطہ کر لے گا۔ گڈ نائٹ اور گڈ بائی!'' اس نے فون بند کر دیا

☆☆☆

اگلی صبح کے اخبار میں سوبھراج کا ایک تند و تیز اور مدافعانہ بیان موجود تھا۔

اس وقت تک پس پردہ جو کچھ ہوتا رہا تھا، سوبھراج نے اسے بھی اپنے بیان میں سمیٹ لیا تھا۔ اس خبر میں شروع سے آخر تک بس ایک کسر تھی کہ سوبھراج نے بھول کر بھی کہیں میری کلارک یا ویرا کا نام نہیں لیا تھا۔ اس نے یہ بات زور دے کر دہرائی تھی کہ پاکستان کے کٹر اور متعصب سیاسی رہنما اس کی بڑھتی ہوئی مقبولیت سے بوکھلا گئے تھے اور اس کی غیر حاضری سے ناجائز فائدہ اٹھا کر ملک بھر میں اس کے خلاف گندی سیاسی مہم چلا رہے تھے جس کا مقصد صرف یہ تھا کہ سوبھراج کو ہر قیمت پر ایوانِ اقتدار سے دور رکھا جائے۔

اس نے دعویٰ کیا تھا کہ وہ اپنے حریفوں کی خواہشات کے برعکس بہت جلد پاکستان آ کر بے ایمان سیاست دانوں کو بے نقاب کرے گا اور اپنے خلاف چلنے والی بے بنیاد مہم کے چیتھڑے اڑا کر رکھ دے گا۔

وہ خود بدستور بیرونِ ملک تھا۔ اخباری رپورٹ کے مطابق اس نے وہ پیغام فیکس کے ذریعے راج محل بھیجا تھا۔ راج محل کے عملے نے سوبھراج کا وہ بیان ملک بھر کے اخبارات اور خبر رساں ایجنسیوں میں تقسیم کیا تھا۔

Downloaded from https://paksociety.com

''یہ اس کی واپسی کی تیاری کی ابتدا معلوم ہوتی ہے۔''
سلطان شاہ نے وہ خبر پڑھ کر تبصرہ کیا۔
''وہ نک کے دباؤ سے پریشان تھا۔ ڈینی کی طرف سے دو دن کی مہلت مل جانے کے بعد اس کی مشکل آسان ہوگئی ہے۔'' ویرا مسکراتے ہوئے بولی۔
ویرا نے جو کچھ کہا، شاید سوبھراج بھی وہی سوچ رہا تھا۔ بنکاک میں بیٹھ کر اسے اپنی راہ میں صرف ایک رکاوٹ نظر آرہی تھی جو میری ذات سے وابستہ تھی۔ مجھ سے تائب ہونے کا عہد کر کے اس نے اپنی دانست میں معافی تلافی کر لی تھی۔ میں نے بھی اسے پاکستان آنے کے بعد، اپنے معاملات کے سدھار کے لیے دو دن کی مہلت دے دی تھی۔ اس کا یہ فرض کر لینا کسی حد تک درست تھا کہ وہ قدرے ہوشیار رہ کر پاکستان میں کم از کم دو دن سکون سے گزار سکے گا۔
میں نے اسے کھل کر یہ بتا دیا تھا کہ وہ خون آشام بھیڑیوں کے لیے کام کر رہا تھا۔ ایک طرف وہ بھارتی سیکرٹ سروس کا آلۂ کار بنا ہوا تھا۔ را اور بلیک کیٹ کے کارندے پاکستان کی سرزمین پر قدم رکھتے ہی سیٹ لائٹ فون پر براہِ راست اس سے رابطہ کر کے ہدایات لیتے تھے اور وہی ان کو محفوظ پناہ گاہوں کے محل وقوع سے آگاہ کرتا تھا۔ ہم لوگ ایک مدت سے اپنی سرزمین پر راوالوں سے برسرِ پیکار تھے۔ ملا سرکار سے گوپال راج تک ایک طویل فہرست تھی جس سے ہم نمٹتے چلے آئے تھے لیکن اس دوران میں کبھی سوبھراج کا نام سامنے نہیں آسکا تھا۔ وہ بہت راز داری اور کامیابی کے ساتھ اپنی سرگرمیوں میں مصروف رہا تھا لیکن نک کی ذرا سی لغزش سے پہلے ارجن کمار کا ہوٹل میری نگاہ میں آیا پھر واقعات تیزی سے رونما ہونے شروع ہوگئے۔ ارجن مارا گیا اور ہوٹل میں محبت کرنے کے بعد سوبھراج کا نام ہمارے سامنے آگیا۔
سوبھراج پاکستان کی سرزمین پر راوالوں کی نمائندگی کر رہا تھا۔ وہ آسانی کے ساتھ اس سائبان کا سایہ نہیں چھوڑ سکتے تھے۔ دوسری طرف وہ دولت اور اقتدار کی ہوس میں امریکی ایجنٹوں کے چنگل میں پھنسا ہوا تھا۔ وہ بھرپور طریقے سے سوبھراج کو اپنے مذموم مقاصد کے لیے استعمال کر رہے تھے۔
میری نشان دہی کے باوجود سوبھراج اس زعم میں مبتلا تھا کہ کراچی واپس آنے کے بعد وہ ان دونوں فریقوں کو اپنی مجبوریوں کا احساس دلا کر آسانی سے کنارہ کش ہونے میں کامیاب ہو جائے گا۔ میں نے اپنی طرف سے اسے یقین دہانی کرادی تھی کہ میری اس سے کوئی ذاتی دشمنی نہیں تھی۔ اگر وہ اپنی مذموم اور خفیہ سرگرمیوں سے تائب ہو جاتا تو مجھے اس کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھنے کی ضرورت نہیں تھی۔
سوبھراج یہ دیکھ رہا تھا کہ اس کو ابتدا میں اپنے قد و قامت میں اضافے کے لیے جن سہاروں کی ضرورت تھی، ان کی افادیت وقت گزرنے کے ساتھ ختم ہو چکی تھی۔ وہ رفتہ رفتہ ملکی سیاست میں ایک ایسا مقام حاصل کر چکا تھا جہاں اسے کسی خفیہ سہارے کی کوئی ضرورت نہیں تھی، دوسرے اس کی مدد کے محتاج تھے۔ اگر وہ امریکی اور بھارتی ایجنسیوں کا ساتھ چھوڑ دیتا تو اسے کوئی نقصان پہنچنے کا اندیشہ نہیں تھا۔
اس کی یہ خوش گمانی اسے پاکستان واپسی کی راہ سجھا رہی تھی۔ نہ جانے کیوں وہ نک کو قطعۂ ترسمجھ رہا تھا جسے وہ اپنی مرضی کے مطابق نگل یا اگل سکتا تھا۔ ایسی کسی کوشش میں مضمر خطرات کی طرف سے اس کی آنکھیں بالکل بند ہو چکی تھیں۔
سوبھراج کی سب سے بڑی کمزوری یہ تھی کہ وہ بالکل تنہا تھا۔ سازشوں اور غداریوں کے کھیل میں اس نے اپنے گھریا دوستوں میں سے کسی کو اپنا راز داں نہیں بنایا تھا۔ اس کے گھناؤنے رازوں سے صرف وہی گنے چنے لوگ باخبر تھے جو اس کے رفیقِ کار تھے۔ حد یہ تھی کہ اس کا سنیل جیسا دستِ راست بھی یہ نہیں جانتا تھا کہ حشمت کے روپ میں ارجن کے ہوٹل میں قیام کرنے کے بعد اس کا آقا کیا کچھ کیا کرتا تھا۔ سنیل کو کوبرا کے بارے میں کچھ معلوم تھا نہ وہ رایا بلیک کیٹس کے بارے میں باخبر تھا۔
وہ حقیقی معنوں میں ون مین شو تھا۔ اس چکر میں ساری اہمیت صرف سوبھراج کی تھی۔ وہی ہوتا تھا جو وہ چاہتا تھا اور اسے بس وہی نظر آتا تھا جو وہ دیکھتا تھا۔
بنکاک میں اسے یہ اندازہ نہیں ہو سکا تھا کہ اس کی غیر حاضری میں پلوں کے نیچے سے بہت سا پانی بہہ چکا تھا۔ بات صرف را اور ایف بی آئی والے بڑے گٹھ جوڑ تک محدود نہیں رہی تھی۔ ایسے دوسرے سنگین معاملات بھی سامنے آچکے تھے جن کی رو سے صرف موت ہی سوبھراج کا مقدر بن سکتی تھی۔
پجیرو والا معاملہ ذرا قانونی نوعیت کا تھا۔ راج محل والوں کے موقف اور پجیرو سے پکڑے جانے والوں کے بیان میں کھلا تضاد تھا۔ ویرا کو کسی مرحلے پر سامنے نہیں لایا جا سکتا تھا مگر سوبھراج سے یہ ضرور پوچھا جا سکتا تھا کہ راج محل سے پجیرو میں روانہ ہونے والی میری ہلارک کہاں تھی۔ اس سوال کو کرید کرید کر، پجیرو کے بارے میں راج محل والوں کی کہانی کے بخیے بری طرح ادھیڑے جا سکتے تھے لیکن قرائن یہ بتا رہے تھے کہ اس کی نوبت شاید نہ آنے پائے۔
میں نے نک کو یہ اطلاع فراہم کرنا تھی کہ سوبھراج نے

Downloaded from https://paksociety.com

اپنی تقدیر کی خوبی سے ویرا لائیڈ کو راج محل میں قید کرلیا تھا۔ وہ ویرا کو اپنی قیدی بنا کر ڈینی کو بلیک میل کرنا چاہتا تھا۔ اس نے اپنے ذاتی مقاصد کے حصول کے لیے ویرا کو نک تک کی نظروں سے بچائے رکھا اور آخر کار ویرا اسے جل دے کر نکل گئی۔

ڈینی اور ویرا دو ایسے نام تھے جو امریکی ایجنسیوں کے اعلیٰ اہلکاروں کو اعصاب زدہ کر دیتے تھے۔ نک نے سوبھراج کے اس فعل کو غداری قرار دے کر سوبھراج کے خلاف عبرت ناک سزا کا فرمان جاری کر دیا تھا۔

اکیلے آدمی کے لیے کامیابیوں کا خمار بہت گہرا ہوتا ہے۔ جب تک اس کے ستارے یاوری کرتے رہتے ہیں وہ دن رات پھلتا پھولتا رہتا ہے لیکن مقدر کی خرابی کا آغاز ہونے کے بعد دور دور تک اسے سہارا دینے والوں کا سایہ تک نہیں ملتا۔ وہ اکیلا ہوتا ہے۔ دس جہتوں میں دیکھ بھال کرنا اس کی انسانی بساط سے باہر ہوتا ہے۔ دوسروں پر وہ بھروسا کرتا ہے نہ اس کا عادی ہوتا ہے۔ آڑے وقت میں بھی سب کچھ خود ہی سنبھالنا چاہتا ہے۔ سنبھالنے کے اس چکر میں ہر طرف اس کی گرفت کمزور پڑنے لگتی ہے، مسائل کی یلغار سے وہ بوکھلانے لگتا ہے، پیر کے نیچے دبے ہوئے دشمن اچھل کر گریبان تک آنے لگتے ہیں اور یوں فرد واحد کی بنائی ہوئی سلطنت اس کی اپنی ذات کے ساتھ ٹوٹتی اور بکھرتی چلی جاتی ہے۔

''اسے صرف ڈینی سے مہلت ملی ہے۔'' میں نے کہا ''وہ یہ بھول رہا ہے کہ اس کے خلاف کئی قوتیں میدانِ عمل میں کارفرما ہیں۔ نک اپنے غدار کے خون کا پیاسا ہے، جلال اپنے قومی مجرم کی گھات میں ہے۔ اول خان اور کرنل داور کی نگاہیں راج محل میں ہونے والی سرگرمیوں پر مرکوز ہیں۔ وہ کسی بھی طرف سے مارا جائے گا۔''

''یہ بات تم کہہ رہے ہو۔ وہ ان خطرات سے بے خبر ہے۔'' ویرا بولی ''وہ اب بھی یہ سمجھ رہا ہے کہ اسے مرکز کی طرف سے لامحدود مراعات ملی ہوئی ہیں۔ اسے وی وی آئی پی کا پروٹوکول ملتا رہے گا۔ کوئی سرکاری اہلکار راج محل کی طرف ٹیڑھی آنکھ سے نہیں دیکھ سکے گا۔ تم سے اس کا دو دن کا سمجھوتا ہو چکا ہے، نک کے عزائم سے وہ بے خبر ہے۔''

''وہ بے خبر نہیں ہو سکتا۔ اس کی لابی کے لوگ اسے پل پل کی خبریں پہنچا رہے ہوں گے۔'' سلطان شاہ نے اندیشہ ظاہر کیا ''وہ گروپ خاصا بڑا اور بارسوخ ہے۔''

''خبر وہ پہنچا سکتا ہے جو خود باخبر ہو۔ ان باتوں سے وہ لوگ بھی بے خبر ہوں گے۔ جلال جو کچھ کرے گا۔ اچانک کرے گا۔ کسی کو قبل از وقت ان اقدامات کی ہوا بھی نہیں لگ سکے گی۔'' میں نے جواب دیا ''اس کی لابی کے لوگ اس کے سیاسی حلیف ہیں۔ انہیں یہ علم نہیں ہوگا کہ سوبھراج کی پس پردہ سرگرمیاں کیا ہیں۔ اس کے جرائم کی فہرست سامنے آتے ہی ہر سیاسی شخصیت اس سے لاتعلقی اختیار کرلے گی۔''

''دیکھتے ہیں کہ اب کیا ہوتا ہے۔ ایڈی شاید چلا گیا ہو گا۔ اس کے بعد نک دوبارہ اکیلا رہ گیا ہے۔'' ویرا انگڑائی لے کر بولی۔

''وہ اتنا اکیلا بھی نہیں ہے۔'' میں نے اس کی تصحیح کی ''ٹام اس کے ساتھ ہے۔ امریکی قونصل خانے کی حفاظت کے نام پر امریکی میرین فوجی اور کمانڈوز کی خاصی نفری کراچی میں موجود ہے۔ ضرورت پڑنے پر وہ ماضی میں ان لوگوں سے کام لیتے رہے ہیں۔ کوئی مقامی دستیاب نہ ہوا تو وہ ایک مرتبہ پھر ان فوجیوں کو داؤ پر لگا دیں گے۔''

''گڈ! تم نے میرا دل خوش کر دیا!'' ویرا مسرت آمیز آواز میں چہکی ''سچ بات یہی ہے کہ ضرورت کے وقت وہ اپنی آنکھوں پر پٹی رکھ کر اپنے آدمیوں کو بھی داؤ پر لگا دیتے ہیں۔''

''ایڈی ہاک دہلی گیا ہے۔'' غزالہ نے زبان کھولی ''حالیہ واقعات کے تناظر میں اس کا دہلی جانا معنی خیز ہے۔''

''اب میں نے ان باتوں پر سر کھپانا ترک کر دیا ہے۔ پاکستان کے خلاف ان قوتوں کا گٹھ جوڑ روز روشن کی طرح ہمارے سامنے ہے۔'' میں نے جواب دیا۔

''بلیک کیٹس کا قلع قمع ہونے کے بعد شاید اب ان کا کوئی نیا مشن ادھر کا رخ کرے گا۔'' غزالہ نے خیال ظاہر کیا۔

''اس کا انحصار سوبھراج کے انجام پر ہوگا۔ وہ راستے سے ہٹ جاتا ہے تو راولوں کے سر پر سے بہت بڑا سائبان ہٹ جائے گا۔ شاید وہ فوری طور پر اپنے تجربہ کار آدمیوں کو ہمارے انتقام کا ایندھن بننے کے لیے نہ بھیجیں۔ ایسا کوئی قدم اٹھانے سے پہلے وہ وقت اور موقع کا انتظار کریں گے۔''

''مجھے شبہ ہو رہا ہے کہ ایڈی کسی نئے جوڑ توڑ کے لیے دہلی گیا ہے۔ ہمیں ان لوگوں کی طرف سے ہوشیار رہنا ہوگا۔'' غزالہ نے اپنے نکتے پر زور دے کر کہا۔

''وہ ہماری طرف سے اور ہم ان کی طرف سے ہوشیار رہتے ہیں پھر بھی بہت سے واقعات جنم لیتے ہیں۔ خفیہ کارروائیوں کی سو فیصد روک تھام کسی طرح ممکن نہیں ہے۔ لوگوں کو علم ہوتا ہے کہ کچھ نہ کچھ ہونے والا ہے۔ وہ ایک سمت میں گھات لگا کر بیٹھ جاتے ہیں جو سب سے حساس اور نازک نظر آتی ہے۔ وہ بیٹھے رہ جاتے ہیں دشمن اچانک کسی اور رخ

Downloaded from https://paksociety.com

سے وار کر کے تیزی سے غائب ہو جاتا ہے۔ بعد میں جو کچھ ہونا ہوتا ہے وہ ہوتا رہتا ہے لیکن واردات کا ارتکاب ہو جاتا ہے۔ اسے کوئی نہیں روک سکتا۔ یہ صرف ہمارے ملک میں نہیں ہوتا۔ دنیا بھر میں یہی ہو رہا ہے۔ بہت کم واقعات کو رونما ہونے سے پہلے روکنے میں کامیابی حاصل ہوتی ہے۔''

''اب دشمنوں کے خلاف پوشیدہ سرگرمیوں اور دہشت گردی میں بہت کم فرق رہ گیا ہے بلکہ بعض بھی تو یہ فرق ختم ہو کر رہ جاتا ہے۔ لڑائی کے اصول بالائے طاق رکھ دیے گئے ہیں۔ اس لیے ان کے انسداد میں دن بہ دن مشکلات پیدا ہوتی جا رہی ہیں۔'' ویرا نے تائید کرتے ہوئے کہا۔

''تم یہ نہیں کہہ سکتیں۔'' سلطان شاہ کے لیے ویرا کی کہی ہوئی بات پر اعتراض کرنا واجب تھا ''امریکی ڈھنگ سے لڑ رہے ہیں۔ وہ اپنے نکتہ نظر سے امریکی مفادات کا تحفظ کرتے ہیں اور اپنے مقررہ ہدف کے پیچھے لگے رہتے ہیں۔ خوف و ہراس پھیلانے کے لیے بے گناہ شہریوں کی جانوں سے نہیں کھیلتے۔ تم تینوں بھارت گئے تھے۔ تم نے وہاں ہراس شخص کو مار ڈالا جس نے تمہارے مشن کی راہ میں رکاوٹ پیدا کرنے کی کوشش کی۔ بلاوجہ کسی کا خون نہیں بہایا۔ را کی صفوں میں گھس کر اپنا مطلوب ریکارڈ حاصل کیا اور بھاگ آئے۔ بھارتی ایسا نہیں کر رہے۔ وہ خون آشام درندے بنے ہوئے ہیں۔ جب وہ اپنا مشن پورا نہیں کر پاتے تو جھنجلا کر دہشت گردی پر اتر آتے.....''

''تازہ ترین واقعہ دیکھ لو۔ گوپال راج نے ایمپریس مارکیٹ کے پیشاب خانے میں ٹائم بم کیوں رکھا تھا۔'' غزالہ نے سلطان شاہ کی بات درمیان سے اچک لی ''اس کھلی جگہ پر پاکستان کے کون سے خفیہ راز پوشیدہ تھے۔ وہاں بم پھٹنے سے کیسی جانی اور مالی تباہی ہوتی۔ اس کا مقصد صرف اور صرف دہشت گردی تھا۔''

''تمہارا نکتہ بہت فکر انگیز ہے۔'' ویرا نے اعتراف کیا ''گوپال صرف سیکرٹ ایجنٹ نہیں، بلیک کیٹ ہے۔ اس جیسے پیشہ ور آدمی کو ایسی گھٹیا حرکت کرنے کی کیا ضرورت تھی۔''

''وہ سیتا کانت کے ساتھ جس مشن پر آیا تھا وہ پورا نہیں ہو رہا تھا۔'' میں نے دخل انداز ہوتے ہوئے کہا ''سیتا غائب ہو چکی تھی گوپال مایوسی کا شکار ہو رہا تھا۔ اس نے ایک منفی راہ اختیار کر لی۔ یہ ان لوگوں کی بہت بڑی کمزوری ہے کہ پاکستانیوں کے مقابلے میں کوئی بھی شکست انہیں دل برداشتہ کر دیتی ہے اور وہ حد سے تجاوز کر جاتے ہیں۔''

''ہم کو ان سے دہرے محاذ پر لڑنا پڑ رہا ہے۔ ان کی سازشوں کی روک تھام کے ساتھ دہشت گردی کے امکانات پر بھی نظر رکھنا پڑ رہی ہے۔'' غزالہ بولی۔

وہ مرغی اور انڈے والا سوال تھا۔ جس طرح یہ طے کرنا محال تھا کہ ان دونوں میں سے کون پہلے پیدا کیا گیا تھا اسی طرح یہ سمجھنا مشکل تھا کہ مار کھائے ہوئے بھارتی کس وقت دہشت گردی پر اتر آتے ہیں۔ ان کی نظروں میں انسانی خون کی کوئی وقعت اور حرمت نہیں تھی۔ وہ اپنے مذموم مقاصد کے لیے کسی بھی وقت کوئی حرکت کر سکتے تھے۔

گیارہ بجے وہ فون آ ہی گیا جس کی مجھے توقع تھی۔ اپنے موبائل فون کی اسکرین پر نک کا نمبر پڑھ کر مجھے خوشی ہوئی کہ اس نے مجھے مایوس نہیں کیا تھا۔

''ایڈی نے تمہیں بتا دیا ہوگا کہ رات اس نے کہیں سے مجھے فون کیا تھا۔'' میں نے اس کی آواز سنتے ہی کہا۔

''مجھے معلوم ہے، تم نے اس کو نام سے مخاطب کر کے حیران کر دیا تھا۔'' نک کی آواز سے تکان مترشح تھی۔

''ہمارے پیشے میں یہ معمولی باتیں ہوتی ہیں۔ وہ اپنے اصل نام پر بنے ہوئے کاغذات پر سفر کر رہا تھا اور اس پرواز سے کراچی میں ٹرانزٹ پر رکنے والا اکلوتا مسافر تھا۔ اسے اپنا نام سن کر حیرت زدہ نہیں ہونا چاہیے تھا۔'' میں نے اول خانہ سے حاصل کی ہوئی معلومات دہراتے ہوئے کہا۔

''وہ تم سے ناخوش تھا۔ اسے تمہارا طنزیہ انداز گفتگو پسند نہیں آیا۔'' نک نے جواب دیا اور میں نے اندازہ لگا لیا کہ وہ بھی اپنے افسر اعلیٰ سے زیادہ خوش نہیں تھا۔ مجھ پر اپنی برہمی کا اظہار کرنے کے بجائے محض ایک غیر جانب دارانہ اطلاع دے رہا تھا۔

''بعض لوگ پیدائشی طور پر ناخوشی کے مریض ہوتے ہیں۔ انہیں دوسروں کی کوئی بات پسند نہیں آتی۔ میرا قصور صرف اتنا ہے کہ میں نے اس کی باتوں میں انتشار اور بے ربطی کی نشان دہی کی تھی۔ مجھے خوشی ہے کہ وہ چلا گیا اور اب میرا رابطہ صرف تم سے رہے گا۔'' میں نے دانستہ ایسی باتیں کہیں جن کو سن کر نک کو اپنی بھڑاس نکالنے کا موقع مل سکے۔

''اس نے جاتے ہوئے مجھے ہدایت کی تھی کہ میں اس کے جذبات تم تک پہنچا دوں۔''

''حالانکہ ایسی کسی ہدایت کی ضرورت نہیں تھی۔ تم خود ایک ذمے دار افسر ہو۔ اپنی صوابدید سے صحیح فیصلے کرتے رہے ہو۔ ضرورت سمجھتے تو تم خود یہ بات مجھے بتا دیتے۔''

''مجھے اس کی طرف سے بدظن کرنے کی کوشش نہ کرو۔ بہرحال وہ میرا افسر ہے۔''

Downloaded from https://paksociety.com

''میں اس کے مقابلے میں تم کو زیادہ قابلِ اعتماد سمجھتا ہوں۔''

''میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ میرے تبادلے کے احکام جاری ہو چکے ہیں۔ میں کسی وقت بھی واپس جا سکتا ہوں۔''

''تو کیا تمہاری ذمہ داریاں بھی ٹام سنبھالے گا؟'' میں نے قدرے حیرت سے پوچھا۔

''اس کے لیے سی آئی اے کی مصروفیات کافی ہیں۔ میری جگہ میرے محکمہ کا کوئی اور آدمی آئے گا۔''

''تم اس طرح بات کر رہے ہو جیسے شام کو ہی کراچی چھوڑ دو گے۔''

''میری پیکنگ ہو چکی ہے۔ کاغذات تیار رہتے ہیں۔ کسی بھی وقت فون آئے گا اور میں سیٹ لے کر چل دوں گا۔''

''تو کیا ڈینی والی ڈیل کسی اور کے ساتھ مکمل ہو گی؟'' اس بار میں نے مصنوعی فکرمندی سے پوچھا تھا۔

''یہ ایک بہت بڑی اور تاریخی ڈیل ہے۔ میری دلی خواہش ہے کہ یہ میرے ہاتھوں پایۂ تکمیل کو پہنچے۔ اگر اس میں کسی وجہ سے تاخیر ہوتی ہے تو ہو سکتا ہے کہ میں چلا جاؤں اور تم کو میرے جانشین سے تعاون کرنا پڑے!''

''میں تم کو جانتا ہوں۔ تمہیں پرکھ چکا ہوں۔ ایڈی کے نامزد کیے ہوئے نئے آدمی سے معاملات طے کرنے میں مجھے محتاط رہنا ہو گا۔''

نک کی ہلکی سی آسودہ ہنسی کی آواز آئی۔ یوں محسوس ہوا جیسے میرے الفاظ سے اس کی انا کو تسکین ملی ہو۔ اس نے کہا ''فکر نہ کرو۔ مجھے جانا پڑا تو میں تمہیں آنے والے سے متعارف کرا کے جاؤں گا۔ میں اپنی پوری کوشش کے باوجود کسی سے یہ بات نہیں کہہ سکا کہ اس مرحلہ پر میرا تبادلہ سودمند نہیں رہے گا۔ ہمارے ہیڈ کوارٹرز میں اس بات کو غلط رنگ دیا جاتا..... میرے حاسد یہ کہتے پھرتے کہ میں ڈینی کی گرفتاری کا سہرا اپنے سر باندھنے کے لیے کراچی میں رکنا چاہ رہا ہوں۔''

''یہ تمہارے کہنے سے زیادہ ایڈی کے سوچنے کی بات تھی۔ کرنل داور ہر ایک کے سامنے نہیں کھل سکتا۔''

''تمہاری ڈیل مجھ سے نہیں، ایف بی آئی سے چل رہی ہے۔ تم کو فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ میرے بعد آنے والا میرے کہے ہوئے ایک ایک لفظ کی پابندی کرے گا۔'' اس نے مجھے اطمینان دلاتے ہوئے کہا ''میرا وعدہ پورا ہو گا، تم کو دو ملین ڈالر ملیں گے اور تم پر کوئی آنچ نہیں آئے گی۔''

''اچھا ہوا کہ تم نے اس وقت یہ باتیں بتا دیں۔ اب میں اپنی پوزیشن پر نئے سرے سے غور کروں گا۔''

''میں نے یہ باتیں بتانے کے لیے فون نہیں کیا تھا۔ پتا نہیں تم نے ایڈی کا ذکر کیوں نکال لیا۔ بلاوجہ بات سے بات نکلتی چلی گئی۔'' میری بات پر اس نے چونک کر سنبھالا لیا تھا۔ ''میں تمہیں یہ بتانا چاہ رہا تھا کہ تم اپنی تیاری کر لو۔ سو بھراج کسی بھی وقت پاکستان آ سکتا ہے۔''

''ابھی تم کہہ رہے ہو کہ اس کی آمد میں تاخیر ہوئی تو تم چلے جاؤ گے۔ اب یہ خبر دے رہے ہو!'' میں نے تعجب سے کہا۔

''جب تک وہ یہاں آ نہ جائے کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ کیا ہونے والا ہے۔ بعض اوقات ایسے ناگزیر اسباب پیدا ہو جاتے ہیں کہ سارے منصوبوں پر پانی پھر جاتا ہے۔ میری دعا ہے کہ ایسا کچھ نہ ہو۔ سب کچھ طے شدہ پروگرام کے مطابق ہوتا چلا جائے اور میں اپنے ہاتھوں سے ڈینی کو ہتھکڑی لگا کر امریکا لے جا سکوں۔''

''تم ایف بی آئی کے افسر ہو مگر تم سے میری کچھ ذہنی ہم آہنگی ہو چکی ہے۔ کسی دوسرے کے ساتھ مجھے چوکنا رہنا ہو گا۔ ایڈی نے مجھے بے خبری میں گن پوائنٹ پر لے کر میرے ساتھ کوئی اچھا سلوک نہیں کیا۔ اس کی طرف سے میرے دل میں گرہ پڑ گئی ہے۔ دوبارہ اس سے سامنا ہوا تو اسے اس رکیک حرکت کا جواب ضرور دوں گا۔ یہ اس کا مجھ پر قرض ہے جو میں اتاروں گا۔'' میں نے ٹھنڈے دل سے اس کی دلی آرزو سن لینے کے بعد بات دوبارہ ایڈی کی طرف گھما دی۔

''ایڈی کی طرف سے اپنا دل صاف کر لو۔ وہ بہت خطرناک آدمی ہے۔ اسے تمہارے ان ارادوں کی بھنک مل گئی تو وہ از خود یہاں آئے گا اور تمہیں معذور کر کے چلا جائے گا۔ وہ اپنے حریفوں کو مارنے سے زیادہ اپاہج حالت میں زندہ دیکھ کر خوش ہوتا ہے۔ اس نے سرد جنگ کے زمانے میں دو نوجوان روسی ایجنٹوں کو مکمل نامرد کر کے چھوڑ دیا تھا۔ دونوں کی بیویوں نے انہیں چھوڑ دیا اور ان کی زندگیاں برباد ہو گئیں۔ ایک پاگل ہو گیا۔ دوسرے نے خودکشی کر لی.....''

''مجھے اس کے قصیدے نہ سناؤ!'' میں نے تلخی سے اس کی قطع کلامی کرتے ہوئے کہا ''میں اس سے زیادہ سفاک ہوں۔ اگر وہ ایسا ہی اذیت پرست ہے تو میں بھی اس کے چاروں ہاتھ پیر کٹوا کر صرف دھڑ باقی چھوڑ دوں گا۔ وہ جب تک زندہ رہ کر زمین پر لڑھکتا رہے گا، امریکی ایجنسیوں کے اہلکار اسے دیکھ کر کرنل داور کے نام سے پناہ مانگیں گے۔''

Downloaded from https://paksociety.com

''تم بلاوجہ بات بڑھا رہے ہو۔ میں ڈر رہا ہوں کہ تم اپنی جذباتی باتوں سے معاملہ بگاڑ دو گے۔''

''بیچ جذباتی باتیں نہیں ہیں۔ توہین کا احساس ہے جس نے مجھے مشتعل کیا ہوا ہے۔ تم ایڈی کے ماتحت ہو۔ میں تم کو نہیں روکوں گا۔ تم چاہو تو میرا کہا ہوا ایک ایک لفظ اس کے کانوں میں ڈال سکتے ہو۔ وہ پوری تیاری کے ساتھ میرے سامنے آئے گا تو مجھے خوشی ہوگی۔''

''میں بی جمالو کا کردار ادا نہیں کر سکتا۔'' اس کے مصالحانہ لہجہ سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ اندر سے ایڈی سے خوش نہیں تھا ''تمہارا کہا ہوا ہر لفظ تمہاری امانت ہے۔ میں اسے کچھ نہیں بتاؤں گا لیکن تمہیں یہ مشورہ ضرور دوں گا کہ اپنے دل سے کدورت نکال دو۔ اس نے تمہارے ساتھ جو کچھ کیا، وہ اس کی ضرورت تھی اسے تم کو نیچا دکھانے کا شوق نہیں تھا۔ ہم دل و جان سے اپنے ہر انفارمر کی قدر کرتے ہیں اور تم ڈینی کو ہمارے جال میں لا رہے ہو جو برسوں سے ہمارے لیے سوہان روح بنا ہوا ہے۔''

''رات کو ایڈی نے مجھے کہاں سے فون کیا تھا؟'' میں نے چند ثانیوں کے توقف کے بعد پوچھا۔

''وہ اپنے ہوٹل کے کمرے میں تھا۔ میں بھی وہی موجود تھا۔''

''اس نے مجھے تم سے رابطہ قائم کرنے سے کیوں روکا تھا؟''

''روکا نہیں تھا۔ یہ کہا تھا کہ ضرورت ہوئی تو میں خود تم سے رابطہ کرلوں گا اور میں اس وقت تم سے بات کر رہا ہوں۔''

''ابھی تک تم نے کام کی صرف ایک بات کی ہے اور وہ بھی نئی نہیں ہے۔ سوبھراج کی جلد از جلد واپسی کی خبر پرانی ہو چکی ہے۔''

''تم بات کرنے کا موقع ہی نہیں دے رہے۔ بار بار ایڈی کا ذکر لے بیٹھتے ہو۔'' اس نے شکوہ کیا۔

''چلو اب تمہارے پاس موقع ہے جو کہنا ہے کہہ ڈالو۔''

''ایڈی کے لیے تمہارے پاس وقت نہیں تھا لیکن اب میں تم سے ملنا چاہتا ہوں۔ آج شام وقت دے سکو گے!؟''

''اب تم نے ایڈی کا نام لیا ہے۔ آخر تم لوگ مجھ سے ملنے کے لیے اس قدر مضطرب کیوں ہوں۔ میں کوئی خوبصورت حسینہ ہوں اور نہ ہم جنس پرست۔ آخر تم کیا چاہ رہے ہو۔''

میرے جلے کٹے جواب پر وہ بے ساختہ ہنس پڑا۔ میں ناگواری سے موبائل فون اپنے کان سے لگائے، اس کے ہنسنے کی آوازیں سنتا رہا۔ ہنسی تھمنے کے بعد اس نے کہا ''بعض باتیں ایسی ہوتی ہیں جو فون پر نہیں کہی جا سکتیں۔ ان کے لیے ملاقات ضروری ہے۔''

''ملاقات کے لفظ کے ساتھ مجھے اب گن پوائنٹ یاد آنے لگا ہے۔ رات کو ایڈی مجھ سے دوسری ملاقات کا خواہاں تھا۔ اب تم وہی فرمائش کر رہے ہو۔''

''بار بار یہ ناخوشگوار ذکر نہ کرو۔ تمہارا بلڈ پریشر بڑھ جائے گا۔ مجھے معلوم ہے کہ تم ملنے کے لیے آؤ گے تو تمہارے دو چار آدمی آس پاس منڈلا رہے ہوں گے جو کوئی گڑبڑ ہوتے ہی تمہارے بچاؤ کے لیے حرکت میں آ جائیں گے۔'' اس کی نرم اور مصالحانہ آواز ابھری ''ایڈی کو یقین تھا کہ رات کو آدمیوں سے لدی ہوئی جوڈیزل بک اپ ہمارے قریب سے گزری تھی وہ تمہاری ایس ٹی ایف کی تھی۔ وہ لوگ جارحانہ انداز میں ہمیں اپنی موجودگی کا احساس دلاتے ہوئے بظاہر غائب ہو گئے تھے لیکن دوبارہ کہیں چھپ کر آخر تک ہماری نگرانی کرتے رہے ہوں گے۔''

''اپنے ان اندیشوں کے باوجود تم مجھ سے ملنا چاہ رہے ہو۔'' میں نے پوچھا۔

''ہاں! یہ بتا دوں کہ میں تم سے طے شدہ ملاقات میں گڑبڑ کرنے کی ہمت نہیں کر سکتا۔ مجھے معلوم ہے کہ تم محافظوں کے ساتھ آؤ گے۔''

''میں آٹھ بجے شیرٹن ہوٹل کے فرسٹ فلور کے لاؤنج میں آؤں گا۔'' میں نے چند ثانیوں تک سوچنے کے بعد جواب دیا۔

''میں تمہارا شکر گزار ہوں۔ یہ ملاقات تمہارے لیے بھی مفید ثابت ہوگی۔'' وہ میری رضامندی پا کر خوش ہو گیا۔

''ہو سکے تو اب اس ملاقات کے مقاصد پر بھی روشنی ڈال دو۔'' میں نے زور دیے بغیر کہا۔

''آٹھ بجے ملو گے تو مقصد جان کر خوش ہو جاؤ گے۔'' وہ مزید کھلنے پر آمادہ نہیں تھا۔

نک سے گفتگو ختم ہوئی تو تبادلۂ خیال کا سلسلہ چل پڑا۔ میں نے اس گفتگو میں نک کے انداز اور لب و لہجہ سے جو کچھ اندازہ لگایا تھا، وہ سب کے سامنے دہرا دیا۔

ہمارے درمیان باتوں کا سلسلہ جاری تھا کہ جلال آ پہنچا۔

''سب لوگ سر جوڑ کر بیٹھے ہو۔ معلوم ہوتا ہے کہ پھر کوئی نیا معرکہ درپیش ہے۔'' اس نے سب سے باری باری ہاتھ ملاتے ہوئے پُرمزاح انداز میں کہا۔

Downloaded from https://paksociety.com

''معرکہ نہیں، مرحلہ کہو تو زیادہ بہتر ہوگا۔'' ویرا نے اپنی مسکراتی ہوئی نیلی آنکھیں اس کے چہرے پر جما کر اس کی تصحیح کی۔

وہ ہمارے ساتھ بیٹھ گیا۔ ویرا اسے معرکہ اور مرحلہ کا فرق سمجھانا چاہ رہی تھی لیکن جلال نے اسے درمیان میں ٹوک دیا۔ وہ لفظی فرق کے بجائے حقائق جاننا چاہ رہا تھا۔

ایڈی ہاک کے کراچی میں مختصر قیام کے بارے میں وہ بالکل بے خبر تھا۔ وہ خبر سن کر اضطراری طور پر اس کا پارا چڑھ گیا۔ امریکی اور پاکستانی حکومتوں کے درمیان ہونے والے ایک پرانے معاہدہ کی رو سے وہ لوگ اس بات کے پابند تھے کہ ایڈی کے شہر میں قیام کے بارے میں دفتر خارجہ کو پیشگی اطلاع دیتے۔ امریکا جانے والے ہر پاکستانی اہلکار کے بارے میں کئی کئی دن پہلے امریکیوں کو باخبر کر دیا جاتا تھا۔ وہ دوطرفہ قانونی اور اخلاقی پابندی تھی۔ ایڈی کے بارے میں امریکیوں نے اسے نظرانداز کر دیا تھا۔

''پہلے مجھے شبہ ہوا تھا کہ بنک اپنا تبادلہ رکوانے کے لیے مجھے ایڈی سے ملوانا چاہ رہا تھا لیکن بعد میں اندازہ ہوا کہ وہ کچھ اور ہی چکر تھا۔'' میں نے جلال کے استفسار پر بتایا ''ایس ٹی ایف کے لیے کام کرنے والوں کی شہرت کچھ ایسی ہے کہ بعض امریکی حکام کو ابھی تک کرنل داور کی پیشکش پر یقین نہیں آسکا ہے۔ شاید انہیں کرنل داور پر بھی شبہ ہے۔ ایڈی اسی مشن پر کراچی میں رکا تھا۔ اس نے میری بے خبری میں میری جیب میں ایک چپ ڈال دی تھی جس کے ذریعہ وہ میری نقل و حرکت مانیٹر کرسکتا تھا۔''

''یہ ان کے پرانے حربے ہیں۔ حیرت ہے کہ اسے چپ ڈالنے کا موقع مل گیا۔ اس کا نتیجہ کیا رہا۔'' جلال نے اپنی جگہ پر پہلو بدلتے ہوئے پوچھا۔

''اس سے مل کر میں سیدھا اسٹیشن فور گیا تھا۔ چپ اب وہیں ہے۔'' میں نے اطمینان سے ساری تفصیلات دہرا دیں۔

''وہ لوگ بھی بے وقوف نہیں ہیں۔ اپنی دانست میں خاصی محنت کر رہے ہیں۔'' پوری کہانی سن لینے کے بعد جلال نے کہا ''لیکن یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ ایڈی کے چلے جانے کے بعد اب تک کیوں تم سے ملنا چاہ رہا ہے جب کہ صبح تک سوبھراج کی آمد متوقع ہے۔''

''ہاں میں! وہ صبح آرہا ہے۔'' وہ انکشاف سن کر ویرا حیرت سے اپنی جگہ اچھل پڑی۔

غزالہ اور سلطان شاہ کے چہرے پر بھی حیرت و استعجاب کی لکیریں نمودار ہوگئی تھیں۔

''اس نے تین پروازوں پر نشستیں بک کرائی ہیں۔ ان میں سے پہلی پرواز صبح چھ بجے کراچی میں لینڈ کرے گی۔'' جلال نے بتایا ''دیکھنا ہوگا وہ تینوں میں سے کس پرواز سے کراچی آنے کا فیصلہ کرتا ہے۔ زیادہ سے زیادہ کل شام تک اسے کراچی میں ہونا چاہیے۔''

''تمہاری اطلاع کا ذریعہ قابلِ اعتماد ہوگا۔ کیا میں اس کے بارے میں جان سکتی ہوں۔'' ویرا نے محتاط الفاظ میں کہا۔

جلال اس کے سہمے سہمے انداز پر ہنس پڑا ''تم لوگوں کو ہر سوال کی آزادی ہے۔ بنکاک مشرقِ بعید کا ایک مرکزی اور بہت سرگرم شہر ہے۔ وہاں دنیا کی تقریباً ہر ایجنسی کے کچھ نہ کچھ نفوس سارا سال موجود رہتے ہیں۔ ان میں ہمارے دو آدمی بھی ہیں جو وہاں ایک ٹیلرنگ شاپ چلا رہے ہیں۔ آج کل وہی دونوں سوبھراج پر کام کر رہے ہیں۔ بنکاک میں اس نے اپنا سارا وقت شراب اور عورتوں میں گزارا ہے۔ اپنے ہوٹل سے بہت کم باہر نکلا ہے۔''

''اپنی جلاوطنی کا غم غلط کر رہا ہوگا'' ویرا ہنس کر بولی ''مجھے یہ جان کر فخر محسوس ہو رہا ہے کہ بنکاک میں بھی تمہارے آدمی مامور ہیں۔''

''بڑی خبریں حساس شہروں سے جنم لیتی ہیں۔ ہماری کوشش ہوتی ہے کہ ہم مؤثر طور پر وہاں موجود رہیں'' جلال نے انکسار سے جواب دیا۔

''کل سوبھراج آرہا ہے۔ آج تک ان سے ملنا چاہ رہا ہے۔ ان دونوں باتوں میں قریبی تعلق معلوم ہوتا ہے۔'' غزالہ بولی۔

''جو کچھ ہوگا، رات کو سامنے آجائے گا'' میں نے بے پروائی سے کہا ''اگر آج تک نے کوئی چال چلنے کی کوشش کی تو میں اس کا حشر خراب کر دوں گا۔''

''سوبھراج کے بارے میں تم نے کیا سوچا ہے؟'' جلال نے مجھ سے پوچھا۔

''سوچنا کیا ہے؟ اس کے یہاں آتے ہی اس کے پرقینچ کر کے اسے پنجرے میں ڈالنا ہے، پھر دیکھا جائے گا کہ اس کا کیا، کیا جائے؟'' میں نے بتایا۔

''یہ تو طے ہے کہ اس کا آزاد رہنا کسی کے مفاد میں نہیں ہے۔ میں یہ جاننا چاہ رہا تھا کہ اس پر تم ہاتھ ڈالو گے یا میں اپنی بساط پھیلا لوں؟''

''تم اسے کراچی پہنچتے ہی پکڑ لو گے؟'' میں نے اس سے سوال کیا۔

Downloaded from https://paksociety.com

''یہ ممکن نہیں ہے۔ وہ ابھی تک پاکستان کا ایک معزز اور مراعات یافتہ قیدی ہے۔ اس کے یہاں پہنچتے ہی میری کوشش ہوگی کہ اس کی ساری مراعات منسوخ کر کے میری کلارک کی گمشدگی اور ارجن کمار کے قتل کے سلسلے میں اس کی گرفتاری کے وارنٹ جاری کرادوں۔''

''یہ لمبا سلسلہ ہوگا۔ وہ کسی رعایت کا مستحق نہیں ہے۔ ہم لوگ ہی اس کی خبر لیں گے۔''

''کام کتنا ہی طول کھینچے۔ اس کے آتے ہی میرے آدمی اس کے پیچھے لگ جائیں گے۔ وہ بچ کر کہیں نہیں جا سکے گا۔''

''تم بھول رہے ہو کہ وہ حشمت کا روپ بدل کر ہوٹل میں رہتا تھا اور وہاں کوبرا بن کر غیر ملکی ایجنٹوں سے ملتا تھا'' غزالہ نے جلال کو یاد دلایا۔

''مجھے سب یاد ہے'' جلال نے اپنے سر کو ہلکا سا خم دے کر، مسکراتے ہوئے کہا ''ایک بار وہ گرفت میں آ جائے تو پھر اس سے ہر جرم کا حساب لے لیا جائے گا۔ کبیر داور ارجن کمار کے معاملات پولیس کے ریکارڈ پر ہیں۔ میں ان سے پہل کروں گا۔''

''اس کے ساتھ ایگزٹ کنٹرول لسٹ کا بھی معاملہ ہے۔ سوبھراج اور سنیل کے ملک سے باہر جانے پر پابندی لگ جانی چاہئے'' اس بار سلطان شاہ نے نکتہ اٹھایا تھا۔

''ویری گڈ!'' جلال اپنا سر ہلا کر مسکراتے ہوئے بولا ''مجھے خوشی ہے کہ سب کو کوئی نہ کوئی بات یاد ہے۔''

''مجھے ایسا معلوم ہو رہا ہے جیسے تم سب جلال کو بھولا ہوا سبق یاد دلانے کی کوشش کر رہے ہو'' میں نے خفگی سے کہا ''جلال ذمے دار آدمی ہے اور ابتدا سے سوبھراج پر کام کر رہا ہے، اسے سب معلوم ہے کہ کب کیا کرنا ہے، تم لوگ بلاوجہ اس کا استاد بننے کی کوششیں کر رہے ہو۔''

''ایسا نہ کہو، انہیں بولنے دو!'' جلال نے ملائمت سے کہا ''یہ استادی نہیں، ان لوگوں کا جوش و خروش ہے۔ ہم میں سے ہر شخص اس غدار کو جلد از جلد پیوند زمین ہوتے ہوئے دیکھنا چاہتا ہے۔ مجھے حیرت ہے کہ ابھی تک ویرا نے مجھے کوئی بات یاد نہیں دلائی؟''

''اس کی گرفتاری کے لیے ایک مضبوط کیس سیٹ لائٹ فون کا ہے'' ویرا نے ہنستے ہوئے کہا ''ریڈ یو اینڈ ٹیلی گراف ایکٹ کے تحت اسے پھانسی تو نہیں دی جا سکتی لیکن پکڑ کر سلاخوں کے پیچھے ضرور ڈالا جا سکتا ہے۔ مقدمہ چلا تو اسے سال چھ مہینے کی سزا ہو جائے گی۔''

''یہ بات میں واقعی بھولا ہوا تھا۔ اس کے سیٹ لائٹ فون پر ہمارا قبضہ ہونا ضروری ہے۔''

''نک پوری طرح سوبھراج کی سرپرستی کرتا رہا ہے۔ اس کے بارے میں تم کیا کہتے ہو؟'' میں نے جلال سے پوچھا۔

''اس کے لیے تم کیا سوچ رہے ہو؟'' جلال نے میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر سوال کیا۔

''بن ڈیوڈ ان کی صفوں کا آخری آدمی تھا جو ہمارے ہاتھ آیا تھا اور اس نے اپنی خواہش کے مطابق اپنے ہاتھوں سے اپنی زندگی کا خاتمہ کیا تھا۔ اس کے بعد سے راوی ان کے لیے عافیت ہی عافیت لکھتا چلا آ رہا ہے۔ کیوں نہ نک کو بن ڈیوڈ سے ملاقات کے لیے روانہ کر دیا جائے۔''

''نہیں ڈینی..... میں ایسے کسی اقدام کا مشورہ نہیں دوں گا۔ تم افراد سے لڑ سکتے ہو، ان کو نیست و نابود کر سکتے ہو لیکن اداروں سے لڑنا آسان نہیں ہے۔ نک یہاں اپنے ادارے کی نمائندگی کر رہا ہے۔ اس کا قیام قانونی ہے۔ وہ مارا گیا تو کوئی اور اس کی جگہ لے لے گا۔ تلخیاں بلاوجہ جنم لیں گی۔''

''کافی عرصے سے تم امریکیوں کے لیے نرم دلی کا مظاہرہ کر رہے ہو'' میں نے ہلکی سی شکایت کی۔

''امریکا ایک سپر پاور ہے۔ پچھلے دنوں وائٹ ہاؤس کے ترجمان نے تشویش کا اظہار کیا تھا کہ پاکستان کی سرزمین امریکیوں کے لیے خطرناک ہوتی جا رہی ہے۔ آج کل کی یک طرفہ دنیا میں ایسے بیان معنی خیز ہوتے ہیں۔ یہ نرم دلی نہیں، مصلحت اور دانش مندی ہے۔ دس برس کا لڑکا ایک پلے ہوئے پہلوان کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ مصلحت کا تقاضا یہ ہے کہ وہ لڑے بغیر ہار مان لے۔ یہ میرا اپنا تجزیہ ہے، تم اس سے اختلاف کر سکتے ہو۔''

''تم اسلام آباد میں باخبر حلقوں سے بہت قریب ہو۔ تمہاری کسی نپی تلی رائے سے اختلاف کرنا آسان کام نہیں ہے'' میں نے متفکرانہ لہجے میں کہا ''میرا خیال ہے کہ نک کا قتل کشیدگی میں اضافہ کر سکتا ہے، کسی بڑے سانحے کا سبب نہیں بن سکتا۔''

''بظاہر مجھے بھی یہی نظر آ رہا تھا لیکن کسی نہ کسی امریکی کا خون اونٹ کی پشت کا آخری تنکا ثابت ہو سکتا ہے۔ ان کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو جائے گا۔ چھچھورے سور ماصابر نہیں ہوتے۔ وہ بات بات پر مرنے مارنے پر تل جاتے ہیں۔ مجھے ڈر ہے کہ امریکی کوئی بڑا قدم نہ اٹھالیں۔''

''یہ باتیں تم ڈینی کو اس لیے سمجھا رہے ہو کہ اس نے نک کے بارے میں تم سے مشورہ کیا ہے۔ اگر کوئی رہزن یا لٹیرا تم

Downloaded from https://paksociety.com

سے اجازت لیے بغیر اس کی زندگی کا چراغ گل کردے تو کیا ہوگا؟'' ویرا نے اس بحث میں حصہ لیتے ہوئے فاتحانہ لہجے میں سوال کیا۔

''یہ سوال تم ہی کرسکتی تھیں۔ میں ڈینی سے ایسے سوال کی توقع نہیں کرسکتا تھا۔ رہزنوں اور لٹیروں کی وارداتوں میں مختلف حالات پائے جاتے ہیں'' جلال نے ناصحانہ انداز اختیار کرلیا ''سب جانتے ہیں کہ ایسے لوگوں پر کسی کا اختیار نہیں ہوتا۔ ان کی کارروائیوں پر اظہار افسوس کیا جاسکتا ہے، کسی حکومت کو موردالزام نہیں ٹھہرایا جاسکتا۔''

''تمہاری ان باتوں سے یہ ثابت ہورہا ہے کہ امریکا ہمارا چوہدری ہے، ہم اس کی مرضی کے خلاف نہیں چل سکتے؟'' ویرا بحث پر اتر آئی۔

''ہمارا کوئی چوہدری نہیں ہے۔ ہم ایک آزاد اور خودمختار قوم ہیں۔ اپنے فیصلے خود کرتے ہیں لیکن اس دنیا میں ہم اکیلے نہیں ہیں۔ یہاں بہت سی دوسری قومیں بھی بستی ہیں۔ یہ سب کی بدنصیبی ہے کہ طاقت کا توازن برباد ہوچکا ہے۔ اب امریکا روئے زمین کا سب سے طاقت ور ملک ہے۔ جب تک طاقت کا کوئی نیا توازن نہیں بنتا، سب امریکا کی بات سننے اور ماننے پر مجبور ہیں۔ وقت کے اس دھارے کے خلاف چلنے والے خسارے میں رہیں گے۔''

''اگر وہ اپنی طاقت کے بل پر عالمی غنڈا بنا ہوا ہے تو بھی بات وہی رہتی ہے۔ ہم اس کی مرضی پر چلنے پر مجبور ہیں۔''

''صرف ہم نہیں، سب اس جبر کا شکار ہیں جو روس کی بربادی کے بعد ایک عفریت بن کر ابھرا ہے۔ پھر بھی وہ ہمیں ہر معاملے میں نہیں جھکا سکتا۔ اپنے شہریوں کی ہلاکت کے بارے میں ہمارے ساتھ سخت رویہ اختیار کرسکتا ہے۔ آج کے معروضی حالات میں ہم اس کے بھی متحمل نہیں ہوسکتے'' جلال رسانیت سے اسے سمجھانے کی کوشش کرتا رہا۔

''تم سوبھراج کے قصے کو بھول کر امریکا کے پیچھے کیوں پڑگئی ہو؟'' سلطان شاہ نے ویرا سے کہا۔

''وہ ایک ہی بات ہے۔ سوبھراج کا مربّی اور سرپرست ٹنک ہے۔ وہ ایف بی آئی کا ایجنٹ ہے۔ یہ سب امریکیوں کا کیا دھرا ہے۔ تم میری بات لکھ لو کہ ایڈی کا کراچی سے ہوتے ہوئے دہلی جانا خالی از علت نہیں ہے۔ اب وہ دہلی سے اپنے کسی افسر کو نک کی جگہ لینے کے لیے بھیجیں گے۔'' ویرا نے پرزور لہجے میں کہا۔

وہ واقعی دور کی کوڑی لائی تھی۔ میں سوچ میں پڑگیا۔ امریکی اور بھارتی گٹھ جوڑ ہر شک و شبے سے بالا ہوچکا تھا۔ جو بھی امریکی افسر بھارت میں رہ چکا ہو اس کے بارے میں یہ بات وثوق سے کہی جاسکتی تھی کہ بھارتی دن رات پاکستان کے خلاف اس کے کان بھرتے رہے ہوں گے اور اس کے دل میں پاکستان کے لیے مخاصمت کے جذبات دوسرے امریکیوں سے کہیں زیادہ ہوں گے۔ ایسے کسی افسر کی پاکستان میں تقرری بہت سی مشکلات کا سبب بن سکتی تھی۔ ایک متعصب اور بھارت نواز امریکی کو کسی بات یا واقعہ کی معقولیت پر قائل کرنا آسان نہیں ہوسکتا تھا۔ وہ ہر چھوٹے سے چھوٹے واقعے کو تعصب کی عینک سے دیکھ کر مقامی انتظامیہ کو بہت پریشان کرسکتا تھا۔

''ہوسکتا ہے کہ تمہارا اندازہ درست ہو۔ ایسا ہوا تو ہم اس تقرر کے خلاف اپنے تحفظات کا اظہار کریں گے'' جلال نے پرتشویش آواز میں کہا۔

''تم اپنے تحفظات کا اظہار کرتے رہ جاؤ گے۔ وہ ایک نئی مصیبت تمہارے سر پر مسلّط کردیں گے۔ ابھی ڈینی نے کرنل داور بن کر ایس ٹی ایف کی طرف سے سوبھراج کے ایک بے ضمیر نوکر سے معافی چاہی ہے۔ آنے والے دنوں میں تمہارا سارا وقت ایف بی آئی کے مقامی دفتر میں وضاحتیں اور صفائیاں پیش کرنے میں گزرے گا۔ میں کہتی ہوں کہ تم لوگوں نے امریکا کے خوف کو اپنے اوپر ضرورت سے زیادہ مسلط کرلیا ہے۔ اس خوف سے نجات حاصل کرو۔''

''یہ صرف تمہاری نہیں، ہر پاکستانی کی دلی خواہش ہے مگر اس میں خطرات پوشیدہ ہیں۔ اصل خطرات کا اندازہ صرف اس شخص کو ہوتا ہے جو دوست ہونے کے باوجود الزامات کا سامنا کرتا ہے۔''

''میں کہتی ہوں کہ ایک بار تم ایک ٹھوکر مار کر دیکھو، یہ تم سے ڈرنا شروع کردیں گے۔ دبو گے تو یہ تمہیں دباتے چلے جائیں گے۔''

''ابھی ان آزمائشوں کا وقت نہیں آیا۔ یہ ایک بحرانی دور ہیں۔ ہمیں ان سے مل کر چلنا ہوگا۔''

''مل کر چلتے رہو۔ تمہیں کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ بھارت ان کی آنکھوں کا تارہ بنا رہے گا۔''

جلال بھی ویرا کی بیان کی ہوئی سچائیوں کا قائل تھا۔ اندر ہی اندر وہ ان مجبوریوں پر کڑھتا رہتا تھا۔ ویرا نے اس وقت دوٹوک باتیں کرکے اس کے دل کے زخموں پر نمک پاشی کی تھی۔ میں نے اس کے بشرے پر آزردگی دیکھی تو ویرا سے مخاطب ہوکر کہا ''اب یہ بحث کسی اور وقت کے لیے رکھ لو۔ وقت کم رہ گیا ہے، ہمیں سوبھراج کے بارے میں کچھ طے

Downloaded from https://paksociety.com

کر لینے دو۔ ایک مرتبہ وہ موڈی زیرہو جائے تو ہم اپنی توجہ دوسرے معاملات پر مرکوز کر سکیں گے۔''

''مجھے کبھی کبھی حیرت ہوتی ہے کہ پیدائشی طور پر امریکی ہوتے ہوئے تم اپنے ہم وطنوں سے اس قدر متنفر ہو'' غزالہ نے ہنس کر کہا۔

''باہر والے صحیح تصویر نہیں دیکھ سکتے۔ صرف گھر کا بھیدی لنکا ڈھاتا ہے'' ویرا نے تلخی سے جواب دیا ''میں نے امریکا اور امریکیوں کو بہت قریب سے دیکھا اور پرکھا ہے۔ تم کو معلوم ہے نا کہ میرے ناجائز باپ کو کہاں قتل کیا گیا تھا۔ امریکی صدر سے ملاقات کے بعد روانہ ہوتے ہوئے اسے وہائٹ ہاؤس کے ڈرائیو وے پر کسی خاموش رائفل کا نشانہ بنایا گیا تھا۔ امریکا کے ایوان صدارت میں ہونے والے اس قتل کی گتھی آج تک نہیں سلجھ سکی۔''

میں نے اسے صرف اتنا موقع دیا کہ وہ اپنے متوفی باپ کا ذکر مکمل کر لے پھر سختی سے کہا ''تم پھر جذباتی ہو رہی ہو۔ اب تم نے اپنی زبان بند نہیں رکھی تو میں جلال کو اپنے ساتھ لے کر یہاں سے نکل جاؤں گا۔''

''اب میں چپ رہوں گی'' ویرا نے یہ کہہ کر شہادت کی انگلی اپنے ہونٹوں پر رکھ لی۔

''مجھے ان تین پروازوں کے بارے میں بتاؤ جن پر سوبھراج نے نشستیں بک کرائی ہوئی ہیں'' میں نے جلال سے کہا۔

''تم کو تینوں پروازوں پر اپنا وقت برباد کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ٹیلرنگ شاپ والے دونوں آدمی سوبھراج پر کڑی نظر رکھیں گے۔ وہ جس وقت بھی ہوٹل چھوڑ کر باہر نکلا، وہ مجھے فون پر آگاہ کر دیں گے۔ ائرپورٹ سے وہ اس کی روانگی دوبارہ کنفرم کریں گے۔ تم یہاں اس کے استقبال کی تیاری کر لینا'' جلال نے میری مشکل آسان کر دی۔

وہ کلیدی پروگرام سن کر ویرا نے ڈرائنگ روم چھوڑ دیا۔ جلال نے میرے قریب سرک کر نیچی بلکہ سرگوشیانہ آواز میں اپنے لائحہ عمل کے بارے میں بتانا شروع کر دیا۔

☆☆☆

شیرٹن ہوٹل کے پورچ میں ٹیکسی سے اتر کر میں نے گردوپیش میں نگاہ ڈالی تو مجھے وہاں کوئی مشتبہ شخص نظر نہیں آیا۔ میں ٹیکسی ڈرائیور کو کرایہ ادا کر کے آگے بڑھا تو باوردی دربان نے میرے لیے شیشے کا داخلی دروازہ کھول دیا۔ اگلے لمحے میں، میں ہوٹل کے پُرفسوں خیز ماحول میں داخل ہو چکا تھا۔

اس زمانے میں دہشت گردی کی اِکّا دُکّا وارداتیں دنیا بھر میں ہوتی رہتی تھیں لیکن دہشت گردی کا ہوّا کھڑا نہیں کیا گیا تھا۔ ہوٹلوں کی حدود میں پارکنگ سے پہلے گاڑیوں کی تلاشی لی جاتی تھی، نہ مہمانوں کو مخصوص الیکٹرانک چوکھٹوں میں سے گزارا جاتا تھا۔ میں اپنی بیم گن سمیت اطمینان سے ہوٹل کی زمینی منزل سے پہلی منزل کی طرف جانے والے کشادہ زینوں کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

جب میں نے شی سے بغاوت کی تو میرے ساتھ کوئی نہیں تھا۔ میں نے اپنی ابتدائی لڑائیاں تن تنہا لڑی تھیں۔ اس وقت ویرا میرے خون کی پیاسی ہوا کرتی تھی۔ پھر سلطان شاہ میرے ساتھ آیا۔ پورے گھرانے کے خاتمے کے بعد غزالہ میرے ساتھ رہنے لگی۔ پھر اول خان سے تعارف ہوا۔ بعد میں یا شاید اس سے پہلے ویرا بھی مجھ سے آملی۔ یوں میرا سفر جوں جوں آگے بڑھتا گیا، میرے شرکائے سفر کی تعداد بڑھتی رہی۔ ان میں تازہ ترین اضافہ جلال کا تھا۔

ان سب لوگوں میں اول خان کو ایک خصوصی اہمیت حاصل تھی۔ میں نے اسے اول تا آخر وہ سب باتیں بتادی تھیں جو اس کے علم میں نہیں تھیں۔ مجھ سے ہلکا پھلکا اختلافِ رائے ہونے کے باوجود وہ خوش تھا کہ نک اور سوبھراج کے بارے میں میرے فیصلے مجموعی طور پر بہتر تھے۔

اس نے نک اور ایڈی سے بوٹ بیسن کے علاقے میں میری ملاقات کے موقع پر، مجھے اعتماد میں لیے بغیر اپنی صوابدید سے ایس ٹی ایف کی جس پارٹی کو میری حفاظت پر مامور کیا تھا، اس کی افادیت کھل کر سامنے آچکی تھی۔ میری خواہش پر وہ بہت خوشی سے اپنے دو آدمیوں کے ساتھ شیرٹن ہوٹل آنے پر رضامند ہو گیا تھا۔ طے شدہ پروگرام کے مطابق اسے آٹھ بجے سے پہلے اپنی جگہ پر پہنچ جانا چاہئے تھا۔ اسے دور رہ کر صرف یہ دیکھنا تھا کہ نک میرے ساتھ کوئی گڑبڑ نہ کرنے پائے۔

نک سے اس ملاقات میں، میں کوئی فریب کھانے کے لیے آمادہ نہیں تھا۔ محض احتیاط کے پیشِ نظر میں اپنی گاڑی کے بجائے ٹیکسی میں ہوٹل آیا تھا۔ پچھلے رات والی ملاقات میں، میں نے اپنی گاڑی استعمال کی تھی لیکن اس کی نمبر پلیٹیں بدل دی گئی تھیں تاکہ ایف بی آئی والے گاڑی کے نمبر کے ذریعے میرے بارے میں کوئی بات معلوم کرنے میں کامیاب نہ ہو سکیں۔ اس گاڑی کا بار بار استعمال بھی موزوں نہیں تھا اس لیے اس شام میں نے گاڑی نکالنے کا ارادہ سرے سے ترک کر دیا تھا۔ مشتبہ دوستوں تک پہنچنے کے لیے ٹیکسی سے بہتر اور محفوظ سواری کوئی اور نہیں ہو سکتی تھی۔

Downloaded from https://paksociety.com

ٹیکسی لینے کی وجہ سے میں ذرا قبل از وقت گھر سے نکل کھڑا ہوا تھا۔ یہ اتفاق تھا کہ ٹیکسی جلدی مل گئی مگر وقت کی کسر راستے میں پوری ہوگئی۔ میں نے زینوں کی طرف جاتے ہوئے اپنی رسٹ واچ پر نظر ڈالی تو آٹھ بج کر پانچ منٹ ہو چکے تھے۔

میں اپنی جیبوں میں ہاتھ ڈالے، زینے طے کر کے اوپری فلور پر پہنچا تو ہال میں پھیلی ہوئی خواب ناک روشنیوں میں مجھے نک دیوار کے ساتھ پڑے ہوئے ایک دہرے صوفے پر اکیلا بیٹھا ہوا نظر آ گیا۔ اس کی نگاہیں زینوں کی طرف اٹھی ہوئی تھیں۔ میری اور اس کی نظریں چار ہوئیں تو میں نے خفیف سی مسکراہٹ سے اسے دیکھ لیے جانے کا اشارہ دیا، رک کر طائرانہ انداز میں نظریں دوڑائیں، ایک ستون کے ساتھ اول خان کو صوفے پر بیٹھے دیکھا اور مطمئن ہو کر نک کی طرف چل دیا۔ اول خان نے اس وقت اپنے چہرے میں کچھ تبدیلیاں کی ہوئی تھیں۔

نک سیاہ رنگ کے ہلکے سوٹ میں ملبوس تھا اور بالکل خالی ہاتھ نظر آ رہا تھا۔ اس نے اپنی جگہ سے اٹھ کر تپاک سے میرا خیر مقدم کیا۔ ہاتھ ملانے کے بعد ہم دونوں اسی دہرے صوفے پر ایک ساتھ بیٹھ گئے۔

''پانچ منٹ زیادہ ہو گئے تو مجھے خوف ہوا کہ کہیں تم نے ملاقات کا ارادہ ترک نہ کر دیا ہو'' اس نے دبی دبی آواز میں کہا۔

''سواری اور پھر ٹریفک کی مجبوری درپیش تھی۔ تم کس وقت آ گئے تھے؟''

''میں پونے آٹھ بجے آ گیا تھا۔ نیچے چائے کا ایک کپ پینے کے بعد آٹھ بجنے سے پانچ منٹ پہلے اوپر آ گیا۔''

''وقت ضائع کرنے کے بجائے اپنی بات شروع کر دو۔ زیادہ دیر تک یک جا رہنا ہم دونوں کے لیے نقصان دہ ثابت ہو سکتا ہے۔''

وہ کسی شاپ یا ریستوران میں جانا چاہتا تھا مگر میں نے اس کی وہ فرمائش مسترد کر دی۔

''تم صرف ایڈی کی طرف سے بدظن ہو یا ہم سب کے خلاف ہو گئے ہو؟'' چند ثانیوں تک سوچنے کے انداز میں خاموش رہنے کے بعد وہ بولا۔

''تم سب سے بددل ہو گیا ہوتا تو اس وقت یہاں نظر نہ آتا'' میں نے سختی سے جواب دیا ''یہ تم نے کس قسم کی بات چھیڑ دی؟''

''یہ بہت اہم باتیں ہیں، تھوڑی دیر میں تمہیں بھی ان کی اہمیت کا اندازہ ہو جائے گا۔ میری گزارش ہے کہ اپنا دماغ ٹھنڈا رکھو اور میرے چند سوالوں کے جواب دے دو۔''

''مجھے اندازہ ہوتا کہ تم نے مجھے جرح کرنے کے لیے بلایا ہے تو میں اتنی آسانی سے یہاں نہ آتا۔ تم مجھ سے کیا پوچھنا چاہ رہے ہو؟''

''میں تمہارا ذہن پڑھ چکا ہوں کہ تم اپنے قول کے پکے ہو لیکن یہ رائے بھی قائم کی ہے کہ تم ایڈی سے خوش نہیں ہو۔''

''فون پر میں نے یہ بات کھل کر بتائی تھی۔ یہ تمہاری رائے نہیں، حقیقت ہے کہ میں اسے پسند نہیں کرتا۔ میں یہ سب باتیں تمہیں بتا چکا ہوں۔ تم میری زبان سے ان کا اعادہ کیوں کروانا چاہ رہے ہو، آخر تمہارا مقصد کیا ہے؟''

''بڑے کاموں میں ذاتی پسند اور ناپسند کو بالائے طاق رکھ دیا جاتا ہے۔ تم میرے ساتھ کیا ہوا وعدہ ضرور پورا کرو گے'' اس کا لہجہ تائید طلب تھا۔

''یہ بات بھی طے ہو چکی تھی، تم اسے دہرا رہے ہو۔''

''دہرانا ضروری تھا۔ اس وقت میں تمہیں امریکی فورسز کے خاص کمانڈو ٹروپ کی بایولوجیکل گن دینے والا ہوں جو ایک راز کا درجہ رکھتی ہے۔ یہ گن دشمنوں کی سرزمین پر تیز ترین کمانڈو ز ایکشن کے لیے ایجاد کی گئی ہے اور صرف دو مواقع پر کامیابی سے استعمال کی گئی۔ امریکی فورسز سے باہر تم پہلے عام شہری اور غیر ملکی ہو جسے یہ گن دی جائے گی۔ یہ تمہارے پاس میری امانت ہوگی، تم اسے ڈینی کے ساتھ واپس لوٹا دو گے۔''

بایولوجیکل گن کا ذکر سن کر میرا ماتھا ٹھنکا۔ کچھ عرصے سے اخبارات میں اس قسم کے ہتھیاروں کا ذکر آنے لگا تھا مگر میں نے نک پر کسی حیرت کا اظہار کیے بغیر بے رخی سے پوچھا ''تم اس کی تعریف میں بولے جا رہے ہو۔ یہ نہیں بتاتے کہ میرے پاس اس کا کیا مصرف ہوگا؟''

''یہ بہت مختصر اور خطرناک ہتھیار ہے۔ اختصار سے اسے بی گن کہا جاتا ہے۔ یہ میری جیب میں موجود ہے لیکن تم اندازہ نہیں لگا سکتے ہو گے کہ میرے پاس کوئی ہتھیار موجود ہے۔ اسے فائر کرنے سے ایک خطرناک گیس کی پتلی مقدار خارج ہوتی ہے۔ اس کیمیائی گیس کے ایک فائر سے ڈینی کے سارے اعصاب شل ہو جائیں گے۔ وہ سب کچھ دیکھے اور سنے گا، اپنے ہوش و حواس میں رہے گا لیکن زبان سمیت اپنے بدن کے کسی عضو کو جنبش نہیں دے سکے گا۔ دبلی جاتے ہوئے ایڈی یہ بی گن مجھے دینے کے لیے رکا تھا۔ واشنگٹن میں اس خبر نے خوشی اور سنسنی کی لہر دوڑا دی ہے کہ ڈینی ہمارے ہاتھ آنے والا ہے۔ وہ بھیڑیا اور خونی درندہ ہے۔ اس خطرناک آدمی کو

Downloaded from https://paksociety.com

اس کی مرضی کے خلاف کہیں لے جانا آسان نہیں ہوگا۔ تم اسے بی گن سے مفلوج کر کے میرے پاس لاؤ گے تاکہ اس کے فرار کا کوئی امکان باقی نہ رہے۔''

مہلک لیزر شعاعیں اگلنے والی بیم گن میری جیب میں تھی۔ بی گن وہ دینے والا تھا۔ کیمیائی ہتھیاروں کی تیاری اور استعمال پر دنیا بھر میں پابندی عائد تھی۔ امریکا ایسے ہتھیاروں کا سب سے بڑا مخالف تھا لیکن نک فخر کے ساتھ کوئی اور ہی کہانی سنا رہا تھا۔ وہ کیمیائی گن امریکی کمانڈوز کے زیر استعمال تھی، کسی بھی لمحے میرے پاس بھی آ سکتی تھی۔ اعصاب کو ناکارہ کر دینے والی زہریلی گیس پھینکنے والی وہ بی گن، نک کے بیان کے مطابق دو مواقع پر استعمال کی جا چکی تھی اور اس کے نتائج توقع کے عین مطابق برآمد ہوئے تھے۔ وہ ایک لرزہ خیز انکشاف تھا جو اس میدان میں امریکی منافقت کا مظہر تھا۔

نک نے اپنے کوٹ کی اندرونی جیب میں ہاتھ ڈالا اور سیاہ رنگ کے بھاری پلاسٹک کا ایک مستطیل نما آلہ نال کر میری طرف بڑھا دیا۔ اپنے سائز اور ساخت میں وہ گن ٹیلی وژن کے ریموٹ کنٹرول سے مشابہ تھی۔ فرق صرف اتنا تھا کہ اس پر کثرت سے بٹن نہیں لگے ہوئے تھے۔ اس کا نام بی گن تھا لیکن اس کی بناوٹ میں گن یا ہتھیار کا شائبہ تک نہیں تھا۔ میں نے اسے جیب میں رکھنے کے بجائے الٹ پلٹ کر دیکھنا شروع کر دیا۔

اس پر صرف دو بڑے بٹن لگے ہوئے تھے۔ ایک سبز اور دوسرا سرخ رنگ کا تھا۔ اس کے دوسرے سرے پر تین چھوٹے چھوٹے سوراخ تھے۔ بناوٹ سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہی اس گن کا اگلا حصہ تھا جس سے مہلک گیس کا اخراج ہوتا تھا۔

میں نے جائزہ لیتے ہوئے کسی بٹن کو چھیڑنے کی ہمت نہیں کی، مجھے خوف تھا کہ کہیں بٹن چھوتے ہی گیس نہ نکل پڑے۔

نک بی گن دینے کے بعد چند ثانیوں تک خاموشی اور دلچسپی سے میرا جائزہ لیتا رہا۔ پھر نپی تلی آواز میں بولا ''اس پر کسی ہتھیار کا شبہ نہیں ہوتا پھر بھی اسے جیب میں رکھ لو۔ یہ گن سو فیصد پلاسٹک سے بنائی گئی ہے۔ ہتھیاروں کا سراغ لگانے والی مشین یا میٹل ڈی ٹیکٹر اس کا سراغ نہیں لگا سکتے'' اس سے زیادہ چھیڑ چھاڑ کرنے کی غلطی نہ کرنا۔''

''یہ خود بہ خود تو نہیں چل پڑے گی'' میں نے بی گن کو اپنی جیب میں رکھتے ہوئے پوچھا۔

''اس وقت یہ لاک ہے۔ دو مرتبہ سرخ بٹن دبانے سے لاک کھل جاتا ہے سبز بٹن روشن ہو جاتا ہے۔ سبز بٹن دبانے سے گن فائر کرتی ہے۔ اس کی رینج پندرہ فٹ تک ہے۔ اس سے زیادہ فاصلے پر گیس کی دھاریں پھیلنے لگتی ہیں اور ان کے اثرات مرکوز رہنے کے بجائے پھیلنے لگتے ہیں۔''

''یہ ممنوع کیمیائی ہتھیار ہے اور خاصا خطرناک معلوم ہوتا ہے۔ اس گیس کے اعصابی اثرات کتنی دیر تک برقرار رہتے ہیں؟'' اس گن کے بارے میں کوئی تنقیدی بات کہنے کا ارادہ ملتوی کر کے میں نے اپنی معلومات بڑھانے کی کوشش کی۔

''کم از کم بیس گھنٹے'' اس نے وثوق سے کہا ''شکار اعصابی یا جسمانی طور پر کمزور ہو تو یہ مدت بڑھ جاتی ہے۔ ڈینی جیسے صحت مند اور چاق و چوبند آدمی کو یہ اعصابی گیس کم از کم بیس گھنٹوں کے لیے مفلوج کر دے گی۔''

''میں اس نادر تحفے کے لیے تمہارا ممنون ہوں لیکن میری دانست میں اس کی ضرورت نہیں تھی۔ ایسے کسی ہتھیار کے بغیر ڈینی کو بے بس یا بے ہوش کیا جا سکتا تھا۔ اس کے معاملے میں تم لوگ ضرورت سے زیادہ حساس اور جذباتی ہو رہے ہو۔''

''ہم دونوں میدان میں ہیں اور پورے حالات سے واقف ہیں۔ میری رائے بھی یہی تھی کہ ہمیں بی گن وغیرہ کو سامنے لانے کی ضرورت نہیں ہے لیکن سوبھراج کی قید سے ویرا کے فرار کی کہانی سننے کے بعد افسرانِ بالا خائف ہو گئے ہیں۔ انہیں ڈر ہے کہ غیر معمولی حفاظتی تدابیر اختیار نہ کی گئیں تو ڈینی ہم سب کو جل دے کر آخری لمحات پر غائب ہو جائے گا۔ دور بیٹھے ہوئے لوگوں کے اندازے غیر تحقیقی اور انتہا پسندانہ ہوتے ہیں۔ یہ اوپر کی ہدایات ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ کوئی خطرہ مول لینے کے بجائے ضرورت سے زیادہ احتیاطی تدابیر اختیار کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور ہاں، یہ تحفہ نہیں ہے۔ ڈینی کے ساتھ تم یہ امانت بھی لوٹا دو گے۔ اسے عارضی طور پر تمہارے تصرف میں دیا گیا ہے۔''

''ڈینی ہم جیسا انسان ہے، کوئی آسیب نہیں ہے جو اس کے لیے ایسے اقدامات کیے جا رہے ہیں۔ وہ کئی دن سے ایک عام قیدی کی طرح میری تحویل میں ہے اور کہیں فرار نہیں ہو سکا۔ تم لوگ کچھ ڈرامائی مزاج کے مالک ہو۔ ان حرکتوں سے تم اپنے مجرم کو بھی ایک ناقابل تسخیر ہیرو بنا دیتے ہو۔''

''تم کو ماننا پڑے گا کہ ڈینی کوئی عام مجرم نہیں ہے۔ اس نے کئی برس سے ہم سب کو نچ کیا ہوا ہے۔ وہ کہیں نظر آتا ہے اور پھر چھلاوے کی طرح غائب ہو جاتا ہے۔ اب تم کو مان لینا چاہئے کہ تم لوگوں کی پشت پناہی نے اسے بہت دلیر اور بے خوف بنا دیا ہے۔''

Downloaded From https://paksociety.com

''وہ کتنا ہی نڈر ہو چکا ہو، اس وقت میرا قیدی ہے۔''

''اختلاف کی بنا پر تم اس کی تضحیک کر رہے ہو۔ اگر تم شروع سے اس کے دشمن ہوتے تو شاید وہ تمہارے قریب بھی نہ پھٹکتا۔ مجھے پورا یقین ہے کہ وہ تم پر بھروسا کرنے کی وجہ سے تمہارے چنگل میں پھنسا ہوگا۔ پیچھا کر کے اسے پکڑنا اتنا آسان نہیں تھا۔ میں اس قسم کے مجرموں کی نفسیات سے اچھی طرح واقف ہوں۔ ان کی چھٹی حس خطرات کو پہلے سے سونگھ لیتی ہے اور آڑے وقت میں وہ اپنے سایے پر بھی بھروسا نہیں کرتے۔''

''چند روز کی بات ہے پھر تم دل کھول کر اس پر ریسرچ کر لینا۔ میں نے ماضی میں اسے تحفظ ضرور فراہم کیا ہے لیکن میں اسے کوئی غیر معمولی آدمی تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہوں۔ چیونٹی کو توپ کے گولے سے بھی اڑایا جا سکتا ہے مگر بہتر یہی ہے کہ اسے، اسی کی اوقات کے مطابق ایڑی سے مسل دیا جائے۔''

میری طرف سے ڈینی کے لیے بے رخی اور تنفر کا وہ اظہار ضروری تھا تاکہ نک کے ذہن میں یہ بات راسخ ہو سکے کہ میں بھی اس کے حریف کا بدترین دشمن تھا۔ اس ڈیل کے بارے میں بی گن کے عارضی انعام تک ان کا اعتماد جیت کر میں نے اپنے منصوبے میں آدھی کامیابی حاصل کر لی تھی۔ بقیہ کامیابی سوبھراج کی واپسی کی صورت میں حاصل ہونے والی تھی۔ جب تک وہ پاکستان نہیں آ جاتا تھا، نک اور کرنل داور کے درمیان اعتماد اور مفاہمت کا رشتہ بحال رہنا ناگزیر تھا۔

''مجھے تم سے پورا اتفاق ہے'' نک نے میری تائید کی ''میں نے یہ بات ایڈی کو بھی سمجھانی چاہی تھی، ایمانداری کی بات یہ ہے کہ میں بی گن جیسا خفیہ ہتھیار تمہارے سپرد کرنے کے حق میں نہیں تھا لیکن وہ مصر رہا۔ وہ امریکا میں جو کچھ طے کر کے آیا تھا، اس کے لیے اس پر عمل کرنا ضروری تھا۔''

''یہ غیر ضروری مشق تھی جو بہرحال اب پوری ہو گئی'' میں نے سرد مہری سے کہا۔

''اب تمہیں اندازہ ہو گیا ہوگا کہ میری اور تمہاری یہ ملاقات کیوں ضروری تھی؟ میں فون پر بی گن تم تک نہیں پہنچا سکتا تھا۔''

''تم نے غیر ضروری تجسس انگیزی سے کام لیا۔ تم کو بتا دینا چاہئے تھا کہ تم کوئی چیز مجھے دینا چاہ رہے ہو۔''

''گن کی سپردگی مشروط تھی۔ میں اِتمامِ حجت کے طور پر ایک مرتبہ پھر یہ جاننا چاہتا تھا کہ تم ہمارے ساتھ کہاں تک مخلص ہو۔ اگر تم اس وقت کوئی غیر یقینی یا اشتباہ آمیز بات کرتے تو میں خاموشی سے گن واپس لے جاتا۔ تمہارے ذہن کو اچھی طرح پڑھے بغیر میں گن کا ذکر نہیں کر سکتا تھا۔''

• ''یہ تمہارا اپنا فیصلہ ہوتا یا اس بارے میں بھی تمہیں کوئی ہدایت دی گئی تھی؟''

''نو!'' اس نے اپنا سر ہلاتے ہوئے کہا ''یہ ہمارے اندرونی معاملات ہیں۔ تمہیں ان سے کوئی سروکار نہیں ہونا چاہئے۔''

''اس سے پہلے تم کئی ایسی باتوں کا ذکر کر چکے ہو جو تمہارے اندرونی معاملات کے زمرے میں آتی ہیں۔''

''تم ایسی ایک بھی مثال نہیں دے سکتے۔ میں نے ضرورت کے تحت تم سے صرف وہ باتیں کی ہیں جن کا ہم سے مشترک تعلق ہے۔''

میں نے لحہ بھر کے لیے غور کیا اور فوری طور پر کوئی مثال میرے ذہن میں نہیں آ سکی۔ اس کی ڈھیلی ڈھالی باتوں سے یہ تاثر ملتا تھا کہ وہ بہک رہا ہے لیکن درحقیقت ایسا نہیں تھا۔ مجھے گھیرنے کے لیے وہ دانستہ ایسا انداز اختیار کر رہا تھا۔

اس وقت تک اس نے اپنی جانب سے چپ کا کوئی ذکر نہیں کیا تھا۔ میں نے ایک دو مرتبہ وہ ذکر نکالنے کا ارادہ کیا مگر پھر ملتوی کر دیا۔ میں نک کے ساتھ پائی ہوئی مفاہمانہ فضا کو کسی بھی قیمت پر بگاڑنا نہیں چاہتا تھا۔

ابتدائی طور پر ایڈی کے کراچی میں مختصر قیام کے بارے میں میرے ذہن میں خاصے شکوک و شبہات تھے جن میں سب سے قوی نکتہ یہ تھا کہ اسے کرنل داور کے کردار پر شبہ ہو چکا تھا اور وہ مجھ سے ذاتی طور پر مل کر کسی حتمی نتیجے پر پہنچنا چاہتا تھا مگر اس ملاقات میں وہ بات صاف ہو گئی تھی۔

ڈینی والی ڈیل کوئی پرانی بات نہیں تھی۔ کرنل داور کی طرف سے اس پیشکش بلکہ صحیح ترین الفاظ میں نک کی تجویز پر کرنل کی رضامندی کی خبر امریکا میں بیٹھے ہوئے اعلیٰ حکام کے لیے بڑی حد تک سنسنی خیز اور دل خوش کن ثابت ہوئی تھی اور انہوں نے اس منصوبے کی تکمیل کے مختلف پہلوؤں پر غور کرنا شروع کر دیا تھا۔

وہ ڈینی کے ماضی سے خوف زدہ تھے۔ اسے نہ جانے کیا کچھ سمجھتے تھے۔ ان کی دانست میں ڈینی آسانی سے زیر ہونے والا نہیں تھا۔ اپنے اس غیر معمولی حریف کو پوری احتیاط سے اپنی تحویل میں لے کر امریکا لانے کے لیے ہر امکانی تدبیر کا اختیار کیا جانا ضروری تھا۔ انہوں نے ایڈی کو بی گن کے ساتھ پاکستان روانہ کر دیا۔

وہ کراچی میں اپنے مختصر قیام کے دوران میں وہ گن نک

Downloaded from https://paksociety.com

کے حوالے کرتا ہوا دہلی کی طرف نکل جاتا۔ کسی کو کانوں کان بھی علم نہ ہوتا کہ وہ لوگ کرنل داور کی تحویل سے ڈینی کے حصول کے لیے کیا تیاریاں کررہے تھے۔

ایڈی کراچی میں رکا تو اس کے پاس چند گھنٹے کی مہلت تھی اور نک کو گن دینے کے بعد بچنے والے وقت کا کوئی مصرف اس کے سامنے نہیں تھا۔ اس نے مجھ سے ملنے کی کوشش کی اور اس میں کامیاب ہوگیا۔ پہلی ملاقات میں اس نے دانستہ گن کا کوئی ذکر نہیں چھیڑا۔ بی گن میرے ہاتھ میں دینے سے پہلے وہ اپنا اطمینان کرنا چاہتا تھا۔

وہ یہ توقع نہیں کرسکتا تھا کہ کرنل داور از خود اسے اپنی کسی کمزوری یا بدنیتی سے آگاہ کردے گا۔ ایڈی کو جو کچھ کرنا تھا، اپنے طور پر اور خفیہ انداز میں کرنا تھا۔ اس نے عجلت میں چپ سے کام لینے کا فیصلہ کیا اور خاصے بے ڈھنگے طریقے سے چپ میری جیب میں پہنچانے میں کامیاب ہوگیا۔

اپنے مختصر قیام میں وہ کرنل داور پر زیادہ وقت صرف نہیں کرسکتا تھا۔ اپنے مانیٹرنگ سسٹم کے ذریعے اسے یہ جان کر اطمینان ہوا کہ اس سے ملنے کے بعد کرنل داور نے ایس ٹی ایف کے مقامی مرکز کا رخ کیا تھا۔ وہ یقینی طور پر یہ توقع کررہا ہوگا کہ کرنل داور اس سے ملاقات کرنے کے بعد اپنے اس ٹھکانے کی طرف جائے گا جہاں اس نے ڈینی کو قید کیا ہوا تھا۔ اپنے مانیٹر پر اسے ڈینی کے قید خانے کی پوزیشن کا علم ہوجاتا تو اس کے جانے کے بعد نک اس ٹھکانے کی نگرانی کرکے مزید معلومات جمع کرسکتا تھا۔

نئے ٹھکانے کے سراغ کے بارے میں اسے مایوسی کا سامنا کرنا پڑا۔ چپ مسلسل اسٹیشن فور کی نشاندہی کرتی رہی تو ایڈی نے رات گئے دوبارہ مجھ سے رابطہ کیا۔ اس وقت تک تفصیلات میرے سامنے نہیں تھیں۔ میں نے سرد مہری کے ساتھ اس سے دوسری ملاقات کرنے سے انکار کردیا۔

وہ تیزی سے فیصلہ کرنے والا متلون مزاج آدمی تھا۔ کچھ نہیں کہا جاسکتا تھا کہ دوسری ملاقات میں میرے ساتھ کیا حرکت کر بیٹھے۔ وہ معاملہ ٹل گیا۔

نک سے گن مل جانے کے بعد مجھے اندازہ ہورہا تھا کہ شاید ایڈی اسی فرض سے سبک دوش ہونے کے لیے مجھ سے دوبارہ ملنا چاہ رہا تھا، نک کی طرح وہ بھی مجھے پہلے سے کچھ نہیں بتانا چاہتا تھا اور میں اس کی طرف سے بھڑکا ہوا تھا۔ اگر میں رات کو اس سے مل لیتا تو شاید نک کے ساتھ شیرٹن میں ملاقات کی ضرورت پیش نہ آتی۔ ایڈی کے ہاتھوں بی گن مجھے مل گئی ہوتی۔

میرے انکار اور ملاقات کے التوا سے کوئی فرق نہیں پڑا تھا۔ ہونے والے کام میں کچھ تاخیر ہوگئی تھی، جس کا مجھے کوئی ملال نہیں تھا۔

''میں تمہیں کوئی بات بتانے پر مجبور نہیں کرسکتا'' میں نے اس سے کہا ''اپنے معاملات اور مسائل کو تم مجھ سے زیادہ سمجھتے ہو۔''

''اب تم کو ذہنی طور پر پوری طرح تیار رہنا چاہئے۔ میری سر توڑ کوشش یہ ہے کہ میری یہاں سے روانگی سے پہلے ڈینی کا معاملہ میرے ہاتھوں نمٹ جائے۔ مجھے کسی بھی وقت کامیابی ہوسکتی ہے۔ تمہاری طرف سے دیر نہیں ہونی چاہئے۔''

''تمہاری گن مل جانے کے بعد زیادہ دیر نہیں لگے گی۔ میں اکیلا ہی ڈینی کو سنبھال لوں گا'' میں نے اسے سبز باغ دکھایا ''ڈینی کے ہمدردوں کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ اس کے معاملے میں، میں کسی بھی بھروسا نہیں کرسکتا۔ میرے علاوہ کسی کو اس راز کا علم نہیں ہے۔ حد یہ ہے کہ میں ہی اس کی ضروریات کا خیال رکھ رہا ہوں۔''

''سوبھراج آجائے تو تمہیں اس عذاب سے نجات مل جائے گی'' نک نے میرے شانے پر تھپکی دے کر تیکھی آواز میں کہا ''بس تھوڑا سا کٹھن وقت اور گزار لو۔ تمہیں تمہاری محنت کا صلہ مل جائے گا۔ یہ بہت اچھی بات ہے کہ تم نے اپنے راز میں کسی اور کو شریک نہیں کیا۔''

انسان کی فطرت بہت عجیب ہے۔ وہ عام حالات میں بہت ذہین، چالاک اور معاملہ فہم ہوتا ہے لیکن جب اسے اپنی کوئی دلی آرزو برآنے کی امید ہوتی ہے تو وہ بڑی حد تک عقل وشعور کو پس پشت ڈال کر ہر اس بات پر اعتبار کرنا شروع کردیتا ہے جو اس کے مفاد میں ہو۔ اپنا مقصد پالینے کی امید میں وہ بہت بے پروائی سے منفی نکات کو یکسر نظرانداز کردیتا ہے اور خوش گمانی کی تصوراتی جنت میں رہنا شروع کردیتا ہے۔

نک بھی اس وقت کم وبیش اسی کیفیت سے دوچار تھا۔ وہ میری ہر بات پر نکتہ چینی کرسکتا تھا، دو چار اعتراض کرسکتا تھا لیکن ڈینی کو حاصل کرنے کی خوش فہمی میں اس نے ایسے پہلوؤں کو نظرانداز کیا ہوا تھا۔ وہ میری ہر بات پر یقین کرتا چلا جارہا تھا۔ میں اسے بے وقوف بنا رہا تھا اور وہ بن رہا تھا۔ اسے سامنے کے حقائق سے سروکار تھا جو اس کی توقعات اور امیدوں کے عین مطابق تھے۔ ان کے پس منظر میں کارفرما عوامل کو اس نے لاشعوری طور پر بھلا دیا تھا۔

''میں نے کوئی صلہ پانے کی امید میں اسے نہیں پکڑا۔

Downloaded from https://paksociety.com

مجھے اس کی خودسری شاق گزرنے لگی تھی۔ تم اس کے بارے میں بات نہ نکالتے تو شاید اس کا انجام برا ہوتا۔''

''فکر نہ کرو۔ اس کا انجام اب بھی برا بلکہ بہت برا ہوگا۔ بس تمہیں اس کے ساتھیوں کی طرف سے ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے۔'' اس نے مجھے تسلی دینے والے لہجے میں کہا ''ڈینی کی اچانک روپوشی نے انہیں تشویش میں ڈالا ہوا ہوگا۔''

''وہ ان باتوں کے عادی ہیں۔ اپنے چکروں میں وہ کئی کئی دنوں کے لیے گھر سے غائب ہوتا رہا ہے۔ انہیں اطمینان ہوگا کہ اپنا کام پورا کر کے وہ ان کے درمیان لوٹ آئے گا۔ روپوشی طول پکڑ گئی تو وہ ضرور فکرمند ہوں گے۔''

''اس سے پہلے ہی ہر طرف شور مچ چکا ہوگا کہ ایف بی آئی نے کراچی سے ڈینی کو پکڑ لیا۔''

''او کے نک!'' میں نے اپنی جگہ چھوڑ کر اس طرف ہاتھ بڑھا دیا ''میں تمہارے پیغام اور سوبھراج کی واپسی کی خبر کا منتظر رہوں گا۔''

''تم چلو۔ میں بعد میں جاؤں گا۔ ہمارا ہوٹل سے ایک ساتھ باہر نکلنا مناسب نہیں ہوگا۔'' اس نے اٹھ کر مجھ سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔

میں اسے الوداع کہہ کر زینوں سے اترا تو میرے اعتماد میں بے پناہ اضافہ ہو چکا تھا۔ نک نے بی گن میرے سپرد کر کے یہ ثابت کر دیا تھا کہ اس وقت تک ان لوگوں کے ساتھ میری حکمت عملی بہت کامیاب جا رہی تھی۔ وہ مکمل طور پر، کرنل داور کے پھیلائے ہوئے سحر انگیز طلسم میں گرفتار ہو چکے تھے۔

میں ہوٹل سے نکلا تو پورچ میں ایک ٹیکسی سے نوجوان غیر ملکی جوڑا اتر رہا تھا۔ ان دونوں کے اترتے ہی میں ٹیکسی کی پچھلی نشست پر سوار ہوا اور ڈرائیور کو نرسری چلنے کی ہدایت کر دی۔

مجھے نک کی طرف سے اپنی نگرانی کا کوئی اندیشہ نہیں تھا۔ وہ لوگ ان روایتی طریقوں پر عمل کرنے کے وسائل رکھتے تو ایڈی کو ایک بڑا خطرہ مول لے کر میری جیب میں چپ ڈالنے کی ضرورت پیش نہ آتی لیکن پھر بھی میں کوئی خطرہ مول لینے کے لیے تیار نہیں تھا۔

ٹیکسی میں ہوٹل سے براہ راست گھر جانے کے بجائے نرسری اتر کر وہاں سے دوسری ٹیکسی لینا زیادہ محفوظ تھا۔

اس وقت دھیرے دھیرے کھیل سمٹ رہا تھا۔ جلال اور نک کی طرف سے آنے والی خبروں میں کوئی تضاد نہیں تھا۔ ان کی فراہم کی ہوئی اطلاعات کی ہم آہنگی بتا رہی تھی کہ اگلے چوبیس گھنٹے گزرنے سے پہلے سوبھراج پاکستان واپس آ کر چوہے دان میں پھنس چکا ہوگا۔ اس نازک مرحلے پر میری کوئی بھی کوتاہی ناقابل تلافی نقصان کا سبب بن سکتی تھی۔

میں گھر پہنچا تو اول خان کی گاڑی پہلے سے گھر کے باہر موجود تھی۔ وہ اپنی تیز رفتار گاڑی میں ہوٹل سے سیدھا اسی طرف چلا آیا تھا۔

میں ہنستا ہوا اندر داخل ہوا تو اول خان اپنی اصل شکل و صورت میں آ چکا تھا۔ مصنوعی مونچھیں غائب ہو چکی تھیں اور پھولے ہوئے تھنے اپنی جگہ پر آ چکے تھے۔

''تم نے کمال کا ریڈی میڈ میک اپ کیا تھا۔ سرسری نظروں سے تمہیں پہچاننا مشکل تھا۔'' میں نے بیٹھتے ہوئے کہا۔

''تم دیکھ رہے ہو کہ اس وقت میں قمیص شلوار میں ملبوس ہوں۔ ان تبدیلیوں کے بغیر میں تمہاری ہدایت پر عمل نہیں کر سکتا تھا۔ نک ایک نظر میں مجھے پہچان لیتا اور تمہارے سارے کیے کرائے پر ایک سیکنڈ میں پانی پھر جاتا۔''

''اپنی الجھنوں میں یہ بات میرے ذہن سے نکل گئی تھی کہ نک تمہیں قریب سے دیکھ چکا ہے۔ دوبارہ سامنا ہوا تو تمہیں پہچان لے گا۔''

''میں نہیں بھولا تھا لیکن تم کو یاد دلانا مناسب نہیں سمجھا۔'' ''یاد دلانا زیادہ بہتر ہوتا۔ اس کام کے لیے تم کسی اور کو بھی بھیج سکتے تھے۔ یہ صرف احتیاطی اقدام تھا۔''

''دودھ کا جلا چھاچھ بھی پھونک کر پیتا ہے۔'' ویرا نے ہلکا سا قہقہہ لگا کر کہا ''کل ایڈی نے تھوڑی دیر کے لیے تمہاری طبیعت صاف کر دی تھی۔''

''وہ اُلو کا پٹھا ہے۔'' میں نے بے ساختہ کہا ''بات بگڑتی تو وہ میرے ہاتھوں بے موت مارا جاتا۔''

''ہوں.....اوں!'' ویرا نے تضحیک آمیز انداز میں ہنکارا بھرا ''یہ کیا کہہ رہے ہو۔ تم شاید جلال کی باتیں بھول گئے۔ سارے امریکی روئے زمین پر بھنگنے والی مقدس گائیں ہیں۔ انہیں مارنا یا ستانا کارِ عذاب ہے۔ بھول جاؤ کہ اب تم کسی امریکی کو مار سکو گے۔''

''اپنے منہ آنے والوں کو معاف نہیں کیا جا سکتا۔'' سلطان شاہ نے سنجیدگی سے کہا ''ہم گایوں کو پوجنے والے نہیں ہیں، ان کا قیمہ شوق سے کھاتے ہیں۔''

''نک آپ سے کیوں ملنا چاہ رہا تھا؟'' غزالہ نے سوال کیا۔ ویرا کے برعکس وہ بھی سنجیدہ تھی اور اس کی آنکھوں سے تجسس جھانک رہا تھا۔

Downloaded from https://paksociety.com

''کوئی نصیحت نامہ سنانا چاہ رہا ہوگا!'' ویرا نے مجھ سے مخاطب ہوکر تائید طلب لہجے میں کہا۔

میں نے خاموشی سے نک کی دی ہوئی بی گن اپنی جیب سے نکال کر میز پر رکھ دی۔

''میں نے اسے کوئی چیز اپنی جیب سے نکال کر تمہیں دیتے ہوئے دیکھا تھا۔ یہ کیا ہے؟'' اول خان نے ذرا چونک کر کہا۔

کسی اور کے بڑھنے سے پہلے ویرا لپک کر وہ گن اٹھا چکی تھی اور اسے اپنے ہاتھوں میں تولتے ہوئے کہہ رہی تھی ''یہ ڈبا خاصا بھاری ہے۔ کوئی وائرلیس ٹرانسمٹر معلوم ہوتا ہے۔ اس کی بناوٹ کچھ نامانوس سی لگ رہی ہے۔''

''یہ اعصاب کو مفلوج کرنے والی کیمیائی گیس خارج کرنے والی گن ہے۔'' میں نے انہیں آگاہ کیا۔

''یہ کیمیکل گن تمہیں کیوں دی گئی ہے؟'' ویرا نے گن کا جائزہ لیتے ہوئے سوال کیا۔

''ڈینی کو اسی سے مفلوج کرکے نک کے پاس لے جانا ہے۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''ان سب کو ایک قطار میں کھڑا کرکے گولیوں سے اڑا دینا چاہیے۔'' ویرا شوخی سے بولی ''پتا نہیں تم نے انہیں کیا گھول کر پلایا ہے کہ وہ تمہاری ہر بات پر ایمان لا رہے ہیں اور تمہیں اپنا سب سے بڑا ہمدرد سمجھ بیٹھے ہیں۔''

''تم میں اور ڈینی میں یہی فرق ہے۔ تم انٹرویو لینے گئی تھیں تو سوبھراج نے تمہیں گروی رکھ لیا تھا۔'' سلطان شاہ بولا ''لاؤ! ذرا یہ گن مجھے دے دو۔ میں بھی دیکھوں کہ یہ کیا بلا ہے۔ میں اپنی زندگی میں پہلا کیمیائی ہتھیار دیکھ رہا ہوں۔''

''تم نے ابھی دیکھا ہی کیا ہے۔ چار برس کے بچے ہو نا!'' ویرا نے طنز کرتے ہوئے گن اسے تھمادی۔

وہ باری باری گن کا جائزہ لیتے رہے اور میں نے اس کے بارے میں نک سے حاصل کی ہوئی معلومات کا خلاصہ انہیں سنادیا۔

''گن کا امتحان لینا چاہیے۔ اس کے لیے کوئی بلی مناسب رہے گی۔'' سلطان شاہ نے سنجیدگی سے کہا۔

ویرا اس تجویز پر کھلکھلا کر ہنس پڑی اور بولی ''بل..... لی! جانتے ہو کہ بلی پکڑنے کے چکر میں ایک پادری لہولہان ہوگیا تھا۔ بلی پکڑنا آسان کام نہیں ہے۔''

''تم نے پھر پادری کا ذکر کیا!'' میں نے ویرا کو گھورتے ہوئے کہا۔

''میں کسی کی تضحیک نہیں کر رہی۔ ایک واقعہ ہے۔ بلی کے بارے میں اپنے ایک معتقد کا اعتراف سن کر پادری کو بھی.....''

''خاموش رہو!'' میں نے اسے دوبارہ آنکھیں دکھائیں ''میں اس وقت کوئی بیہودہ بات سننے کے موڈ میں نہیں ہوں۔''

''تو نہ سنو لیکن یہ بتادوں کہ تمہارے تجربے کے لیے بلی ملنی محال ہے۔''

''بلی ضروری نہیں ہے۔ تجربہ کسی بھی جان دار پر کیا جاسکتا ہے۔'' غزالہ نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے سادگی سے متبادل تجویز پیش کردی۔

''یہاں ہم پانچوں کے سوا صرف دو جان دار ہیں جو اوپر آرام کر رہے ہوں گے۔ آٹھواں جان دار کہاں سے لاؤ گی۔'' ویرا نے اس سے پوچھا۔

''یہ کام وہی دونوں کریں گے۔'' اول خان نے تیزی سے اپنی جگہ چھوڑی اور باہر نکل گیا۔ سلطان شاہ کی تجویز نے اس سمیت ہر ایک کو متاثر کیا تھا۔ اس گن کو کہیں بھی استعمال کرنے سے پہلے اس کے اثرات کا تجربہ کرنا ضروری تھا۔

''تم نک کی باتوں پر بھروسا کر رہے ہو اور مجھے اس گن پر شک ہے۔'' اول خان کے چلے جانے کے بعد ویرا نے کہا۔

''شک ہے تو وہ ذرا سی دیر میں دور ہوجائے گا۔'' غزالہ بولی۔

''اس سے اعصاب کو مفلوج کرنے والی گیس بھی خارج ہوتی ہوگی۔ میں دوسری بات کر رہی ہوں.....''

''دوسری نہیں، تم چاہو تو تیسری اور چوتھی بات بھی کرسکتی ہو۔'' سلطان شاہ نے اس کی بات کاٹ کر کہا ''لیکن ذرا جلدی کہو۔ کیا کہنا چاہتی ہو۔''

''نک نے اس گن کے خواص بہت بڑھا چڑھا کر بیان کیے ہیں۔ ڈینی کا ذہن ان سے متاثر معلوم ہو رہا ہے۔''

''ایک جدید ترین ہتھیار سے مجھے متاثر ہونا چاہیے تھا۔'' میں نے کہا۔

''تم نے یہ باتیں خاص طور پر دہرائی ہیں کہ یہ بی گن امریکی فوج کے خفیہ ہتھیاروں میں شامل ہے۔ ان کے کمانڈوز نے صرف دو مہمات میں اسے استعمال کیا ہے۔ تم نے یہ غور کرنے کی زحمت نہیں کی کہ نک کو یہ ساری باتیں تم کو بتانے کا کیا مقصد تھا۔''

''ہم دونوں کے درمیان دوستی کی فضا استوار ہوچکی ہے۔ اسے جو کچھ معلوم تھا وہ اس نے بتادیا۔''

''ایف بی آئی کا فوج سے کیا واسطہ؟ ایک اہم اور خفیہ

Downloaded from https://paksociety.com

ہتھیار کے بارے میں نک کو بیٹھے بٹھائے کہاں سے معلومات حاصل ہوگئیں۔''

''سراغ رسانی کے اداروں کے اپنے ذرائع ہوتے ہیں۔اس نے کسی طرح کچھ جان لیا ہوگا۔''

اسی وقت اول خان کسی جانور کی فراہمی کے بارے میں اپنے آدمیوں کو ہدایت دے کر لوٹ آیا۔

''تم مانو یا نہ مانو۔ میرا اندازہ ہے کہ کل تک نک کے فرشتوں کو بھی بی گن کے بارے میں کچھ معلوم نہیں تھا۔اس نے تمہیں وہ سبق سنایا ہے جو ایڈی نے اسے رٹایا تھا۔ایڈی نے اسے حکم دیا ہوگا کہ نک گن دینے کے ساتھ ساتھ وہ تمام باتیں تمہیں سنا دے تاکہ تمہارے ذہن میں گن کی اہمیت جاگزیں ہوجائے اور تم اسے سینے سے لگا کر ہر وقت ساتھ لیے پھرتے رہو۔ وہ دونوں اپنے اس مقصد میں کامیاب ہوگئے۔''

ویرا کے ان فقروں سے اول خان کے لیے بات کو سمجھنا دشوار نہیں رہا تھا۔اس نے حیرت سے کہا''ان باتوں سے تم کیا ثابت کرنا چاہ رہی ہو۔''

''ایف بی آئی والے ڈفر نہیں ہیں۔وہ جونک بن کر کرنل داور کی راہ پر لگے ہوئے ہیں۔ڈینی کو بے بس کرنے کے ہزار طریقے ہوسکتے تھے۔اسے بے ہوش کیا جاسکتا تھا۔اس کے لیے امریکا سے خاص طور پر ایک گن کراچی بھجوانے کی کیا ضرورت تھی۔''

''اور وہ گن بھی ایسی ہے جو خود ایف بی آئی والوں کے استعمال میں نہیں ہے۔''اس مرتبہ سلطان شاہ ویرا کا ہم خیال نظر آیا تھا۔

میں خود بھی اس بارے میں مطمئن نہیں تھا۔میں نے نک سے کئی سوال کیے تھے۔اس نے اپنے ایک ہی جواب سے میرے سب سوالوں کو نمٹا دیا تھا کہ امریکا میں بیٹھے ہوئے افسران ڈینی کو ضرورت سے زیادہ اہمیت دے رہے تھے اور اس کے بارے میں کوئی خطرہ مول لینے کے لیے تیار نہیں تھے۔

اس وقت وہ بات وہیں ختم ہوگئی تھی لیکن ویرا نے اپنی باتوں سے میرے شبہات دوبارہ تازہ کردیئے تھے۔میں نے نرم اور مصالحانہ لہجے میں ویرا سے کہا''تمہاری باتیں بے بنیاد نہیں ہیں۔یہ بتاؤ کہ نک کی دی ہوئی گن کے بارے میں تم کیا سوچ رہی ہو۔''

''کل ایڈی نے چپکے سے تمہاری جیب میں چپ ڈالی تھی۔''اس نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا''آج نک نے تمہیں یہ گن تھما دی۔اس میں کچھ بھی پوشیدہ ہوسکتا ہے۔''

''یہ ٹھوس پلاسٹک نہیں ہے۔گن کی کسی خالی جگہ میں چپ چپکی ہوئی ہوسکتی ہے۔''غزالہ نے خدشہ ظاہر کیا۔

''یہ بدنیت لوگ ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ اس میں ریموٹ کنٹرول سے کام کرنے والا کوئی ایسا خفیہ سرکٹ موجود ہو جو نک کے ایک اشارے سے اس گن کو تباہ کردے.....!''

''اوہ خدا!''اول خان کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں ''تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔ یہ گن تباہ ہوگی تو اس میں محفوظ ساری گیس کرنل داور کے تنفس کے ذریعے اس کے جسم میں پھیل جائے گی۔ ایسی زہریلی گیسیں زیادہ مقدار میں استعمال کی جائیں تو مہلک ثابت ہوتی ہیں۔''

''چپ کی موجودگی کا سراغ کیسے ملے گا؟''سلطان شاہ نے پوچھا۔

''یہ آسان کام ہے۔''اول خان نے اسے اطمینان دلایا ''اسٹیشن فور پر میرا آدمی اپنے اپریٹس سے چیک کرکے ذرا سی دیر میں اس کا پتا چلالے گا۔وہ اپریٹس آسانی سے الیکٹرانک سگنل کا سراغ لگالیتا ہے۔سرکٹ کے بارے میں مجھے معلوم کرنا پڑے گا کہ کیا ہوسکتا ہے۔''

''آپ اپنی دانست میں انہیں بے وقوف بنا رہے ہیں اور وہ آپ کو گھیرنے کے چکر میں لگے ہوئے ہیں۔ یہ یک طرفہ مقابلہ نہیں ہے۔ وہ اپنی جگہ پر چوکنے ہیں۔''غزالہ پُر تشویش لہجے میں بولی''اب وہ ہر صورت میں آپ پر نظر رکھنے کی کوشش کررہے ہیں۔میری سمجھ میں نہیں آرہا کہ اس کشمکش کا کیا انجام ہوگا۔''

''نک کے ارادے بھیانک نظر آرہے ہیں۔ہوسکتا ہے کہ وہ ڈینی کو اپنی تحویل میں لینے کے بعد کرنل داور کو ختم کرنے کا فیصلہ کرچکا ہو۔''ویرا نے بے رحمانہ صاف گوئی سے کام لیتے ہوئے کہا''جب تک ڈینی ان کے ہاتھ میں نہیں آتا، کرنل داور محفوظ رہے گا۔''

''یہ گن تم اپنے ساتھ لے جاؤ۔''میں نے اول خان سے کہا''اسے دیکھو کہ اس میں کیا ہے اور اسے اسٹیشن فور پر ہی پڑا رہنے دو۔ہمیں اس مشتبہ ہتھیار کو خود سے دور رکھنا چاہیے۔ پتا نہیں کب نک کے دماغ میں فتور آجائے۔''

''اسے لے جانے سے پہلے یہ ضرور دیکھ لو کہ اس میں موجود گیس کے اثرات کیا ہیں۔''سلطان شاہ نے مشورہ دیا۔

ابرار شاید سلطان شاہ کے اس مشورے کا انتظار کررہا تھا۔وہ اپنی بغل میں ایک غراتی ہوئی بلی کو دبائے ڈرائنگ روم میں آگیا۔

Downloaded from https://paksociety.com

ایس ٹی ایف والے عجیب جنّاتی خواص کے مالک تھے۔ انکار اور ناکامی کے الفاظ ان کی لغت سے خارج تھے۔ ان سے جو کچھ کہا جاتا تھا اس پر بہت سرعت سے عمل کیا جاتا تھا۔ میں ویرا کی اس رائے سے متفق تھا کہ بلی پکڑنا آسان کام نہیں تھا لیکن ابرار نے ذرا سی دیر میں وہ مشکل کام بھی کر دکھایا تھا۔

بلی بہت صحت مند اور جارح تھی۔ ابرار کو اس کے سر اور پنجوں کو قابو میں رکھنے میں خاصی دشواری پیش آ رہی تھی۔ بلی اس کی گود میں رہتی تو اندیشہ تھا گیس ابرار کو بھی متاثر کرے گی۔ اس کے پیر باندھ کر اسے ایک طرف ڈال دیا گیا۔ سب کی توجہ نئے تجربے پر مرکوز ہو چکی تھی۔

نک کے بتائے ہوئے طریقے پر عمل کرنے کے نتیجے میں سبز بٹن روشن ہوا اور میں نے چیختی چلاتی ہوئی بلی کے رخ پر گیس فائر کر دی۔ وہ گیس بے رنگ اور بے بو تھی۔ فضا میں کچھ نظر نہیں آیا۔ گن میں شوں کی ایک ہلکی سی آواز پیدا ہوئی جس سے اندازہ ہوا کہ سبز بٹن دبتے ہی گیس کی مقررہ مقدار کا اخراج ہوا تھا۔

قالین پر تڑپتی اور غراتی ہوئی خون خوار بلی لمحہ بھر میں ساکت ہو گئی۔ وہ منظر دیکھ کر ابرار کی آنکھوں میں حیرت تیر گئی۔ وہ یہ سمجھنے سے قاصر تھا کہ میں نے ایک بے زبان جانور کو موت کے گھاٹ کیوں اتار دیا تھا۔

فضا میں گیس کے اثرات کی موجودگی کے خوف سے چند ثانیوں تک ہم سب اپنی جگہوں پر ٹھٹکے رہے پھر سلطان شاہ نے پہل کی اور آگے بڑھنے کے بعد اعلان کیا کہ بلی زندہ تھی۔ اس کا سانس چل رہا تھا، آنکھیں کھلی ہوئی تھیں لیکن جسم بالکل ساکت تھا۔

بقیہ افراد نے بھی جھک کر بلی کا جائزہ لیا۔ سب کے چہروں سے اطمینان ظاہر ہو رہا تھا کہ نک کی بتائی ہوئی کم از کم ایک بات درست ثابت ہو گئی تھی۔

''اب یہ کافی دیر تک بے ضرر رہے گی۔ اسے اٹھا کر چھت پر لے جاؤ اور خیال رکھو کہ یہ کتنی دیر بعد اٹھ کر اپنے پیروں پر چلنے کے قابل ہوتی ہے۔'' اول خان نے ابرار سے کہا۔

''اسے بے چارے کو یہ سزا نہ دو۔'' میں نے ہنس کر کہا ''یہ بلی بیس گھنٹوں سے پہلے ہوش میں نہیں آئے گی۔ یوں ہی بے سدھ پڑی رہے گی۔''

''خوفناک ہتھیار ہے۔'' غزالہ جھرجھری لے کر بولی ''کیسی بے بسی ہے کہ سب کچھ دیکھنے اور سننے کے باوجود اس کا شکار کچھ نہیں کر سکتا۔''

''دکھ کی بات ہے کہ تمہاری قوم اپنے دشمنوں کے لیے ایسے ہتھیاروں کی تیاری میں لگی ہوئی ہے۔'' سلطان شاہ نے ویرا سے مخاطب ہو کر گہرے تاسف کے ساتھ کہا ''یوں مفلوج کرنے سے بہتر ہے کہ سر یا دل میں ایک گولی مار کر دشمن کو ہمیشہ کی نیند سلا دیا جائے۔''

''قسمت نے ساتھ دیا تو میں یہ گن نک پر ضرور استعمال کروں گا۔'' میں نے گمبھیر لہجے میں کہا۔

''ڈینی اس کے سپرد کیا جائے گا اور نہ یہ گن واپس جائے گی۔'' ویرا نے میرے ہاتھ سے گن لے کر تحقیر آمیز لہجے میں اپنے عزم کا اظہار کیا ''جن کی ایجاد ہے، اب یہ انہی لوگوں کے خلاف استعمال ہوتی رہے گی۔ اس کی لائف کتنی ہے۔''

''لائف کے بارے میں، میں نے پوچھا نہ اس نے بتایا۔ یہ انہیں واپس نہیں کی جائے گی اور ہمارے کام بھی نہیں آئے گی۔ گن کے بارے میں اپنے شبہات ظاہر کر کے تم نے اس کی افادیت بالکل ختم کر دی ہے۔''

''ایسا نہیں ہے۔ کچھ وقت صرف ہوگا اور ہر بات سامنے آ جائے گی۔ اس میں کوئی سسٹم موجود ہے تو اسے ناکارہ کر دیا جائے گا۔ یہ میں اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔'' اول خان نے امید افزا انداز میں کہا۔ میں نے ویرا سے گن لے کر لاک کی اور اول خان کی طرف بڑھا دی۔

ابرار میرے ہاتھوں مفلوج ہونے والی بلی کو اٹھا کے لے جا چکا تھا۔

☆☆☆

میں نے کبھی سوبھراج کو دیکھا تھا نہ اس سے ملا تھا لیکن میں نے مختلف زاویوں سے لی گئی، اس کی اتنی تصاویر دیکھی تھیں کہ مجھے توقع تھی کہ میں اسے دیکھتے ہی پہچان لوں گا۔ میں اطمینان سے قائداعظم انٹرنیشنل ائرپورٹ کی نچلی منزل پر بین الاقوامی پروازوں کی آمد والے لاؤنج کے سامنے، ایک پلاسٹک بینچ پر بیٹھا سگریٹیں پھونک رہا تھا اور میری بے چین نگاہیں بار بار اس الیکٹرانک بورڈ کا جائزہ لے رہی تھیں جس پر دنیا بھر سے پروازوں کی آمد کا تازہ ترین شیڈول کھٹا کھٹ کی ہلکی آوازوں کے ساتھ بار بار تبدیل ہو رہا تھا۔

جلال نے رات کے دو بجے فون کر کے مجھے اس پرواز کی تفصیلات سے آگاہ کیا تھا جس سے سوبھراج کراچی کے لیے روانہ ہو رہا تھا۔ بنکاک سے اس کے آدمیوں نے اطلاع دی تھی کہ سوبھراج ہوٹل سے چیک آؤٹ کر کے اپنے مختصر اسباب سمیت ائرپورٹ کے لیے روانہ ہو چکا تھا۔

سوبھراج کے کراچی پہنچتے ہی میرا اس سے ٹکرانے کا کوئی

Downloaded from https://paksociety.com

ارادہ نہیں تھا۔ میں شام کو اس سے راج محل میں ملنے کا ارادہ کر چکا تھا لیکن اس سے پہلے میں اپنی نظروں سے اسے دیکھنا چاہتا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ اس وقت ائر پورٹ پر میرے اور سلطان شاہ کے علاوہ آئی بی کے آدمی بھی آنے والے مہمان کے استقبال کے لیے موجود ہوں گے۔

مجھے جلال کی زبانی یہ علم ہو چکا تھا کہ اس کا محکمہ سوبھراج کے خلاف فوری طور پر کوئی کارروائی کرنے کی پوزیشن میں نہیں تھا۔ جب تک سوبھراج اور اس کی قیام گاہ کو دی ہوئی مراعات کی تنسیخ عمل میں نہ آتی کوئی قدم نہیں اٹھایا جاسکتا تھا۔ جلال کا ہوم ورک مکمل تھا۔ وہ پہلے سے مراعات ختم کرا دیتا تو سوبھراج پاکستان واپسی کا ارادہ منسوخ کر دیتا۔ اسے بے خبر رکھنے کے لیے جلال نے طے کیا ہوا تھا کہ اس کے پاکستان لوٹنے کے بعد سارا عمل تیزی سے مکمل کیا جائے۔

اس پس منظر میں آئی بی کے افراد کی موجودگی غیر موثر تھی۔ وہ ایک تماشائی کی طرح سوبھراج کو آتا ہوا دیکھتے، راج محل تک اس کی گاڑی کا پیچھا کرتے اور اپنے کسی بڑے کو رپورٹ دے کر واپس چلے جاتے۔ میری بھی کم و بیش وہی پوزیشن تھی۔ فرق صرف اتنا تھا کہ تماشا دیکھنے کے دوران کوئی اہم واقعہ رونما ہونے کی صورت میں، میں کسی سے رجوع کیے بغیر اپنے فیصلے آزادی سے کر سکتا تھا۔

میری نظریں اس ہال کے دروازے پر مرکوز تھیں جس سے گزر کر مسافر باہر آتے تھے۔ اس وقت ہال خالی پڑا ہوا تھا۔ اندر عملے کے اِکّا دُکّا افراد چلتے پھرتے نظر آرہے تھے کیونکہ ائر پورٹ پر آخری بین الاقوامی پرواز کو آئے ہوئے کم از کم تین گھنٹے ہو چکے تھے اور سارے مسافر کسٹم کے مراحل سے نمٹ کر اپنی اپنی منزلوں کی طرف روانہ ہو چکے تھے۔

اچانک پشت سے کسی نے میرے شانے پر ہاتھ رکھا اور میں بھڑک کر بینچ سے اٹھ گیا۔ میں خشمناک تیوروں کے ساتھ پلٹا تو سلطان شاہ میرے پیچھے کھڑا، میری بوکھلاہٹ پر مسکرا رہا تھا۔

''ٹی شاپ کی طرف ذرا رونق ہے۔ میں پورا چکر لگا کر آیا ہوں۔'' اس نے دھیمی آواز میں مجھے اطلاع دی۔

''وہاں کون ہے؟'' میں نے سوال کیا۔ مجھے اندازہ تھا کہ سلطان شاہ نے اس وقت رونق کا لفظ کسی اور مفہوم میں استعمال کیا تھا۔

''سہیل پرکاش اپنے دو آدمیوں کے ساتھ کاؤنٹر پر کھڑا چائے پی رہا ہے۔'' اس نے بتایا۔

''مجھے توقع تھی کہ وہی اپنے آقا کو لینے آئے گا۔''

''وہ تمہیں دیکھ کر چونکے گا۔'' سلطان شاہ نے خدشہ ظاہر کیا ''تم کرنل داور کے روپ میں راج محل جا کر اس سے مل چکے ہو۔''

''وہ ادھر نظر آیا تو میں خود اس سے مل لوں گا۔ یہ ائر پورٹ ہے۔ ضروری نہیں کہ یہاں ہر ایک سوبھراج کے چکر میں آیا ہو۔ اچھا ہوا کہ تم نے اس کی موجودگی سے مجھے باخبر کر دیا۔ چائے پی کر وہ اسی طرف آئے گا۔''

اچانک مجھے سڑک کی طرف سے ایک سفید فام امریکی بے پروایانہ انداز میں اندر آتا ہوا نظر آیا۔ وہ دراز قامت اور کسرتی بدن کا مالک تھا، چہرے سے سفاک نظر آرہا تھا۔ اس کے سر کے بال فوجی انداز میں ترشے ہوئے اور بہت چھوٹے تھے۔ میری نظریں اس پر جم کر رہ گئیں۔

وہ مسافروں کے انتظار میں کھڑے ہوئے لوگوں کے درمیان سے کسی مست اور مغرور سانڈ کی طرح گزرتا ہوا سیدھا بورڈ کی طرف جا رہا تھا۔ اس نے کچھ دور رک کر بورڈ پر نظریں دوڑائیں اور اپنے بائیں شانے پر لٹکے ہوئے مختصر سے بیگ کو پشت پر جھٹک کر واپس ہو لیا۔

جینز اور ٹی شرٹ میں ملبوس اس سفاک صورت امریکی کی آمد و رفت کے انداز سے ظاہر ہو رہا تھا کہ اسے کسی سے کوئی سروکار نہیں تھا۔ وہ پروازوں کی آمد کا متوقع وقت دیکھنے کے لیے اس وسیع و عریض برآمدے میں داخل ہوا تھا۔

میری نظروں کے تعاقب میں سلطان شاہ بھی اس کی طرف متوجہ ہو چکا تھا۔ میں نے سرگوشیانہ آواز میں کہا ''ذرا دیکھو کہ یہ کہاں جا رہا ہے۔ پرواز آنے میں دس منٹ رہ گئے ہیں۔ تم پارکنگ میں رک کر میرا انتظار کرنا۔''

ایسے مواقع پر سلطان شاہ کسی چوں و چرا کے بغیر نہایت سعادت مندی کا ثبوت دیتا تھا۔ وہ تیزی کے ساتھ امریکی کے پیچھے ہو لیا۔

اس دوران میں دو خواتین میری چھوڑی ہوئی بینچ پر قابض ہو چکی تھیں۔ میں ان سے دور ہٹ کر خودکار زینوں کے قریب جا کھڑا ہوا۔

سوبھراج کی آمد کے موقع پر ائر پورٹ کی حدود میں ایک مشتبہ امریکی کی موجودگی نے مجھے متفکر کر دیا تھا اور بے اختیار میرا ذہن ایڈی کی طرف بھٹک گیا تھا جس نے سوبھراج سے خود نمٹ لینے کی بات کی تھی۔ اگر وہ درشت رو امریکی برآمدے میں آ کر رک گیا ہوتا تو شاید میں وہاں موجود دوسرے لوگوں کی طرح اسے بھی نظر انداز کر دیتا لیکن میری چھٹی حس مجھے بتا رہی تھی کہ وہ باہر رک کر کسی آنے والے

Downloaded from https://paksociety.com

مسافر کا منتظر تھا۔ پرواز لیٹ ہونے کی وجہ سے مضطرب ہو کر برآمدے میں آیا اور نیا وقت دیکھ کر دوبارہ باہر چلا گیا تھا۔ غالب امکان یہ تھا کہ ہماری طرح وہ بھی سوبھراج کی آمد کا انتظار کر رہا ہو۔

پھر مجھے سامنے والی بھیڑ میں سنیل کا چہرہ نظر آیا۔ اس کی ساری توجہ ہال کی طرف مرکوز تھی۔ میں اپنی جگہ چھوڑ کر آگے بڑھا اور اس کی طرف دیکھ کر ہاتھ ہلایا۔ اس نے بھی میری طرف دیکھا۔ لمحہ بھر کے لیے ہماری نظریں چار ہوئیں پھر اس نے منہ پھیر کر مجھ سے بچ نکلنے کی کوشش کی مگر میں نے تیزی سے بڑھ کر اسے جالیا۔

''اوہو..... کرنل صاحب!'' میرے پکارنے پر اس نے پلٹ کر یوں کہا جیسے اس نے مجھے اسی وقت دیکھا ہو۔ اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگی تھیں۔ اس نے تھوک نگلنے کی کوشش کرتے ہوئے مشکل سے اپنی بات مکمل کی ''آپ یہاں کیسے؟''

''ایک دوست کو لینے کے لیے آیا ہوں۔'' میں نے اطمینان سے جواب دیا اور پوچھا ''تم یہاں کیا کر رہے ہو؟''

''مم..... میں بس ایسے ہی آ..... آ گیا۔'' اس نے ہکلاتے ہوئے وقت سے کہا پھر اپنے آدمیوں پر برسا ''یہاں کھڑے منہ کیا دیکھ رہے ہو۔ آگے جاؤ۔ میں کرنل صاحب سے بات کر کے آتا ہوں۔''

وہ دونوں راج محل کے نچلے درجے کے ملازم معلوم ہو رہے تھے۔ سنیل کی گھرکی سن کر تیزی سے آگے بڑھ گئے۔

سنیل نے ان کے جانے تک زبان بند رکھی۔ میدان صاف ہوتے ہی وہ میرے قریب ہو کر رازدارانہ آواز میں بولا ''شاید راج صاحب اگلی فلائٹ سے آنے والے ہیں۔ میں ان کو لینے آیا ہوں۔''

''اوہ! اس میں اتنی رازداری کی کیا بات ہے!'' میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

''صاحب! کچھ ایسی ہی بات ہے۔ ابھی یہ خبر سختی سے چھپائی گئی ہے۔ یہ راج صاحب کا حکم ہے۔''

''حیرت ہے کہ سوبھراج کو لینے کے لیے تم اکیلے آئے ہو.....'' میں طنز کرتے کرتے اچانک رک گیا۔ مجھے یاد آ گیا تھا کہ اس نے سوبھراج کے ساتھ اپنی بیوی کے غیر اخلاقی میرا سم کی بات کرنل داور کو نہیں، ڈینی کو بتائی تھی۔ بتائی بھی کیا تھی، اسے غلط فہمی کے تحت مجبور ہو کر اعتراف کرنا پڑا تھا۔

''بہت سے لوگ آتے مگر میں نے راج صاحب کے حکم کے مطابق کسی کو خبر نہیں دی۔'' اس نے میری ادھوری بات کو مکمل سوال سمجھ کر جواب دیا ''سب سے پہلے تو اخبار والے ہی یہاں گھس آتے۔ ابھی میرے اور ان دونوں نوکروں کے سوا کسی کو کچھ معلوم نہیں ہے۔''

''جاؤ اور اپنے مالک کا انتظار کرو۔ انہیں میرا اسلام کہہ دینا۔ وہ آ رہے ہیں تو میں شام کو ان سے ملنے کے لیے راج محل آؤں گا۔'' میں نے جان بوجھ کر سوبھراج کے لیے ایسے احترام آمیز صیغے استعمال کیے تھے جو راج محل میں کرنل داور کے معذرت خواہانہ رویے سے میل کھاتے تھے۔

''میں آپ کا پیغام ان تک پہنچا دوں گا۔'' اس نے دونوں ہاتھ جوڑ کر عاجزی سے کہا۔

''ان کے لیے تم وی آئی پی لاؤنج کے بجائے یہاں کیوں بھٹک رہے ہو؟'' جاتے جاتے میں نے اس سے وہ چبھتا ہوا سوال پوچھ لیا جس کا جواب مجھے معلوم تھا۔

''وہ اپنے لاؤنج سے آتے تو خبر تیزی سے شہر میں پھیل جاتی۔'' اس نے یوں کہا جیسے وی آئی پی لاؤنج سوبھراج کی آبائی ملکیت ہو ''وہ عام مسافروں میں گھل مل کر آ رہے ہیں تاکہ بات نہ پھیلے اور انہیں سکون سے یہاں کے حالات کا جائزہ لینے کا وقت مل جائے۔''

''یہ یاد رکھنا کہ میں شام کو ان سے ملے بغیر راج محل سے نہیں لوٹوں گا۔'' یہ کہہ کر میں نے ہاتھ ہلایا اور وہ یوں بھاگا جیسے میں اسے دوبارہ روک لوں گا۔

سوبھراج کی متوقع آمد کی وجہ سے ائرپورٹ کی رونق خاصی بڑھی ہوئی تھی۔ کئی فریق وہاں جمع ہو چکے تھے اور سب ایک دوسرے کی موجودگی سے بظاہر بے خبر تھے۔ سنیل اس بھیڑ کا پہلا آدمی تھا جس سے میری بات چیت ہوئی تھی۔ اس کی زبان سے ائرپورٹ پر میری موجودگی کا ذکر سن کر سوبھراج کو کوئی خوشی نہیں ہو سکتی تھی۔

آخر کار بورڈ پر ایک سطر کے آگے لکھے ہوئے ہند سے جلنے اور بجھنے لگے۔ ایک گھنٹے کی تاخیر سے سوبھراج کا طیارہ پاکستان کی سرزمین پر لینڈ کر چکا تھا۔

مسافروں کا انتظار کرنے والوں کی بھیڑ میں ہلچل شروع ہو گئی۔ مسافروں کو طیارے سے اتار کر ارائیول ٹرمینل کی مرکزی عمارت میں امیگریشن کے مرحلے سے نمٹ کر کسٹم ہال تک آنے کے لیے خاصا وقت درکار تھا لیکن لوگوں کی بے صبری قابل دید تھی۔ بعد کی پروازوں کے انتظار میں آئے لوگ پیچھے ہٹ گئے تھے لیکن پھر بھی ریلنگ کے ساتھ خاصا ہجوم جمع تھا۔

طیارہ لینڈ کرنے کے تقریباً پندرہ منٹ بعد باہر آنے والے پہلے تین مسافروں کی ٹکڑی میں طوطے کی چونچ کی طرح

Downloaded from https://paksociety.com

مڑی ہوئی ناک والا سوبھراج بھی شامل تھا۔ ان تینوں کے پاس دستی سامان کے علاوہ کچھ نہیں تھا جس کے انتظار میں انہیں اندر رک کر اپنا وقت برباد کرنا پڑتا۔ ان میں سے دو تھائی باشندے تھے۔ سوبھراج اکلوتا مقامی تھا۔

اس کے کرتوت کالے اور قابلِ نفرت تھے مگر مجھے اپنے دل ہی دل میں یہ مان لینا پڑا کہ وہ خبیث، بہت وجیہہ اور شان دار شخصیت کا مالک تھا۔ اس کے دروازے سے نکلتے ہی سنیل نے ائرپورٹ سیکیورٹی فورس کے اہلکاروں کی ڈانٹ پھٹکار کی پروا کیے بغیر، کسی پشتینی غلام کی طرح دوڑ لگا کر سوبھراج کے ہاتھ سے اس کا ٹرالی بیگ اور دوسرا سامان لے لیا اور ریلنگ کے باہر کھڑے ہوئے دونوں ملازموں کی طرف بڑھا دیا۔

وہ عجیب لمحات تھے۔ مجھے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا کہ سوبھراج اتنی آسانی کے ساتھ پاکستان واپس آ چکا تھا۔ اس کی غدارانہ حرکتوں کی وجہ سے میں اس کے خون کا پیاسا تھا۔ اس وقت وہ چند قدموں کے فرق سے میری دسترس میں تھا لیکن جب تک اس کی مراعات ختم نہ ہوتیں، وہ ایک بہت بڑا بت تھا۔ اس پر ہاتھ اٹھانے والے کو وہ سودا بہت مہنگا پڑ سکتا تھا۔

وہ ایک عام مسافر کی طرح خاموشی سے پاکستان آیا تھا۔ اصولی طور پر اسے عام پارکنگ لاٹ سے راج محل کی طرف روانہ ہونا تھا۔ ان لوگوں کے آگے بڑھ جانے کے بعد میں نے بھی خاموشی سے اپنی جگہ چھوڑ دی اور برآمدے سے نکلتا چلا گیا۔

مجھے معلوم تھا کہ وہ لوگ ائرپورٹ سے سیدھے راج محل جائیں گے۔ مجھے گاڑی نکالنے میں کوئی دیر سویر ہو جاتی تو میں سیدھی اور طویل شارع فیصل پر تیز رفتاری کا مظاہرہ کر کے انہیں راستے میں کہیں بھی پکڑ سکتا تھا۔ میرے لیے اس وی آئی پی کی خاموشی سے روانگی کا تماشا دیکھنا زیادہ اہم ہو گیا تھا۔

سنیل مودب انداز میں اپنے دونوں ہاتھ سینے پر باندھے سوبھراج کے ساتھ چل رہا تھا۔ دونوں ملازم ان کے پیچھے آ رہے تھے۔ دن کے اجالے میں، میں یہ دیکھ چکا تھا کہ اپنی تمام تر شان اور مردانہ وجاہت کے باوجود اس وقت سوبھراج کے چہرے پر فکر و تشویش کے سائے منڈلا رہے تھے۔ اس کے بشرے پر پائی جانے والی ان علامات میں سفر کی تکان کا کوئی عنصر شامل نہیں تھا۔

وہ چاروں جس پارکنگ بے میں داخل ہوئے وہاں سے میری گاڑی زیادہ دور نہیں تھی۔ ان کا کارواں ایک سیاہ مرسڈیز کے پاس رک گیا۔ میں نے پارکنگ کے متصل حصوں

ہپناٹزم کی جدید تحقیقات

(پاکستان میں)

قیمت 25 روپے

ڈاک خرچ 23 روپے

• نئی معلومات

• جدید طریقے

• ہپناٹزم کی مشقوں کیلئے مکمل لائحہ عمل

کتاب کی قیمت مع ڈاک خرچ بذریعہ منی آرڈر روانہ کریں

خط و کتابت کا پتہ

مکتبہ نفسیات

پوسٹ بکس 944 رضوان چیمبرز نزد سلور یا اسٹریٹ آئی آئی چندریگر روڈ کراچی 74200

فون: 5802552-5895313 فیکس: 5802551

کتابوں کی قیمتیں اور ڈاک خرچ موجودہ ہیں۔ ان میں کسی بھی وقت تبدیلی ہو سکتی ہے 1-6-2001

kitabiat@hotmail.com

kitabiat1970@yahoo.com

Downloaded from https://paksociety.com

کے درمیان بنی ہوئی مختصر سی دیوار کو عبور کیا اور اپنی کار کی طرف بڑھ گیا جہاں سلطان شاہ میرا منتظر تھا۔

''میں نے دیکھ لیا۔ تم ان کو کار تک پہنچا کر آئے ہو۔'' سلطان شاہ نے پھرتی سے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالتے ہوئے کہا ''وہ امریکی اکیلا نہیں ہے۔ اس کا اسی جیسا ایک بدمعاش ساتھی بڑی موٹر سائیکل لیے، پارکنگ کے آخری حصے میں اس کا انتظار کر رہا تھا۔ وہ دونوں اب بھی وہیں ہوں گے۔''

''وہ وہاں کیا کر رہے ہیں!'' میں نے غیر ارادی طور پر، تشویش زدہ لہجے میں کہا۔

''وہ ایسی جگہ کھڑے ہوئے ہیں جہاں سے وہ باہر جانے والی ہر گاڑی پر نظر رکھ سکتے ہیں۔ موٹر سائیکل کی وجہ سے انہیں پارکنگ کا کوئی مسئلہ ہے نہ ان کی ہیوی موٹر بائیک کسی کے لیے رکاوٹ بن رہی ہے.....''

میں تیزی سے گھوم کر پسنجر سیٹ پر بیٹھا اور بولا ''تیزی سے نکلو۔ کافی دیر سے اس کی صورت میرے ذہن میں چکرا رہی تھی۔ وہ دونوں پکے میرین کمانڈوز ہیں اور سوبھراج کے پیچھے جائیں گے۔ راستے میں جہاں بھی موقع ملے، سائیڈ مار کر انہیں گرا دو۔''

سلطان شاہ نے گاڑی ریورس کر کے پارکنگ بے سے باہر نکالی تو سیاہ مرسڈیز کی جگہ خالی ہو چکی تھی۔ اعلیٰ ذات کا سوبھراج اپنے نیچ ذات کے تینوں نوکروں کو ساتھ لے کر وہاں سے اپنے گھر کے لیے روانہ ہو چکا تھا۔

ہمیں دور ہی سے مرسڈیز پارکنگ چیک پوسٹ سے پہلے بنے ہوئے اسپیڈ بریکر پر رینگتی ہوئی نظر آ گئی۔ دیو ہیکل، سیاہ موٹر سائیکل اپنے دو سفید فام سواروں کے ساتھ مرسڈیز سے چند گز دور چل رہی تھی۔

ہمارے باہر نکلنے تک مرسڈیز برق رفتاری سے کافی دور نکل چکی تھی۔ غراتی ہوئی موٹر سائیکل اس کے پیچھے لگی ہوئی تھی۔

''وہ خطرناک حد تک مرسڈیز کے قریب ہیں۔ سنیل اور سوبھراج نے انہیں دیکھ لیا ہوگا۔'' سلطان شاہ بڑبڑایا۔

''وہ دونوں اُلّو کے پٹھے ہیں۔'' میں نے دانت پیس کر کہا ''سمجھ رہے ہوں گے کہ نک نے ان کے لیے محافظ بھیجے ہیں۔ تم رفتار کیوں نہیں بڑھاتے؟''

''میرا پیڈل پائیدان کو چھو رہا ہے۔'' سلطان شاہ کی آواز میں بے بسی عود کر آئی ''یہ گاڑی مرسڈیز کا مقابلہ نہیں کر سکے گی۔ وہ بہت تیز جا رہے ہیں۔''

میں دیکھ رہا تھا کہ مرسڈیز اور سیاہ موٹر سائیکل کا درمیانی فاصلہ کافی بڑھ چکا تھا۔ اچانک موٹر سائیکل سڑک پر لہرائی، اس کی رفتار بڑھی۔ ہوا کے دوش پر اس کے طاقت ور انجن کی غضب ناک غراہٹ ہمارے کانوں تک پہنچ رہی تھی۔ پلک جھپکتے میں موٹر سائیکل، مرسڈیز کے بہت قریب پہنچ چکی تھی۔

ائرپورٹ کو شارع فیصل سے ملانے والی طویل اور کشادہ سڑک پر ہمارے آگے صرف وہی گاڑیاں رواں تھیں۔ ہم ان سے کافی پیچھے تھے۔ سائیڈ مار کر موٹر سائیکل کو گرانے کا خواب مجھے ادھورا رہتا نظر آ رہا تھا۔ موٹر سائیکل کا انجن بہت زیادہ طاقت ور تھا۔ ہماری گاڑی کے لیے اس تک پہنچنا محال تھا۔

''یہ..... یہ کیا کر رہے ہیں!'' اچانک سلطان شاہ حیرت اور خوف سے ہکلایا۔

موٹر سائیکل سواروں نے اپنی رفتار بڑھا کر بہت خطرناک انداز میں مرسڈیز کو دبانے کی کوشش کی تھی۔ مرسڈیز لہرائی اور اس کی بریک لائٹس جل اٹھیں۔ اس کی رفتار کم ہوتے ہی سیاہ موٹر سائیکل، مرسڈیز کے برابر میں آ گئی۔

سنسنی اور بے یقینی کے انداز میں میری نگاہیں اسی طرف مرکوز تھیں۔

بس چند لمحوں کے لیے، سڑک کے انتہائی بائیں کنارے پر دونوں گاڑیاں ساتھ ساتھ دوڑتی رہیں۔ ان کی رفتار سست ہو چکی تھی۔ اچانک موٹر سائیکل کی طرف سے پے در پے کئی شعلے مرسڈیز کی کھڑکیوں کی طرف لپکے اور مرسڈیز کچے میں اتر کر درختوں کے ایک جھنڈ سے ٹکرا گئی۔

وہ سب چشم زدن میں ہو گیا۔ فائر بے آواز تھے لیکن ان کے نتیجے میں ابھرنے والی انسانی چیخیں دلدوز تھیں۔

موٹر سائیکل یکا یک ہوا ہو گئی۔ اپنا کام کر کے وہ آندھی اور طوفان کی رفتار سے آگے نکلتے چلے گئے تھے۔

میرے ذہن نے بہت تیزی کے ساتھ کام کرنا شروع کر دیا۔ وہ بہت خطرناک صورت احوال تھی کہ سوبھراج پر پاکستان پہنچتے ہی قاتلانہ حملہ ہو گیا تھا۔ یہ بات ثابت ہو چکی تھی کہ موٹر سائیکل پر آنے والے دونوں سفید فام پیشہ ور کمانڈوز تھے۔ وہ دن کے اجالے میں نہایت دیدہ دلیری کے ساتھ سوبھراج اور اس کے ملازموں کو اندھا دھند گولیوں کا نشانہ بنا کر فرار ہو گئے تھے۔ ایڈی نے جو کچھ کہا تھا وہ نک نے سچ کر دکھایا تھا۔

اس بھیانک واردات کی منصوبہ بندی اس طرح کی گئی تھی کہ سارے شکوک و شبہات سرکاری ایجنسیوں اور قانون نافذ کرنے والے اداروں کی طرف منتقل ہوتے تھے۔ ملک بھر میں کوئی بھی اس کہانی پر آسانی سے یقین نہ کرتا کہ سوبھراج کی

Downloaded from https://paksociety.com

مرسڈیز کو دو غیر ملکیوں نے نشانہ بنایا تھا۔ سب سے بڑی بدقسمتی یہ تھی کہ اس ہولناک واردات کے چشم دید گواہ صرف ہم دونوں تھے۔ سلطان شاہ اپنی شہادت کے ساتھ سامنے آسکتا تھا نہ میں منظر عام پر آکر اپنی زبان کھول سکتا تھا۔ اس بارے میں زبان کھولنے کا مقصد یہ ہوتا کہ ہم خود کو تفتیشی اداروں کے حوالے کردیتے۔ گواہی، شہادت اور بیانوں کے چکر میں ہم منظر عام پر آجاتے تو ہمارے بے خوف دشمن کسی بھی وقت ہمیں مار سکتے تھے۔

اس وقت کا سب سے بڑا مسئلہ تباہ ہونے والی مرسڈیز کے پاس رکنے کا تھا۔ فائرنگ چلتی ہوئی موٹر سائیکل سے کی گئی تھی مگر فائرنگ کرنے والے اناڑی نہیں تھے۔ یقین سے کچھ نہیں کہا جاسکتا تھا کہ چاروں سواروں میں سے کون کون مارا گیا تھا اور کون زندہ بچا تھا۔

سوبھراج کے معاملے میں میری حیثیت ایک فریق کی تھی۔ گاڑی اور لاشوں کے پاس میری موجودگی میرے حق میں مہلک ثابت ہوسکتی تھی۔ بہتر راہ یہی تھی کہ میں انسانی ہمدردی کے سارے تقاضوں کو بالائے طاق رکھ کر تیزی کے ساتھ جائے واردات سے اتنی دور نکل جاؤں کہ کوئی میرے اوپر انگلی نہ اٹھا سکے۔

مرسڈیز اور اس کے سواروں کا متوقع انجام دیکھ کر سلطان شاہ نے فوری طور پر اپنی گاڑی کی رفتار کم کرنا شروع کی تھی کہ میں نے اضطراری طور پر اس کے شانے پر ہاتھ مار کر کہا ''رکنے کی ضرورت نہیں۔ رفتار بڑھا کر سیدھے نکلتے چلے جاؤ۔ پیچھے آنے والے انہیں دیکھ لیں گے۔''

''ان چاروں میں سے کوئی بھی نہیں بچا ہوگا۔ رکنے والوں کو مرسڈیز میں صرف خون آلود لاشیں نظر آئیں گی۔'' سلطان شاہ نے گاڑی کی رفتار بڑھاتے ہوئے کہا۔

''یہ خبر شہر میں جنگل کی آگ کی طرح پھیلے گی۔ تھوڑی دیر میں ساری تفصیل معلوم ہوجائے گی۔'' میں نے آہستہ سے کہا۔

''یہ لرزہ خیز واقعہ تھا۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ امریکیوں کے سینے کے بند اتنے کھل چکے ہوں گے۔ ایک پرائے ملک میں چلتی سڑک پر انسانوں کو یوں بھون ڈالنا بہت دل گردے کی بات ہے۔ وہ دونوں قاتل اپنے انجام سے بالکل بے خوف تھے۔'' اس وقت تک ہم جائے واردات سے آگے نکل چکے تھے۔

''پشت پناہی مضبوط ہو تو اس سے بھی زیادہ سفاکی کے مظاہرے دیکھنے میں آتے ہیں۔ انہیں معلوم تھا کہ کام پورا کرکے وہ ایک دفعہ اپنے ٹھکانے پر واپس پہنچ گئے تو کوئی ان کا بال بھی بیکا نہیں کرسکے گا۔ برق رفتار موٹر سائیکل اس مہم میں سب سے زیادہ اہمیت رکھتی تھی۔ سڑک پر دور دور تک ان کا پتا نہیں ہے۔''

''وہ ہزارسی سی کی دو سلنڈروں والی موٹر بائیک تھی۔ وہ اسے سڑک پر اڑاتے ہوئے لے گئے ہوں گے۔'' سلطان شاہ نے بتایا۔

''تم نے اس کا نمبر بھی نوٹ کیا تھا؟'' میں نے چونک کر سوال کیا۔

''دور سے دیکھنے کی کوشش کی تھی لیکن اس پر کوئی نمبر پلیٹ نہیں تھی۔''

''وہ پورا شہر عبور کرکے ائرپورٹ آئے اور واپس چلے گئے۔ کسی نے ان کو نہیں روکا۔'' میں نے تلخی سے کہا ''یہ ہے ہمارے نظام کی خرابی بڑی موٹر سائیکل گورے دوڑا رہے تھے اس لیے کسی ٹریفک افسر نے کسی قانونی خامی پر توجہ دینے کی ضرورت نہیں سمجھی۔ کسی سال خوردہ ہنڈا ففٹی کے نمبر مٹے ہوئے ہوں تو اس کی کتاب لے کر چالان کاٹ دیا جاتا ہے کیونکہ اسے کوئی پاکستانی چلا رہا ہوتا ہے۔''

''یہ نظام سے زیادہ ذہنیت کی خرابی ہے۔ ائرپورٹ پر پولیس، ٹریفک پولیس اور ائرپورٹ سیکیورٹی فورس کا بھاری عملہ مامور رہتا ہے۔ سب نے ان بدمعاش گوروں کو ہاتھ اٹھا کر سلام کیا ہوگا۔ سب سے زیادہ ذمے داری پارکنگ فیس لینے والوں کی تھی۔ وہ پرچی پر گاڑی کا نمبر ڈالتے ہیں۔ پتا نہیں بغیر نمبر والی وہ موٹر سائیکل پارکنگ ایریا میں کیسے پہنچ گئی۔ اسے تو پہلی چیک پوسٹ پر روک کر پولیس کے حوالے کردیا جانا چاہیے تھا۔'' سلطان شاہ نے مایوسی اور جھنجلاہٹ

انتظار

''تم چھٹیاں گزارنے مری کب جارہے ہو؟''

''میرے لئے فیصلہ کرنا مشکل ہے۔ میں نے اپنا سوٹ کیس اپنے پڑوسی خاور صاحب کو مستعار دیا تھا۔ ان سے ان کے پڑوسی جمال صاحب مانگ کر لے گئے۔ جمال صاحب سفر سے واپس آئے تو ان سے سوٹ کیس ان کے پڑوسی راشد صاحب مانگ کر لے گئے۔ سوٹ کیس میرے پاس واپس پہنچ جائے تبھی میں پروگرام بنا سکوں گا۔''

Downloaded from https://paksociety.com

کے ساتھ کہا۔

''یہ سب وہ باتیں ہیں جو ہو چکی ہیں، سانپ گزر گیا۔ اب لکیر کو پیٹنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ گھر جا کر میں سب سے پہلے نک سے بات کروں گا۔ سوبھراج کے سلسلے میں اتنی زیادہ تیزی دکھا کر اس نے اچھا نہیں کیا۔ اپنے حق میں کانٹے بو لیے ہیں۔''

''فی الحال، اسے نہ چھیڑو تو بہتر رہے گا۔ سوبھراج کی ہلاکت کی تصدیق ہوتے ہی وہ خود تمہیں تلاش کرے گا۔''

سلطان شاہ کی وہ رائے بہت مناسب تھی۔ مجھ سے رابطہ ہوتے ہی نک کا پہلا سوال یہ ہوتا کہ میں کب ڈینی کو اس کے حوالے کر رہا ہوں۔

جلال، سوبھراج کے معاملے میں پوری طرح سرگرم تھا۔ مجھے امید تھی کہ سوبھراج کے خلاف فوری طور پر کوئی کارروائی نہ کرنے کا فیصلہ کرنے کے باوجود اس نے دور سے سوبھراج کی دیکھ بھال کے لیے اپنے آدمیوں کو ائرپورٹ بھیجا ہوگا۔ وہ عام لوگوں میں شامل ہو کر مریسڈیز اور اس کے چاروں سواروں پر ٹوٹنے والی قیامت کی تفصیل حاصل کر کے جلد از جلد جلال کو اپنی رپورٹ سے مطلع کر دیتے لیکن اول خان اس معاملے میں بالکل تاریکی میں تھا۔

وہ میرے ساتھ ائرپورٹ جانے کے لیے پوری تیاری کے ساتھ ہمارے گھر پہنچ گیا تھا لیکن باہمی مشورہ کے بعد اس نے خود یہ بات تسلیم کر لی ائرپورٹ پر اپنے فرائض انجام دینے والے، متعدد ایجنسیوں کے افسران اسے اچھی طرح جانتے تھے۔ جبکہ میرے ساتھ کسی معروف آدمی کا جانا فائدے کے بجائے نقصان کا سبب بن سکتا تھا۔

وہ خوش دلی کے ساتھ گھر پر رک کر میرا انتظار کرنے پر آمادہ ہو گیا۔ میں سلطان شاہ کو اپنے ساتھ لے کر ائرپورٹ کی طرف روانہ ہو گیا۔

اس مہم کے نتائج سنسنی خیز نہ ہوتے تو میں گھر واپس جا کر اسے ساری تفصیل بتا دیتا لیکن سوبھراج کے پاکستان پہنچتے ہی حالات نے جو ڈرامائی موڑ لیا تھا وہ اس بات کا متقاضی تھا کہ اول خان کو فوری طور پر باخبر کیا جائے۔

میں نے ہوا کے شور میں کمی کرنے کے لیے اپنی طرف کی کھڑکی کا شیشہ چڑھایا اور اول خان کا موبائل نمبر ملانا شروع کر دیا تاکہ وہ جہاں بھی ہو، اس سے وہیں رابطہ قائم ہو سکے۔

اول خان فون کی پہلی گھنٹی پر ہی لائن پر آ گیا۔

''کہاں ہو..... کیا خیر خبر ہے!'' میرے کان میں اول خان کی چہکتی ہوئی آواز آئی ''تمہارا مہمان کہاں ہے۔''

وہ اس تاثر میں تھا کہ اس روز میرا سوبھراج کے خلاف کوئی کارروائی کرنے کا ارادہ نہیں تھا اس لیے ائرپورٹ سب کچھ معمول کے مطابق رہا ہوگا۔ اپنے دشمن اور ملک کے غدار کی واپسی کا منظر دیکھ کر میں نے گھر کی راہ لے لی ہوگی۔ ان بے ضرر امکانات نے اسے ہر قسم کے خطرات سے بے نیاز کیا ہوا تھا۔

''اسے ائرپورٹ سے گھر پہنچنا نصیب نہیں ہوا۔ وہ تین ملازموں کے ساتھ تھا۔ راستے میں اس پر قاتلانہ حملہ ہوا ہے۔ اس کی گاڑی تباہ ہو چکی ہے۔''

''اوہ.....'' وہ بے ساختہ آواز اول خان کے دل کی گہرائیوں سے نکلی تھی ''اس وقت تم کہاں ہو؟''

''میں گھر آ رہا ہوں۔ جائے واردات کا رخ کرنا خطرناک تھا۔ ذرا یہ معلوم کرنے کی کوشش کرو کہ ان میں سے کوئی زندہ بچا ہے یا چاروں مارے جا چکے ہیں۔''

''یہ حملہ کرنے والے کون لوگ تھے؟'' اس خبر نے اول خان کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔

''نک کے بھیجے ہوئے کمانڈوز تھے۔ پورا واقعہ ہمارے سامنے پیش آیا ہے۔ تفصیل گھر آ کر بتاؤں گا۔ تم کسی آدمی کو ائرپورٹ کی طرف بھیج دو۔'' میں نے ذہنی انتشار کے عالم میں جواب دیتے ہوئے اسے تاکید کی۔

''میں ابھی بندوبست کرتا ہوں۔'' اس نے بات آگے بڑھانے کی کوشش نہیں کی۔

فون بند کر کے میں نے تھکے ہوئے انداز میں گاڑی کی پشت گاہ سے ٹیک لگا کر اپنی آنکھیں موند لیں۔ مریسڈیز کے سواروں کے غیر متوقع انجام پر میرا ذہن ماؤف سا ہونے لگا تھا۔

سلطان شاہ خاموشی اور تیز رفتاری سے گاڑی چلانے میں مصروف تھا۔ لمحہ بہ لمحہ ہم اپنے گھر سے قریب ہوتے جا رہے تھے۔

میرے ذہن پر طاری ہونے والی اس تھکی تھکی اور خواب ناک سی کیفیت کا مسلسل فون کی گھنٹی نے توڑ دیا۔ میں نے... ہڑبڑا کر آنکھیں کھولیں تو اس وقت ہماری گاڑی راشد منہاس روڈ سے گزر رہی تھی۔

میں نے بٹن دبا کر فون کان سے لگایا تو دوسری طرف سے جلال بول رہا تھا۔ اس کی آواز بالکل سرد اور سپاٹ تھی۔

انسانیت کے دشمنوں کے خلاف جاری اس جنگ کے باقی واقعات آئندہ شمارے میں ملاحظہ فرمائیں

Downloaded from https://paksociety.com

''یہ کیا کیا تم نے؟'' جلال کی آواز سرد اور سپاٹ تھی۔

اسے معلوم تھا کہ میں سوبھراج کے استقبال کے لیے ائرپورٹ جانے کا ارادہ کر چکا تھا۔ شاید اس کے آدمیوں نے ائرپورٹ کی حدود میں مجھے دیکھ لینے کے بعد اسے اطلاع دے دی ہوگی کہ میں سوبھراج کے بارے میں اپنے پروگرام پر عمل پیرا تھا۔

جلال اسے قانون کی گرفت میں لینے کی فکر میں تھا۔ میں سوبھراج جیسے غدار اور موذی کو اس کے انجام تک پہنچانے کے لیے ایسے کسی بکھیڑے میں پڑنے کے لیے آمادہ نہیں تھا۔ جلال کو اچھی طرح معلوم تھا کہ میں وقت ضائع کیے بغیر اور پہلی فرصت میں اس موذی کو اس کے کیفرِ کردار تک پہنچانے پر تلا ہوا تھا۔

یہ بدقسمتی تھی کہ جب نک کے بھیجے ہوئے سفاک کمانڈوز نے سوبھراج کی مرسڈیز میں سفر کرنے والوں پر قاتلانہ حملہ کیا تو اس گاڑی کے پیچھے میں موجود تھا۔ ہمارے پیچھے سڑک ویران پڑی ہوئی تھی۔ میں جائے واردات پر رکے بغیر سیدھا نکلتا چلا گیا۔ آئی بی کے آدمیوں نے ہمارے نکل جانے کے بعد مرسڈیز اور اس میں سوار لوگوں کا حشر دیکھا ہوگا تو فوری طور پر اس نتیجے پر پہنچے ہوں گے کہ ان کا کام ہم نے تمام کیا تھا۔

وہ ایک اہم واقعہ تھا۔ ان لوگوں نے فوری طور پر جلال کو سوبھراج اور اس کے ملازمین کے عبرت ناک انجام سے آگاہ کر دیا۔

وہ راستے میں رونما ہونے والے واقعات کا صرف ایک رخ تھا۔ دوسرا رخ یہ تھا کہ میں نے آپس کی باتوں میں کھل کر یہ عندیہ دیا تھا کہ اگر جلال نے سوبھراج کے ملک سے دوبارہ فرار کی ساری راہیں مسدود کر دیں تو میں اس مردود کو اپنے وعدے کے مطابق دو دن کی مہلت ضرور دوں گا۔ وہ پاکستان لوٹ آنے کے بعد چوہے دان کا قیدی ہو جاتا۔ ان دو دنوں میں اگر وہ نک، ٹام اور راوالوں سے مکمل طور پر قطع تعلق کرنے میں کامیاب ہو جاتا تو اس کو کوئی رعایت دینے کے بارے میں سوچا جا سکتا تھا۔

مجھے قوی امید تھی کہ را اور ایف بی آئی والے اپنے پالے ہوئے اس غدار سے آسانی سے دست بردار نہیں ہوں گے۔ وہ ان کا آلہ کار بنا رہے گا اور دو روز کی مہلت گزر جانے کے بعد میں اپنی مرضی کے مطابق اس کا شکار کھیل سکوں گا۔

وہ دونوں باتیں ایک دوسرے سے متصادم تھیں۔ اپنے آدمیوں کی رپورٹ سننے کے بعد جلال اس منطقی نتیجے پر پہنچا تھا کہ میں نے دو دنوں تک صبر کرنے کے بجائے، جوش میں آ کر فوری طور پر اسے جہنم واصل کر دیا تھا۔

جلال کا وہ چبھتا ہوا سوال اس کی اسی سوچ کا مظہر تھا۔

''میں نے کچھ نہیں کیا۔ میرے ہاتھ بالکل صاف ہیں۔'' میں نے قدرے توقف کے بعد جلال سے پُرسکون لہجے میں کہا۔

''ہائیں..... تو پھر وہ کون لوگ تھے؟'' میرے جواب نے جلال کو حیران کر دیا۔

''میرے ساتھ سلطان شاہ بھی اس واقعے کا عینی شاہد ہے۔ مرسڈیز پر دو سفید فاموں نے گولیاں چلائی تھیں.....''

''تم نے انہیں اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا؟'' جلال نے میری بات درمیان سے کاٹ کر بے اعتباری سے سوال کیا۔

''مائی ڈیئر جلال! اس وقت تم کہاں ہو!'' میں نے ہلکی سی تادیبی آواز میں کہا ''عینی شاہد اسی کو کہتے ہیں جس نے اپنی آنکھوں سے سب کچھ دیکھا ہو۔''

''تمہیں کچھ اندازہ تو ہوا ہوگا۔ وہ دونوں سفید فام کون تھے؟''

''ان دونوں میں سے ایک کو میں نے بہت قریب سے دیکھا تھا۔ سلطان شاہ نے ان دونوں کو اچھی طرح دیکھا تھا۔ وہ امریکی نژاد تھے۔'' میں نے اسے بتانا شروع کیا ''ان کے بال بہت باریکی سے اور فوجی انداز میں ترشے ہوئے تھے۔ دونوں کے بشرے سے سنگ دلی بلکہ سفاکی جھلک رہی تھی۔ وہ پہلے سے ائرپورٹ پر سوبھراج کی گھات لگائے بیٹھے تھے۔''

''حیرت ہے کہ انہوں نے تمہارے سامنے ان پر گولیاں چلائیں اور تم سے بچ کر فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے!''

''سوبھراج کو لینے کے لیے طاقت ور مرسڈیز کار آئی تھی۔ ہم اس کی رفتار کا مقابلہ کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکے۔ وہ ہم سے کافی آگے نکل گیا تھا۔''

''میں سوبھراج کی نہیں، ان دونوں حملہ آوروں کی بات کر رہا ہوں۔''

''وہ دونوں خبیث تو ہوا کے گھوڑے پر سوار تھے!'' میں نے کہا۔

''جب تم نے انہیں نوٹ کر ہی لیا تھا تو پھر انہیں کوئی موقع نہیں دینا چاہیے تھا۔ وہ کس گاڑی میں تھے.....''

میں نے اس کی بات درمیان سے ہی اچک لی اور جواب دیا ''وہ لوگ عقل سے پیدل نہیں ہیں۔ انہوں نے ساری منصوبہ بندی بہت ہوشیاری سے کی ہوئی تھی۔ اپنے فرار

Downloaded from https://paksociety.com

کی راہ صاف رکھنے کے لیے انہوں نے چار پہیوں والی کسی سواری کے بجائے ایک طاقت ور موٹر سائیکل استعمال کی تھی۔ سلطان شاہ کا خیال ہے کہ اس کا دو سلنڈروں والا انجن ہزار سی سے کم نہیں رہا ہوگا۔ مرسڈیز پر وار کرتے ہی وہ ایسی تیز رفتاری سے فرار ہوئے کہ آناً فاناً میں ان کا سراغ ختم ہوگیا۔''

''یہ تو کمانڈوز کا انداز معلوم ہوتا ہے۔ مارو اور تیزی سے بھاگ نکلو۔'' جلال کی متفکرانہ آواز ابھری۔

''تم بالکل صحیح نتیجے پر پہنچے ہو۔ وہ کمانڈوز ہی تھے۔ ہمارے پاس کوئی بہترین گاڑی ہوتی تب بھی ہم انہیں نہیں پکڑ سکتے تھے۔''

''اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ ٹنک کے آدمی تھے۔ وہ اپنے غدار سے خود بدلہ لینے کا عزم کیے بیٹھا تھا۔ اسے سوبھراج کے پورے پروگرام کا علم تھا۔ اس نے ایک طرف سوبھراج کو واپسی پر مجبور کیا اور دوسری طرف اپنے مسلح کمانڈوز ائرپورٹ پر بھیج دیے۔ اس کا منصوبہ بے داغ تھا لیکن قسمت نے اس کا ساتھ نہیں دیا۔''

''کیوں؟'' میں نے اس کے آخری فقرے پر بری طرح چونک کر پوچھا۔

''ابھی سوبھراج کا وقت پورا نہیں ہوا۔''

''میرے لیے جلال کے وہ الفاظ وحشت انگیز تھے۔ میں نے اضطراری لہجے میں کہا ''رک کیوں گئے؟ کھل کر کیوں نہیں بتاتے کہ سوبھراج کہاں ہے۔''

''کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ کہاں ہوگا۔'' جلال کی آواز سے مایوسی مترشح تھی ''میرے آدمیوں کی دی ہوئی اطلاع کے مطابق تین راج محل کے دو ملازمین کے ساتھ اپنے آقا کے استقبال کے لیے آیا تھا۔ سوبھراج سمیت وہ کل چار نفوس تھے جو ائرپورٹ کے لاؤنج سے پارکنگ لاٹ کی طرف روانہ ہوئے تھے۔ تباہ ہونے والی مرسڈیز کی پچھلی سیٹ پر دونوں ملازمین کی خون میں نہائی ہوئی لاشیں پڑی ہوئی ہیں۔ اگلی نشستیں بھی خون آلود ہیں لیکن سوبھراج اور سنیل کا کہیں پتا نہیں ہے۔''

''کیا کہہ رہے ہو!'' میں بے ساختہ بول پڑا۔

''یہ حقیقت ہے۔ سوبھراج پر اوچھے وار کے نتائج بہت بھیانک ہوسکتے ہیں۔'' جلال کی آواز بوجھل تھی ''میں سمجھ رہا تھا کہ یہ غلطی تم سے سرزد ہوئی ہے۔ اگر وہ حملہ ٹنک کے بھیجے ہوئے کمانڈوز نے کیا تھا تو ان کی کارکردگی شرمناک تھی۔''

''مرسڈیز اور موٹر سائیکل۔ دونوں گاڑیاں خاصی رفتار سے دوڑ رہی تھیں۔ ایک چلتی ہوئی موٹر سائیکل سے دوسری دوڑتی ہوئی گاڑی میں بیٹھے ہوئے افراد کو تاک کر نشانہ بنانا آسان نہیں ہوتا۔'' میں نے جائے واردات کے منظر کو اپنے ذہن میں تازہ کرتے ہوئے کہا ''ایک بار نشانہ خطا ہونے کے بعد پلٹ کر اس کا ازالہ کرنے کی کوئی گنجائش نہیں رہی تھی کیونکہ فائرنگ ہوتے ہی مرسڈیز سڑک سے اتر کر درختوں سے ٹکرا گئی تھی۔ ہوسکتا ہے کہ بوکھلاہٹ میں اسٹیئرنگ ہی ان کے ہاتھ سے نکل گیا ہو۔''

''بات قابل فہم ہے۔ دوسری مجبوری یہ بھی تھی کہ تمہاری گاڑی ان کے پیچھے لگی ہوئی تھی۔ وہ رکتے یا پلٹتے تو تم لوگوں سے ان کا آمنا سامنا ہونا ضروری تھا۔ ان کے منصوبے میں ایسی کسی کوشش کی گنجائش نہیں تھی۔''

''یہ تو ان سے بڑی چوک ہوگئی ہے۔''

''ٹنک نے اپنا منہ کالا کیا ہے۔'' ریسیور پر جلال کی متاسفانہ آواز ابھری ''وہ لوگ اسے آسانی سے مار سکتے تھے لیکن یہ مغرور اور متکبر ہیں۔ انہیں اپنی قوت پر گھمنڈ ہے کہ ان کا کیا ہوا ہر کام یقینی طور پر درست ہوگا۔''

''اب راج محل کی خبر لو۔ وہ جائے واردات سے بھاگ کر سیدھا اپنے گھر گیا ہوگا۔'' میں نے اسے مشورہ دیا۔

''میں نے وہ گاڑی نہیں دیکھی۔ میرے آدمیوں کا کہنا ہے کہ اگلی سیٹیں تازہ خون سے بھری ہوئی تھیں۔ وہ دونوں مرے نہیں تو بری طرح زخمی ضرور ہوئے ہوں گے۔ میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ ایسی حالت میں وہ وہاں سے کیسے غائب ہوگئے۔''

''موت کی دہشت بہت بری ہوتی ہے۔ سوبھراج نے حملہ کرنے والوں کو دیکھتے ہی سمجھ لیا ہوگا کہ اب اس کے... کریرسٹ اس کے لہو کے پیاسے ہوگئے ہیں۔ وہ اپنی ساری قوت مجتمع کر کے وہاں سے نکل گیا۔''

''نکل گیا لیکن بچ کر جائے گا کہاں۔'' جلال کی آواز حسرت آمیز غصے سے مغلوب ہوگئی۔

''میں پھر کہہ رہا ہوں کہ کسی کو راج محل کی طرف دوڑا دو۔ ایسی ابتر حالت میں وہ اپنے گھر کے سوا اور کہیں نہیں جاسکتا۔''

''میرے آدمیوں کا جائے واردات پر رکنا خطرناک تھا۔'' جلال کی مضمحل آواز ابھری ''یہ سارا پلاٹ بہت مکاری کے ساتھ تیار کیا گیا ہے۔ وہ وہاں رکے رہتے تو سوبھراج پر قاتلانہ حملے کا الزام ان ہی کے سر ڈال دیا جاتا۔ میں نے ان سے کہہ دیا کہ وہ وقت ضائع کیے بغیر وہاں سے راج محل کی طرف چلے جائیں۔''

Downloaded from https://paksociety.com

''یہ بدترین اور اعصاب شکن خبر ہے کہ وہ زندہ بچ گیا!''

''میرے حساب سے اسے زندہ رہنا چاہیے تھا۔'' جلال کی آواز دھیمی اور تفکر آمیز تھی۔ ''اس جیسے غداروں کو سسک سسک کر جینا چاہیے تاکہ وہ دوسروں کے لیے عبرت کا کچھ سامان پیدا کرسکیں.....''

''یہ درست ہے۔'' میں نے اس کی بات کاٹ کر اس سے اتفاق کرتے ہوئے کہا ''اسے بدترین خوف و ہراس کے عالم میں زندہ رہنا چاہیے تھا لیکن اس پر حملہ کرنے کی حماقت کی گئی تھی تو پھر اسے جہنم واصل ہوجانا چاہیے تھا۔ قاتلانہ حملے میں بچ نکلنے سے اس کی ڈوبتی ہوئی ساکھ کو زبردست سہارا ملے گا۔''

''وہ اپنی مظلومیت کا ڈھونگ رچا کر کوئی طوفان کھڑا کرسکتا ہے۔''

''اس کا سب سے زیادہ نقصان تمہیں پہنچے گا۔ ہوسکتا ہے کہ تمہیں اپنی کوششوں کے مناسب نتائج حاصل نہ ہوں۔''

''کن کوششوں کی بات کررہے ہو؟'' جلال کی آواز سے ظاہر ہورہا تھا کہ اس وقت اس کا ذہن کہیں اور بھٹک رہا تھا۔

''اس کی مراعات کے خاتمے اور وارنٹ کے اجرا کی بات کررہا تھا۔'' میں نے اسے یاد دلانے کی کوشش کی۔

''ناکام قاتلانہ حملے سے یہ دونوں کام واقعی متاثر ہوں گے۔ وہ سیاسی حلقوں میں خاصا اثر و رسوخ رکھتا ہے۔ اپنے ہمدردوں کو یہ باور کرانے میں کامیاب ہوجائے گا کہ کچھ طاقتیں اسے ہر قیمت پر سیاسی منظر سے ہٹانے پر تل گئی ہیں۔''

''میرا مدعا بھی یہی تھا۔'' میں نے آہستگی سے کہا۔

''میں ابھی ان لوگوں کی مکاری کی بات کررہا تھا جو درمیان میں ادھوری رہ گئی۔'' جلال نے کچھ یاد کرتے ہوئے کہنا شروع کیا ''نک کے بھیجے ہوئے آدمی اپنا کام کرکے بھاگ گئے۔ نک یہ جانتا ہے کہ اس وقت تم سوبھراج کی راہ پر لگے ہوئے ہو۔ سوبھراج کے کیس میں ہماری اور دوسری ایجنسیوں کی دلچسپی بھی اس سے مخفی نہیں ہوگی۔ ان میں سے جو بھی مرسڈیز والوں کی مدد کے لیے وہاں رکا، وہ بے موت مارا جائے گا۔ یہاں کے حالات ایسے ہوچکے ہیں کہ اس حملے کا الزام اسی ایجنسی کے سر آجائے گا۔''

''میرے ذہن میں اندیشہ موجود تھا۔ اسی لیے میں ایک لمحے کے لیے بھی وہاں نہیں رکا۔'' میں نے اسے آگاہ کیا۔

''غنیمت ہے کہ میں نے بھی بروقت اپنے آدمیوں کو وہاں سے ہٹادیا۔ دوسروں کے بارے میں کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ کیا کررہے ہوں گے۔''

''اس وقت سب کو دورہ کرتما شاد یکھنا چاہیے۔''

''یہ وقت صرف پولیس کے آگے آنے کا ہے۔'' اس بارے میں جلال کا ذہن بالکل صاف تھا۔ ''ایسے معاملات سے وہی لوگ نمٹتے ہیں۔ وردی والوں کی دخل اندازی کی صورت میں کسی الزام تراشی کی نوبت نہیں آسکے گی۔''

''وردی والوں کی بات نہ کرو۔'' میں نے اس کے ذہن کا بوجھ ہلکا کرنے کی نیت سے پُرمزاح انداز میں کہا ''وردی والوں کی اصطلاح فوج کے لیے بھی استعمال کی جاتی ہے۔ اس کیس میں صرف پولیس کا نام آنا چاہیے۔ شہر میں ہونے والے ہر حادثے کی چھان بین ان ہی لوگوں کی ذمے داری ہوتی ہے۔ وہ رویٹین میں خود دیکھیں گے کہ مرسڈیز کے بقیہ دو سوار کہاں غائب ہوگئے۔''

''جب تک سوبھراج کے بارے میں کوئی خبر نہیں مل جاتی، میں ذہنی پراگندگی کا شکار رہوں گا۔ کاش! وہ حرام زادہ سیدھا راج محل ہی گیا ہو۔''

''تو کیا وہ کہیں اور بھی جاسکتا ہے؟'' میں نے تیکھے لہجے میں پوچھا۔

''زخم کھایا ہوا ناگ اپنے بل میں واپس نہیں جاتا.....''

''وہ ناگ نہیں، ایک انسان ہے۔ اپنی دانست میں ابھی تک معزز اور معتبر بنا ہوا ہے۔ اسے شاید تمہاری کوششوں کی سن گن بھی نہ ملی ہو۔ حملہ آوروں کو دیکھ کر اگر اس نے یہ رائے قائم کرلی کہ کسی وجہ سے نک اس کی جان کا دشمن ہوگیا ہے تو پھر وہ یہاں کے قانون کی پناہ لینے کی کوشش کرے گا۔ اپنے رابطوں کو تیزی سے حرکت میں لانے کے لیے راج محل اس کا بہترین ٹھکانا ثابت ہوسکتا ہے۔ راج محل کی چار دیواری میں اسے آسانی سے نشانہ نہیں بنایا جاسکتا۔''

''خدا کرے کہ تمہارے اندازے درست ثابت ہوں۔''

''میں منتظر رہوں گا۔ کہیں سے کوئی بھی خبر ملے تو مجھے بلا تاخیر آگاہ کرنا۔''

''شاید تم ابھی تک راستے میں ہی ہو!'' میں نے اپنا قیاس ظاہر کیا۔

''سلطان شاہ نے ابھی گاڑی راشد منہاس روڈ سے یونیورسٹی روڈ پر موڑی ہے۔ چند منٹ بعد ہم گھر پہنچ جائیں گے پھر میں وہی رہوں گا۔''

''میں خود بھی نکل رہا ہوں۔ میدان میں اترے بغیر

Downloaded from https://paksociety.com

حالات کا صحیح اندازہ نہیں ہو سکے گا۔ تھوڑی دیر بعد صورت حال واضح ہو جائے گی۔''

''کیا وہ بچ گیا؟'' موبائل فون پر جلال سے بات ختم ہوتے ہی سلطان شاہ نے مضطربانہ لہجے میں سوال کیا۔

''نہ صرف بچ گیا بلکہ جائے حادثہ سے سنیل سمیت غائب ہے۔'' میں نے فکرمندانہ لہجے میں اسے آگاہ کیا۔

جلال کے ذریعے ملنے والی وہ خبر واقعی فکروتشویش کا باعث تھی۔ اس وقت تک ہماری حکمتِ عملی یہ رہی تھی کہ سوبھراج کو اپنے خلاف ہونے والی درونِ پردہ تیاریوں کی بھنک نہ مل سکے تاکہ وہ پوری بے فکری کے ساتھ پاکستان واپس آنے کا پروگرام بنا سکے۔

اس کی بنکاک سے واپسی تک اسے صرف یہ معلوم تھا کہ میں ڈینی کے روپ میں اس کے پیچھے لگا ہوا تھا۔ وہ اپنے اس دشمن سے خائف ضرور تھا لیکن یہ جانتا تھا کہ میں زیرزمین ہونے کی وجہ سے اس کے خلاف کھل کر کوئی قدم نہیں اٹھا سکوں گا جو کچھ کروں گا قانون سے بالاتر ہو کر اچانک کر گزروں گا۔

اپنے اس خوف کے ازالے کے لیے اس نے مجھ سے ایک سمجھوتا کر لیا تھا جس کی رو سے اسے پاکستان آنے کے بعد دو روز تک چھوٹ ملنی تھی۔

اس نے واپسی کا فیصلہ کرنے سے پہلے اپنی دانست میں ہر خطرے کا سدِباب کر لیا تھا۔ پیچیدہ والا معاملہ ذرا پیچیدہ تھا لیکن اسے یقین رہا ہوگا کہ وہ اپنے اثر و رسوخ سے کام لے کر اس معاملے کو دبانے میں کامیاب ہو جائے گا۔

ان تمام احتیاطی تدابیر کے بعد اس نے بہت خاموشی اور راز داری کے ساتھ، ایک عام مسافر کے بھیس میں پاکستان واپس آنے کا فیصلہ کیا تو اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں رہا ہوگا کہ کراچی کے ہوائی اڈے پر یا وہاں سے واپسی پر اسے کوئی خطرہ درپیش ہوگا۔

وہ اپنی جانب سے ہر پیش بندی کرنے کے بعد کراچی آیا تھا لیکن راستے میں وہ واقعہ پیش آ گیا جو اس کے کیا، میرے بھی سان و گمان میں نہیں تھا۔

میرا اندازہ تھا کہ سوبھراج ایک ذہین مجرم تھا۔ وہ عقل سے عاری ہوتا تو اپنی زیرزمین سرگرمیوں کے سہارے پاکستانی سیاست میں کوئی قابلِ ذکر مقام حاصل کرنے میں کامیاب نہ ہونے پاتا۔ اپنے اس صبر آزما سفر میں کہیں نہ کہیں ٹھوکر کھا کر منہ کے بل گرتا اور اپنا سارا بھرم کھو بیٹھتا۔

وہ نہ جانے کتنی مدت سے بھارتی اور امریکی ایجنسیوں کے لیے کام کر رہا تھا لیکن کسی کو اس کے جرائم کی بھنک نہیں مل سکی تھی۔ حد یہ ہے کہ جلال جیسا زیرک اور باخبر سرکاری افسر بھی اپنی ناک کے نیچے پروان چڑھنے والے اس سیاسی بدمعاش کے سیاہ کرتوتوں سے یکسر بے خبر رہا تھا۔

سوبھراج سے یہ امید نہیں کی جا سکتی تھی کہ وہ مرسڈیز پر فائرنگ کرنے والے، موٹر سائیکل سواروں کی صورتیں دیکھ لینے کے بعد بھی صورتِ احوال کا صحیح اندازہ لگانے میں ناکام رہا ہو۔ سفید فام امریکی کمانڈوز کے چہرے دیکھتے ہی اس نے سمجھ لیا ہوگا کہ وہ کن لوگوں کے ناگہانی عتاب کی زد میں آیا ہوا تھا۔

وہ ایک پوشیدہ محاذ تھا۔ اپنے امریکی دشمنوں کا تعین کر لینے کے بعد سوبھراج کے دل میں مقامی قانون اور دشمنوں کا کوئی خوف نہیں ہونا چاہیے تھا۔ منطقی طور پر اسے راج محل کی محفوظ چار دیواری میں پہنچ کر محصور ہو جانا چاہیے تھا۔

وہ وہاں رہتا تو ہم ریاستی طاقت کے بل بوتے پر کسی بھی وقت اس کی گردن ناپ سکتے تھے۔ شرط صرف اتنی تھی کہ اس کو ملی ہوئی مراعات کا خاتمہ ہو جاتا۔

سلطان شاہ میرا اہم خیال تھا۔ اس کی رائے میں سوبھراج کے بارے میں جلال کی فکرمندی غیر ضروری تھی۔

گھر پر اول خان بہت اچھے موڈ میں ویرا سے فلپنی سیکھنے کی کوشش میں مصروف تھا۔ غزالہ ان کے ساتھ بیٹھی، دلچسپی سے یہ کھیل دیکھ رہی تھی

ہمارے گھر پہنچتے ہی اول خان نے سارے کارڈ ملا دیے اور ہنستے ہوئے بولا ''اپنے مہمان کو گھر پہنچا کر آئے یا اس کی صورت دیکھ کر لوٹ آئے۔''

''امریکی بہت منتقم مزاج ہیں.....'' میں نے ایک گہرا سانس لے کر اپنی بات شروع کی تھی کہ ویرا نے مجھے آگے بولنے کا موقع نہیں دیا۔

''منتقم مزاج ہونے کے ساتھ وہ کینہ پرور بھی ہوتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ نک کے آدمی بھی سوبھراج کے استقبال کے لیے پہنچے ہوئے تھے۔''

''پتا نہیں تم دوسروں کی بات کاٹ کر اپنی قابلیت بگھارنے پر کیوں تلی رہتی ہو۔'' سلطان شاہ نے اسے گھورتے ہوئے کہا ''ڈینی کی پوری بات سن لینے میں کیا حرج تھا۔''

''ویرا اس سے الجھنے کے بجائے خلاف توقع مسکرا دی اور بولی ''سوری! ہاں تو تم اس کے بارے میں کیا بتا رہے تھے؟''

اس کا تخاطب مجھ سے تھا۔ میں نے بہت اختصار سے

Downloaded from https://paksociety.com

سوبھراج کا واقعہ دہرا دیا۔

''اچھا ہوا کہ وہ آپس میں ٹکرا گئے۔'' غزالہ نے بے ساختہ کہا ''اب آپ کو سوبھراج سے الجھنے کی ضرورت نہیں۔ دور سے اس کا تماشا دیکھتے رہیں۔''

''مجھے حیرت ہے کہ امریکی کمانڈوز ایسے ٹکے ہوگئے ہیں کہ ان کے نشانے بھی خطا ہونے لگے ہیں۔'' ویرا بولی ''ان کی ایک گولی نشانے پر لگتی اور سوبھراج کا قصہ ہمیشہ کے لیے نمٹ جاتا۔ اب وہ ہوشیار ہوگیا ہے۔ اس پر دوسرا وار کرنا اتنا آسان نہیں رہے گا۔''

''کمانڈوز ہوں یا عام فوجی، ان کو صرف ان کا جذبہ لڑاتا ہے۔'' غزالہ نے ناصحانہ لہجے میں کہا ''کوئی واضح قومی مقصد سامنے... ہو تو یہ لوگ محیر العقول کارنامے انجام دیتے ہیں۔ پرائی سرزمین پر بے مقصد خوں ریزی کرتے ہوئے ان کے ذہنوں کے نہاں خانوں میں کہیں نہ کہیں احساسِ جرم ضرور موجود ہوتا ہے جو انہیں لے ڈوبتا ہے۔ وہ کسی روبوٹ کی طرح حکم کی تعمیل کرتے ہیں۔ ہر قیمت پر اپنا مشن پورا کرنے کا جذبہ مفقود ہوتا ہے۔''

''یہ بحث بے کار ہے۔'' اول خان نے گفتگو میں حصہ لیتے ہوئے کہا ''اصل بات اتنی سی ہے کہ نک کی طرف سے کیا گیا ایک وار ناکام ہوگیا۔''

''اب نک کو اس پر دوسرا وار کرنے کا شاید ہی موقع مل سکے۔'' ویرا نے غزالہ سے مخاطب ہو کر کہا۔

''تمہارا یہ خیال غلط ہے کہ اب ہم دور رہ کر تماشا دیکھیں گے۔ اس کو ٹھکانے لگانے کا سارا بوجھ اب ہمارے کندھوں پر ہے یا پھر جلال اسے سنبھالے گا۔''

''حیرت ہے کہ نک نے اتنی عجلت سے کام لیا!'' غزالہ شانے اچکا کر بولی۔

''یہ لوگ ہر وقت اپنے دشمنوں کو یہ باور کرانے کے چکر میں رہتے ہیں کہ یہ جو کچھ کہتے ہیں، اسے پوری قوت اور سرعت سے عملی جامہ پہنانے کی اہلیت رکھتے ہیں۔'' ویرا نے بے پروایانہ انداز میں وضاحت کی ''سوبھراج کا یہ قصور ناقابلِ معافی تھا کہ اس نے مجھے پکڑ لینے کے باوجود، اپنی حماقت سے کھو دیا اور نک وغیرہ کو آخر تک کسی بات کی ہوا نہیں لگنے دی۔''

''اب تمہارا کیا ارادہ ہے؟'' کچھ دیر کی فکر انگیز خاموشی کے بعد اول خان نے مجھ سے پوچھا۔

''ابھی میرا ذہن ماؤف ہے۔'' میں نے کھلے دل سے اعتراف کیا ''اس واقعے سے مجھے شدید ذہنی جھٹکا لگا ہے۔ سوبھراج کے بارے میں کہیں سے کوئی تازہ ترین خبر ملے تو آگے کچھ سوچا جائے گا۔''

''خبر کیا آئے گی۔ راج محل کے سوا اور کہاں جاسکتا ہے۔''

''میرا بھی یہی اندازہ ہے لیکن مجھے اس کی تصدیق کا انتظار ہے۔''

''تصدیق بھی ہوجائے گی۔ تمہیں اپنا ذہن بنالینا چاہیے۔ نک کی ناکامی کے بعد سوبھراج کو ڈھیل دینا خطرناک ثابت ہوگا۔''

''میں تمہاری ہم خیال ہوں۔'' ویرا بولی ''اسے جتنی زیادہ مہلت ملے گی، اسے اندازہ ہوتا چلا جائے گا کہ وہ چاروں طرف سے کیسے سنگین خطرات میں گھرا ہوا ہے۔ اسے ہر طرف سے مایوسیوں کا اندھیرا پھیلتا نظر آئے گا تو وہ کوئی انتہائی قدم اٹھالے گا۔''

''تمہاری دانست میں اس کا انتہائی قدم کیا ہوسکتا ہے؟'' میں نے ویرا کی طرف تکتے ہوئے پُرخیال لہجے میں پوچھا۔

''وہ پاکستان سے بھاگ سکتا ہے۔'' ویرا کے پاس جواب تیار تھا۔

''تم بھول رہی ہو کہ جلال نے اس کا اور سنیل کا نام ایگزٹ کنٹرول لسٹ میں شامل کروانے کا بندوبست کیا ہوا ہے۔'' میں نے اسے یاد دلایا۔

''ایسی فہرستیں صرف شرفا کی راہ روک سکتی ہیں۔ مجرمانہ ذہن رکھنے والے اور جرائم پیشہ لوگوں کے لیے ایسی فہرستوں کی کوئی وقعت نہیں ہوتی۔ اس نے کوئی فیصلہ کرلیا تو پھر چپکے سے سرحد پار نکل جائے گا۔ تم ہاتھ ملتے رہ جاؤ گے۔''

''ویرا ٹھیک کہہ رہی ہے۔'' سلطان شاہ نے اس کی تائید کی ''قانون ایسے لوگوں کی راہ نہیں روک سکتا۔ پاکستان میں شراب کی درآمد پر سخت پابندی ہے لیکن دیکھ لو کہ ویرا کو چور بازار سے ہر برانڈ کی شراب بہ آسانی مل جاتی ہے۔ جب ایسی چیزیں ملک میں آسکتی ہیں تو انسانوں کا باہر جانا کیا مشکل ہے۔ انسانی اسمگلنگ کی مقامی اور بین الاقوامی خبریں آئے دن اخبارات کی زینت بنتی رہتی ہیں۔''

اول خان بے ساختہ ہنس پڑا ''تم کو ہر بات میں ویرا کی مثال ضرور نظر آتی ہے۔ اس وقت اس کی شراب کا کیا ذکر تھا!''

''میرے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ جب بے جان اور بے روح چیزوں کی غیر قانونی آمد و رفت ہوتی رہتی ہے تو انسان

Downloaded from https://paksociety.com

جیسی چالاک اور جان دار مخلوق کو کون روک سکتا ہے۔'' سلطان شاہ نے اپنی بات کی وضاحت کی۔

''وہ اپنا سب کچھ چھوڑ دے گا۔'' غزالہ نے بے یقینی سے پوچھا۔

''ہوا خیزی ہونے کے بعد جب جان پر بنتی ہوئی نظر آئے تو انسان سب کچھ کر گزرتا ہے۔ ہر چیز کی محبت اسی وقت تک رہتی ہے جب تک جان کی پوری پوری امان حاصل ہو۔ آڑے وقت میں آدمی مال و دولت سمیت کسی چیز کی پروا نہیں کرتا۔'' اول خان نے مربیانہ انداز میں غزالہ کو سمجھاتے ہوئے کہا۔ وہ دوبارہ بہت سنجیدہ ہو چکا تھا۔

میرے لیے ان لوگوں کی وہ باتیں تشویش انگیز تھیں۔ وہ بالکل بے سروپا خدشات نہیں تھے۔ ان میں بڑی جان نظر آ رہی تھی۔ میں نے بہت سے پاپڑ بیل کر سوبھراج کو ایک بار تو بنکاک سے کراچی واپس بلوا لیا تھا۔ وہ دوسری بار پاکستان سے بھاگتا تو اسے واپس لانا ممکن نہیں رہتا کیونکہ نک جیسا ترپ کا پتّا ناکارہ ہو چکا تھا۔

پھر ہم پانچوں ہی خاموش ہو گئے۔ سوبھراج کے ساتھ پیش آنے والے غیر متوقع واقعے نے سب ہی کے اعصاب پر اثر ڈالا تھا اور ہر ایک اس بارے میں اپنی اپنی فکر میں ڈوبا ہوا تھا۔

''بی گن کا کیا بنا؟'' خاموشی کے طویل ہوتے ہوئے وقفے کو میں نے ہی چونک کر توڑا۔ مجھے اچانک نک کا دیا ہوا ہتھیار یاد آ گیا تھا۔

''اس کے بارے میں میرے شبہات درست ثابت ہوئے۔'' اول خان سے پہلے ویرا فخر آمیز لہجے میں بول پڑی ''وہ کیمیائی گن ضرور ہے لیکن اس میں کچھ الیکٹرانک آلات بھی پوشیدہ ہیں جن کے ذریعے ان کو ہر لمحے اس گن کی پوزیشن کا علم ہوتا رہے گا۔ ان آلات کے دوسرے خواص اس وقت تک معلوم نہیں ہو سکتے جب تک بی گن کو توڑ کر وہ آلات حسّاس مشینوں پر نہ جانچے جائیں۔ میرا پہلے ہی ماتھا ٹھنکا تھا کہ نک کو اس گن کے بارے میں تم کو اتنا کچھ بتانے کی کیا ضرورت تھی۔ وہ چاہتا تھا کہ تم ہر وقت اپنے ساتھ اسے لیے پھرتے ہو۔''

''وہ اپنے تحفظات کے ساتھ تم سے مل رہے ہیں۔'' اول خان نے کہا ''لیکن ان کے ذہن کرنل داور کی طرف سے صاف نہیں ہیں۔ یہ ایک خطرناک بات ہے۔''

''گن کہاں ہے؟'' میں نے سپاٹ لہجے میں پوچھا۔

''وہ اسٹیشن فور پر محفوظ ہے۔'' اول خان نے اطمینان سے کہا۔

''سب کچھ درست ہے لیکن پھر بھی مجھ سے ایک غلطی ہو چکی ہے۔'' میں نے اول خان کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے آہستگی سے کہا۔

''وہ کیا؟''

''میں نک سے ملنے کے بعد اس گن کو لے کر سیدھا یہاں چلا آیا اور ہم سب اس کے بارے میں کھل کر باتیں کرتے رہے۔ اگر گن کے خول میں کوئی صوتی آلہ بھی نصب ہے تو ہماری وہ کھلی کھلی باتیں سنی گئی ہوں گی.....''

''ایسے دور دراز کے اندیشوں میں پڑ کر خود کو ہلکان مت کرو۔'' اول خان نے میرے شانے پر ہاتھ مار کر کہا ''بس ایک بات یقینی ہے کہ یہ علاقہ ان کی نظروں میں آ گیا ہوگا۔''

''علاقہ نہیں، گھر بھی نظروں میں آ سکتا ہے۔'' ویرا نے کہا ''گلوبل پوزیشننگ سسٹم سے منسلک چپس کے ذریعے دس پندرہ گز کی حد میں کسی بھی مقام کی صحیح نشاندہی ہو سکتی ہے۔''

''کسی نے جان بوجھ کر کوئی غلطی نہیں کی۔ جو ہونا تھا وہ ہو گیا۔ اسے واپس نہیں لوٹایا جا سکتا۔ اس پر سر کھپانے کے بجائے آگے کی بات سوچو۔''

''انہیں کرنل داور پر شبہ ہے تو وہ کسی وقت اس گھر کا رخ بھی کر سکتے ہیں۔'' ویرا نے اپنا خدشہ ظاہر کرتے ہوئے کہا۔

''ضرور آئیں۔ اللہ نے چاہا تو منہ کی کھا کر بھاگیں گے۔'' اول خان نے جواب دیا۔

''برا نہ مانو تو ایک ذاتی سوال پوچھ لوں۔'' ویرا نے کہا۔

''ضرور پوچھو۔ میں خوشی سے اس کا جواب دوں گا۔'' اول خان بولا۔

''تم اللہ پر بہت زیادہ توکل کرتے ہو مگر عملی طور پر بہت زیادہ مذہبی نظر نہیں آتے۔ یہ بات ایک عرصے سے میرے ذہن میں کھٹک رہی تھی لیکن تم سے کچھ پوچھتے ہوئے میں ہچکچاتی تھی۔ میں خود مذہب سے بہت دور بلکہ بڑی حد تک لاتعلق ہوں اس لیے خود کو کسی اور کے طور طریقوں کے بارے میں سوال کرنے کا حق دار نہیں سمجھتی!''

''تم نے کیسے سمجھ لیا کہ میں مذہب سے دور ہوں۔'' اول خان نے مسکرا کر سوال کیا۔

''غزالہ اپنے کمرے میں باقاعدگی سے نماز پڑھتی ہے۔ سلطان شاہ گھر پر موجود ہوتا ہے تو ہر جمعے کی دوپہر بہت اہتمام سے مسجد جاتا ہے۔ کبھی کبھار گھر پر بھی نماز پڑھ لیتا ہے۔ حد یہ ہے کہ شراب نوشی ترک کرنے کے بعد ڈینی نے بھی کسی کسی جمعے کو مسجد جانا شروع کر دیا ہے مگر میں نے تمہیں کبھی نماز

Downloaded from https://paksociety.com

ہلتے ہوئے نہیں دیکھا۔''

''خوب!'' اول خان نے ایک قہقہہ لگا کر کہا ''تمہارا مشاہدہ بہت اچھا ہے۔ دراصل یہ تینوں دن رات تمہارے ساتھ رہتے ہیں، ان کے معمولات تمہارے سامنے ہیں۔ میں الگ گھر میں رہتا ہوں۔ میرے بارے میں میری بیوی بچے زیادہ جانتے ہیں۔ میں عبادت میں نمائش یا دکھاوے کا قائل نہیں ہوں۔ وقت ہوتا ہے تو مسجد میں نماز پڑھ لیتا ہوں۔ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ نماز کا وقت نکل گیا ہو اور میں یہاں بیٹھا رہ گیا ہوں۔ وقت نکلنے سے پہلے میں خاموشی سے اٹھ کر چلا جاتا ہوں۔ ایک سپاہی کی تربیت میں عبادت اور تزکیہ نفس کا بنیادی کردار ہوتا ہے۔ میں ابتدا سے اس کا عادی ہوں۔''

''اچھا ہوا کہ آج یہ بات بھی صاف ہوگئی۔'' سلطان شاہ فضا میں ہاتھ لہرا کر بولا ''پتا نہیں ویرا اپنے دل میں کیا کچھ سوچتی رہی ہوگی۔''

''سوچتی رہے۔ یہ خالق اور مخلوق کا معاملہ ہے۔ اس میں کسی کو ویرا کی تصدیق کی ضرورت نہیں ہے۔'' میں نے رکھائی سے کہا۔

''اس بے چاری کے بارے میں ایسا نہ کہو۔'' سلطان شاہ بولا ''اس نے تمہارے نمازی ہونے کی تصدیق کی ہے۔''

''اس بے چاری کو تم ہی چارا ڈالتے رہو۔ مجھے اس کی کسی تصدیق یا تردید کی پروا نہیں ہے۔ میں جو ہوں وہی رہوں گا۔''

ہماری وہ جھڑپ وہیں ختم ہوگئی۔ میرے موبائل کی دھیمی گھنٹی نے سب کو خاموش ہوجانے پر مجبور کردیا تھا۔

''ہاں نک! کیا حال ہے؟'' میں نے اس کی آواز پہچان کر خوش دلی سے پوچھا۔

''کرنل! تمہاری تیاری مکمل ہے؟'' نک کی آواز سے سنجیدگی مترشح تھی۔

''کس بارے میں؟'' میں نے تجاہلِ عارفانہ سے کام لیتے ہوئے پوچھا۔

ٹھہریئے اپنی ناک کا آپریشن کرانے سے پہلے

جدید ہومیو پیتھک سائنسی تحقیق اور تجربہ سے تیار کردہ انتہائی زود اثر دوا

Naricol Tablet

ایک ہفتے ضرور استعمال کر کے دیکھیں انشاء اللہ ضرور شفا ہوگی

نزلہ دائمی ہو یا الرجک یا موسمی تبدیلیوں سے ناک کی ہڈی یا گوشت کے بڑھنے سے ہو سر درد مستقل ہو ناک بند ہونا یا سانس لینے میں دشواری کیلئے مجرب دوا ہے۔

اسٹاکسٹ:

ہاشمی ہومیو اسٹور ناظم آباد بورڈ آفس فون نمبر: 6614030
انصاری ہومیو اسٹور ناظم آباد، بورڈ آفس: 6681127
شامی ہومیو ڈرگ بنک سکندر پور پشاور سٹی **2571776**
ظفر ہومیو اسٹور اقبال پلازہ ناگن چورنگی نارتھ کراچی 6946508
صوفی ہومیو اسٹور آرام باغ روڈ کراچی
انشاء اللہ میڈیکل اسٹور النصیر اسکوائر ایف بی ایریا
مہر اسپیکس آرام باغ روڈ، کراچی: 2628814
احمد ہومیو اسٹور یو پی نارتھ کراچی: 6957528
شیراز ہومیو پیتھک اسٹور اینڈ کلینک 34 نکسن روڈ لاہور فون: 042-6369691-93
مسلم ہومیو پیتھک اسٹور لیچمت روڈ حیدر آباد فون: 720208
نیو محمدی ہومیو اسٹور گلشن اقبال بالمقابل اردو سائنس کالج کراچی
النجمت ہومیو کلینک اینڈ اسٹور 5 عبداللطیف خان پلازہ منڈیاں ایبٹ آباد
لائف ہومیو اسٹور آرام باغ روڈ کراچی

ایک ماہ کا کورس 180 روپے۔ گھر بیٹھے V.P پارسل منگوانے کیلئے خط لکھیں
مرض کی تشخیص وعلاج ریڈیونک کمپیوٹری کی مدد سے (خون یا تھوک کے نمونے سے ٹیسٹ)
دیگر امراض کے لئے خط وکتابت بالمشافہ ملاقات کے لئے کلینک پر رابطہ کیا جاسکتا ہے

ہومیو ڈاکٹر شوکت علی (پینل۔ اسٹیٹ بینک آف پاکستان)

مہوش اپارٹمنٹس شاپ نمبر 2 SC-19 بلاک N نارتھ ناظم آباد کراچی ٹیلی فون نمبر: 6647312 موبائل 0300-9229413
E-mail: hdr_shoukatali@hotmail.com (صبح 11 سے 1 شام 6 سے 10) کلینک کے اوقات

Downloaded from https://paksociety.com

''ہمارے درمیان صرف ایک ڈیل ہے سوبھراج اور ڈینی' تم ڈینی کو کتنی دیر میں میرے حوالے کر رہے ہو؟''

''اتنی بے صبری سے کام نہ لو۔ سوبھراج کو آجانے دو.....''

''سوبھراج آچکا ہے۔'' نک نے میری بات کاٹ کر کہا ''اور ائر پورٹ سے آتے ہوئے، راستے میں اپنے تین ملازموں سمیت مارا گیا ہے۔''

مجھے حیرت ہوئی کہ اس اہم ترین معاملے میں اس کی معلومات ادھوری تھیں۔ اپنے آدمیوں کے حملے کو سوبھراج کا انجام سمجھ کر وہ مجھے فون کر بیٹھا تھا۔

''اسے کس نے مار دیا؟'' میں نے انجان بن کر پوچھا۔

''یہ غیر ضروری سوال ہے۔ اسے مرنا تھا اور وہ مار دیا گیا۔''

''میں تمہاری اس اطلاع پر کیسے اعتبار کرلوں؟''

''کیا میرا کچھ کہہ دینا کافی نہیں ہے!'' اس کی آواز ترش ہوگئی۔

صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ جائے واردات کی تازہ ترین صورتِ حال سے بے خبر تھا۔ اس نے اپنے کمانڈوز کی دی ہوئی اس اطلاع کو درست مان لیا تھا کہ وہ سوبھراج اور اس کے ملازموں کو راستے میں بے دردی سے مار آئے تھے۔

میرا دل چاہا کہ اسے صحیح صورت احوال بتا کر شرمندہ کروں لیکن وہ بہت نازک معاملہ تھا۔ میری طرف سے اتنی زیادہ باخبری کا اظہار اس کے دل میں شبہات پیدا کرسکتا تھا۔ بہتر یہی تھا کہ اس کی کہی ہوئی باتیں سنی جائیں۔ اس وقت اس کا دماغ اونچا اڑ رہا تھا۔

''اگر تمہاری دی ہوئی اطلاع درست ہے تو تھوڑی دیر میں یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح شہر میں پھیل جائے گی۔''

''تم بے اعتباری ظاہر کر کے میری توہین کر رہے ہو۔''

''یہ تمہاری سوچ کا قصور ہے۔ تم نے خود زور دے کر کہا تھا کہ سوبھراج کی آمد کی اطلاع مجھے اخباروں سے ملے گی۔ اب تم اس کی موت کی خبر سنا رہے ہو۔''

''تمہیں بتا دیا گیا تھا کہ اس کی غداری ناقابل معافی تھی۔ کسی کو سزا دینے کا فیصلہ کرلیا جائے تو ہم اس پر عمل کرنے میں دیر نہیں کرتے۔''

''اسے تمہارے آدمیوں نے مارا ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''یہ بھی غیر ضروری سوال ہے۔ ان باتوں سے تمہیں کوئی سروکار نہیں ہونا چاہیے۔ تم اس کی واپسی کے خواہاں تھے۔ وہ واپس آچکا ہے.....''

''میں پھر کہوں گا کہ ذرا انتظار کرو۔ میں زیادہ دیر نہیں لگاؤں گا۔ تمہاری دی ہوئی بی گن میرا کام بہت آسان کردے گی۔''

''کیا وہ بی گن اس وقت بھی تمہارے پاس ہے؟'' اس کا سوال اشتباہ آمیز تھا۔

''میں اسے اپنے گلے میں لٹکائے نہیں پھر رہا۔ وہ ایک بے مثال ہتھیار ہے۔ میں نے اسے احتیاط سے ایک محفوظ مقام پر رکھ دیا ہے۔ ضرورت کے وقت اسے نکال لوں گا۔''

''وہ گن تمہیں رکھنے کے لیے نہیں دی گئی تھی۔'' اس کا وہ جلا کٹا تبصرہ بالکل بے ساختہ تھا۔ وہ کہہ رہا تھا ''جب تک ڈینی کا قصہ پاک نہیں ہوجاتا، اسے تمہارے پاس رہنا چاہیے۔''

''تم تو اس طرح اصرار کر رہے ہو جیسے اس میں کوئی بگ لگا ہوا ہو۔'' موقع پاتے ہی میں نے پتنگی لینے والے انداز میں کہا۔

''یہ کیا واہیات باتیں کر رہے ہو۔'' میری زبان سے وہ حقیقت سن کر نک کی کھوپڑی چیخ گئی۔ ''ہمیں اس میں کوئی بگ لگانے کی کیا ضرورت تھی۔''

''نہیں ہوگی لیکن تم اس کے ساتھ رکھنے پر تو اسی طرح اصرار کر رہے ہو۔''

''میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ وہ انتہائی خفیہ اور اہم ہتھیار ہے۔ میں اس کے گم ہونے کا خطرہ مول نہیں لے سکتا۔ وہ میرے لیے ڈینی سے زیادہ قیمتی ہے۔ اسے تمہارے قبضے میں رہنا چاہیے۔ تم کو ہر حال میں اسے بہ حفاظت لوٹانا ہوگا۔''

''میں اسے اپنے گلے کا ہار نہیں بنا سکتا۔'' میں نے دو ٹوک لہجے میں کہا ''تم نے یہ باتیں پہلے بتا دی ہوتیں تو میں اسے ہاتھ بھی نہ لگاتا۔ وہ تمہیں جوں کی توں واپس ملے گی۔ تم کو معلوم ہے کہ میں کوئی راہ چلتا آدمی نہیں ہوں۔ میرے اپنے بھی کچھ وسائل ہیں۔ میں نے بی گن کی جانچ پڑتال کی ہے۔ وہ ایک مشتبہ ہتھیار ہے۔''

وہ بی گن کے بارے میں ضرورت سے زیادہ پھیل رہا تھا۔ میں نے فوری فیصلے کے تحت جارحانہ تیور اختیار کرلیے اور اسے بتا دیا کہ میں عقل سے کورا نہیں تھا۔

میرا الزام سن کر وہ چند ثانیوں تک کچھ نہ بول سکا پھر اس کی تھکی ہوئی آواز ابھری ''یہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ میں نہیں مان سکتا کہ بی گن میں کوئی ڈیوائس بھی لگی ہوئی ہے۔ ہم نے وہ ہتھیار مدد کے طور پر تمہاری حوالے کیا تھا۔''

''امریکی امداد ایسی ہی ہوتی ہے۔'' میں نے کڑوے

Downloaded from https://paksociety.com

لہجے میں کہا ''اس کے پردے میں کوئی نہ کوئی خفیہ مقصد کارفرما ہوتا ہے۔ میرے آلات نے واضح طور پر بتایا ہے کہ یہ گن سے طاقت ور ریڈیائی سگنل خارج ہو رہے ہیں۔''

میرے اس حتمی جواب نے نک کو پسپائی پر مجبور کر دیا۔ اس کی مدافعانہ آواز آئی ''تم یقین کرو کہ میں ایسی کسی ڈیوائس کے وجود سے لاعلم ہوں۔ ایڈی نے وہ گن مجھے دی اور میں نے اسے تمہارے حوالے کر دیا۔''

''ایڈی نے تمہیں دھوکا دیا ہے۔ مجھے پہلے ہی اس گن پر شبہ ہوا تھا۔ میں نے تم سے کہا تھا کہ چیونٹی کو پیر سے مسلنا ممکن ہو تو اس پر توپ کا گولا داغنے کی کیا ضرورت ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ تم لوگوں پر آنکھیں بند کر کے بھروسا کرنے کا انجام کیا ہوتا ہے۔ میں نے تمہارے پاس سے آتے ہی گن کو چیک کروایا تھا۔''

''اگر تم سچ کہہ رہے ہو تو میں تم سے شرمندہ ہوں۔''

''مجھے تم سے جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت ہے؟'' میں نے چڑچڑے لہجے میں کہا۔

''تم ہوشیار افسر ہو۔'' نک کا لہجہ کچھ کھسیایا ہوا سا تھا ''ایسے لوگ اپنی زندگی میں بہت نام پیدا کرتے ہیں اسی لیے میرے بڑے تمہارا تعاون حاصل کرنے کے خواہش مند ہیں۔ تم کو دھوکا یا فریب دینا آسان نہیں ہے۔''

''دوستی کے خواہش مند ایسی بددیانتی نہیں کرتے۔ یہ بتاؤ کہ بی گن میں نصب آلات کی مدد سے میرے بارے میں اب تک کیا معلوم کر سکے ہو۔''

''کچھ بھی نہیں۔ میں تمہارے سامنے قسم کھا سکتا ہوں کہ میرے فرشتوں کو بھی کسی بگ کا علم نہیں ہے۔''

''ایڈی بھی ایف بی آئی کا آدمی تھا۔ تم یہاں اپنے محکمے کے رہائشی نگراں ہو۔ تم لاعلم ہو۔ اس سے کیا میں یہ نتیجہ اخذ کر لوں کہ یہاں ایف بی آئی کا کوئی اور متوازی دفتر بھی چل رہا ہے جس کے وجود سے تم بے خبر ہو۔''

''ایسا نہیں ہے۔'' اس کا لہجہ پر یقین تھا۔ لمحہ بھر توقف کے بعد اس نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا ''آج کل کے آلات بہت حساس ہیں، دور دور تک کام کرتے ہیں۔ مجھے اب بھی شبہ ہے کہ بی گن میں کوئی خفیہ آلہ نصب ہوگا۔ اگر وہ لگایا گیا ہے تو ضروری نہیں کہ اس کے سگنل کراچی یا پاکستان میں ہی ریسیو کیے جائیں۔ خلائی رابطوں کے ذریعے ایسے سگنل سرحدوں سے باہر، ہزاروں میل کی دوری پر بھی وصول کیے جا سکتے ہیں۔''

''ہزاروں میل دور بیٹھے ہوئے لوگوں کو کراچی کا جغرافیہ

''قدر''

''کل بلال نے مجھے خود پیشکش کی کہ میں چاہوں تو اس سے رقم ادھار لے سکتا ہوں۔''

''تو پھر کیا تم نے رقم لے لی؟''

''نہیں..... میں نے سوچا آج کل کے زمانے میں ایسے دوست کہاں ملتے ہیں۔ میں نے ایسے دوست کو ہاتھ سے کھونا مناسب نہیں سمجھا۔''

خوبی

''آج تو وحید صاحب نے تقریر کر کے محفل ہی لوٹ لی۔''

''کس موضوع پر تقریر کی انہوں نے؟''

''موضوع تو مجھے معلوم نہیں..... بہرحال وہ صرف دس سیکنڈ بولے۔''

''کیوں''

''میری عمر نوے سال ہے..... اور امید ہے ابھی میں بیس تیس سال اور زندہ رہوں گا۔ میں نے زندگی میں کبھی کسی عورت کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھا۔ کبھی شراب یا کسی دوسرے نشے چیز کو ہاتھ نہیں لگایا۔ کبھی بے اعتدالی نہیں کی.....''

''تو پھر آپ اتنے عرصے تک کیوں زندہ رہنا چاہتے ہیں؟''

معلوم ہوگا اور نہ وہ یہ جانتے ہوں گے کہ کرنل داور کے ٹھکانے کہاں کہاں ہیں۔''

''تم کو فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں۔ یہ چیزیں معمول سے ہٹی ہوئی حرکات وسکنات کو نوٹ کرنے کے لیے استعمال ہوتی ہیں۔ کل رات سے اب تک کچھ ہوا ہوتا تو اس کی اطلاع مجھے ضرور ملتی۔ ایڈی نے یہ کام مجھ سے بالا ہی بالا کیا ہے۔ تم نے بی گن سے چھٹکارا پا لیا ہے۔ اب تم ہر طرح سے آزاد ہو۔''

Downloaded from https://paksociety.com

میرے بھڑکنے کا اندازہ لگا لینے کے بعد وہ میری دل جوئی پر اتر آیا تھا۔

''تم نے غیر ضروری طور پر گن کے خواص وغیرہ مجھے بتا کر میرے دل میں شکوک وشبہات پیدا کر دیے تھے جو آخر کار درست ثابت ہوئے۔''

''میں اپنے ڈسپلن سے مجبور تھا۔ میں نے ایک کٹھ پتلی کی طرح وہ ساری باتیں تمہارے سامنے دہرا دیں جو ایڈی نے مجھے بتائی تھیں۔''

''آخر وہ اس حرکت سے کیا مقصد حاصل کرنا چاہ رہا تھا؟''

''وہ مجھ سے مشورہ کرتا تو میں اس کی تجویز مسترد کر دیتا۔ شاید اسے امید رہی ہو کہ اس طرح اسے وہ جگہ معلوم ہو جائے گی جہاں تم نے ڈینی کو قید رکھا ہے۔ اس کے لیے تمہاری یا کسی اور کی آوازیں سننے کی ضرورت نہیں تھی۔ بس یہ معلوم کرنے کی ضرورت تھی کہ تم کہاں کہاں جاتے ہو۔ ان ہی جگہوں میں ڈینی کا قید خانہ بھی شامل ہوتا۔''

''یہ تمہارا اندازہ ہے یا تم حقائق بتا رہے ہو۔''

''یہ میرا اندازہ ہے جو حقائق سے بہت قریب ہوگا۔ میں اپنے محکمے اور اس کے افسران کے طریقہ کار سے واقف ہوں۔ میرا تجربہ وہی بتاتا ہے جو میں کہہ چکا ہوں۔''

''ایڈی ناپسندیدہ آدمی تھا۔ اس نے کراچی میں رک کر اس مفاہمت کو نقصان پہنچایا ہے جو میرے اور تمہارے درمیان پیدا ہو چکی تھی۔''

''ایڈی یہاں سے چلا گیا۔ اس کی دی ہوئی بی گن کو ایک گوشے میں ڈال کر تم نے از خود ناکارہ کر دیا۔ اب ان باتوں کو بھول جاؤ۔ ان کاموں میں ایسا ہوتا رہتا ہے۔ بعض اوقات آدمی اپنے سائے پر بھی اعتبار نہیں کرتا۔''

''میں کوئی بے نام سایہ نہیں ایک جیتا جاگتا انسان ہوں۔ سائے زیادتی ہونے پر احتجاج نہیں کرتے۔ میں اپنی آواز بلند کر سکتا ہوں۔''

''اسے نہیں تو مجھے معاف کر دو۔ اس کے چلے جانے کے بعد اب تمہارا واسطہ مجھ سے ہے۔ میں بلاوجہ کی تلخیوں سے فضا نہیں بگاڑنا چاہتا۔''

''تم کو یہ بات ایڈی کو سمجھانی چاہیے تھی۔''

''تم کو معلوم ہے کہ افسر پر تنقید کرنا کتنا مشکل کام ہوتا ہے۔ تم فوج میں رہے ہو۔ وہاں صرف حکم کی تعمیل کی جاتی ہے، کچھ کہنے سننے کی گنجائش نہیں ہوتی۔''

اس نے گفتگو کی ابتدا خاصی رعونت اور سرد مہری سے کی تھی۔ اس کے ساتھ ہر بار یہی ہوتا تھا۔ ابتدا میں وہ اپنے خول میں سمٹا رہنے کی کوشش کرتا تھا لیکن تھوڑی دیر کی زبانی اکھاڑ پچھاڑ کے بعد خود ہی راہ راست پر آ جاتا تھا۔

میں نے اس کے انداز میں پیدا ہونے والی اس خوش گوار تبدیلی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کہا ''تم نے ابھی تک یہ نہیں بتایا کہ سوبھراج کو مارنے والے کون تھے۔''

''دیکھو کرنل! تمہیں اس سے کوئی غرض نہیں ہونی چاہیے۔'' اپنی اونچی اڑان سے اتر آنے کے باوجود وہ اس بارے میں زبان کھولنے پر آمادہ نہیں تھا۔ وہ کہہ رہا تھا ''تمہاری شرط یہ تھی کہ وہ پاکستان واپس لوٹ آئے تاکہ تم اس سے اپنا حساب بے باق کر سکو۔ میں نے یہ شرط پوری کر دی۔ وہ خاموشی سے لوٹ آیا۔ اب اگر کسی اور نے اس سے تمہارا حساب برابر کر دیا تو تمہیں تجسس میں پڑنے کے بجائے خوش ہونا چاہیے کہ تم نے ایک تیر سے دو شکار کر لیے۔ تمہارا ایک بڑا کام خود بہ خود آسان ہو چکا ہے۔''

''اگر میں یہ کہوں کہ اس پر قاتلانہ حملہ کرنے والوں کی تعداد دو تھی تو تم کیا کہو گے؟'' میں نے اس سے کھیلنے کا ارادہ کرتے ہوئے کہا۔

''حملہ کرنے والے دو سو بھی رہے ہوں تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اسے مارنے والی گولی کوئی ایک ہی رہی ہوگی۔''

''خوب!'' میں نے اس کے جواب سے محظوظ ہوتے ہوئے کہا ''تو تم کو یہ معلوم ہے کہ اسے گولی سے مارا گیا ہے۔ گلا گھونٹ کر یا تیز دھار آلے سے نہیں مارا گیا۔''

''تم بلاوجہ بات سے بات نکال رہے ہو۔'' اس کی آواز میں بے چینی در آئی۔

''یہ بلاوجہ کی باتیں نہیں ہیں۔ میں نے سنا ہے کہ ائرپورٹ سے آنے والی مرسڈیز پر دو موٹر سائیکل سواروں نے فائرنگ کی تھی۔''

''ذرا سی دیر پہلے تم میری کسی بات پر اعتبار نہیں کر رہے تھے۔ اب یکا یک اتنی زیادہ باخبری کا اظہار کر رہے ہو۔ آخر قصہ کیا ہے۔''

''میرے انداز گفتگو نے اسے الجھا کر رکھ دیا تھا۔ میں نے بے پروائی سے جواب دیا ''میں ہر بات تمہاری زبان سے سننا چاہ رہا تھا۔ تم نے چپ سادھ لی ہے تو مجبور ہو کر مجھے تمہاری معلومات میں اضافہ کرنا پڑ رہا ہے۔''

''ایک ہی سانس میں بتا ڈالو کہ کیا کیا معلوم ہے۔''

''وہ دو تھے۔ بڑے انجن والی، سیاہ رنگ کی بھاری موٹر سائیکل پر سوار تھے جس پر کوئی نمبر پلیٹ نہیں تھی۔'' میں نے

Downloaded from https://paksociety.com

بہت رسانیت سے اور دھیرے دھیرے کہا ''سادہ کپڑوں میں ملبوس ہونے کے باوجود وہ اپنی چال ڈھال اور اطوار سے پیشہ ور لڑاکا معلوم ہو رہے تھے۔ غالب امکان یہ ہے کہ وہ کمانڈوز تھے۔''

''میں وہاں نہیں تھا۔ یہ سب میرے علم میں نہیں ہے۔''

''میں بھی وہاں نہیں تھا مگر چشم دید گواہ بتا رہے ہیں کہ وہ دونوں سفید فام امریکی معلوم ہو رہے تھے۔''

''ہوسکتا ہے..... بالکل ہوسکتا ہے۔'' اس کی اضطراری آواز سے بے چینی جھلک رہی تھی ''وہ ہم سے غداری کا مرتکب ہوا تھا۔ ہمارے آدمیوں نے اسے سزا دی ہوگی۔ مجھے یہاں رہنا ہے۔ یہ سب باتیں میرے علم میں نہیں تھیں۔ ایڈی نے یہاں رک کر پورا آپریشن پلان کیا اور چلا گیا۔ مجھے کچھ دیر پہلے آپریشن مکمل ہونے کی اطلاع ملی ہے۔''

''کل تم کہہ رہے تھے کہ تمہارا بوریا بستر تیار ہے۔ تم کسی بھی وقت یہاں سے کوچ کر سکتے ہو۔ اب کہہ رہے ہو کہ تمہیں یہاں رہنا ہے۔''

''یہ بات ٹام، نک یا ایڈی کی نہیں ہے۔ میں عہدے کی بات کہہ رہا ہوں۔ ریذیڈنٹ آفیسر کو یہاں رہنا ہوتا ہے۔ میں گیا تو میری جگہ لینے کے لیے کوئی اور آجائے گا۔ یہاں رہنے والوں کو ضرورت سے زیادہ باخبر رکھنے میں خطرات مضمر ہو جاتے ہیں۔ اپنی سرگرمیوں کے علاوہ مجھے صرف وہی باتیں معلوم ہوتی ہیں جن کا جاننا ناگزیر ہو۔''

''گویا تم کہہ رہے ہو کہ تمہیں سوبھراج پر وار کرنے والوں اور ان کے طریقہ کار کے بارے میں کچھ نہیں بتایا گیا۔ یہ سب کام ایڈی نے بالا ہی بالا کیے تھے۔ تمہیں صرف اتنا بتایا گیا ہے کہ سوبھراج کو راستے میں مار دیا گیا۔''

''بالکل یہی بات ہے۔'' اس نے پرزور لہجے میں میری تائید کی۔

''تو پھر کان کھول کر سن لو کہ تمہیں ناقص معلومات فراہم کی گئی ہیں۔''

''کیا یہ اطلاع غلط ہے؟'' اس نے بے ساختہ پوچھا۔

''غلط نہیں، ادھوری ہے۔ ریڈیو اور ٹیلی وژن سنتے رہو۔ اصل خبر سامنے آئے گی تو تمہاری کھوپڑی چکرا کر رہ جائے گی۔''

''تم کیوں نہیں بتاتے کہ اصل خبر کیا ہے۔'' اس نے مطالبہ کیا۔

''مائی ڈیئر نک! تمہاری طرح میری بھی کچھ مجبوریاں ہیں۔ میں ہر بات نہیں بتا سکتا۔ تم بے فکر رہو۔ ڈیتی کے بارے میں میرا اور تمہارا معاہدہ برقرار ہے۔ مناسب وقت آتے ہی میں تمہارا مطلوب آدمی تمہارے حوالے کردوں گا۔''

''تم بلاوجہ مجھے الجھن اور ذہنی اذیت میں ڈال رہے ہو۔ کوئی اہم بات تمہیں معلوم ہے تو تم مجھے بتا کیوں نہیں دیتے۔''

''میں نے جو کچھ بتایا ہے، فی الحال وہی کافی ہے۔ اب کل بات ہوگی۔'' مجھے اندازہ ہوگیا تھا کہ ذہن میں ایک گرہ پڑ جانے کے بعد وہ بار بار اصل بات جاننے کے لیے اصرار کرتا رہے گا۔ میں اس وقت اسے یہ خبر دینے کے موڈ میں نہیں تھا کہ سوبھراج قاتلانہ حملے میں بچ گیا تھا۔

میں نے اس کال کا سلسلہ منقطع کردیا۔

''حیرت ہے کہ وہ حملے کی ناکامی سے باخبر نہیں ہے۔'' اول خان نے تعجب سے کہا۔ میرے یک طرفہ مکالمے سن کر سب نے اصل صورت احوال کا صحیح اندازہ لگا لیا تھا۔

''یہ ایف بی آئی میں پائی جانے والی بیوروکریسی کا کمال ہے۔'' میں نے ہنس کر جواب دیا ''محکمے جتنے بڑے ہوتے ہیں، ان میں اتھارٹی کے اتنے ہی زیادہ جھگڑے اور بکھیڑے ہوتے ہیں۔ حدود اور اختیارات کے چکر میں نک بعض اہم باتوں سے بے خبر ہے۔ اسے صرف اتنا بتایا گیا ہے کہ راستے میں حملہ کر کے سوبھراج کو اس کے ملازموں سمیت ٹھکانے لگا دیا گیا۔''

''یہ لوگ ایک طرف مریخ، زہرہ اور سورج کی خبریں لاتے ہیں، دوسری طرف یہ حال ہے کہ انہیں ٹھوس زمینی حقائق کا بھی علم نہیں ہو پاتا۔'' غزالہ نے متاسفانہ لہجے میں کہا ''حیرت ہے کہ ایسے سنگین تضادات کے باوجود چار دانگ میں ان کا رعب و دبدبہ ہے۔''

''کسی کو مارنے اور بھاگ نکلنے میں سائنس کا کوئی دخل نہیں ہوتا۔'' ویرا نے ہنستے ہوئے کہا ''جب سائنس ساتھ نہ دے رہی ہو تو یہ بے چارے مار کھا جاتے ہیں۔''

نک نے مجھ سے گفتگو کے دوران میں اپنی بے خبری کے جواز کا بھرپور دفاع کیا تھا لیکن مجھے یقین تھا کہ اسے خود بھی اس بارے میں ملال ہوا ہوگا کہ ایڈی نے سوبھراج کے خاتمے کے سلسلے میں اسے پوری طرح اعتماد میں نہیں لیا تھا۔

جب اسے یہ پتا چلتا کہ سوبھراج پر کیا جانے والا حملہ ناکام رہا تھا تو وہ بے بسی سے اپنے بال نوچنے پر مجبور ہو جاتا۔ اس وقت اسے صحیح اندازہ ہوتا کہ مجھ سے فون پر بات کر کے اس نے کتنی بڑی حماقت کا ارتکاب کیا تھا۔

Downloaded from https://paksociety.com

''سوبھراج کے بچ جانے میں اس کے اپنے نصیب کی خوبی بھی شامل ہے۔'' اول خان نے کہا ''کمانڈوز کیسے ہی گئے گزرے کیوں نہ ہوں، عام آدمی سے کہیں زیادہ پھرتیلے اور مشاق ہوتے ہیں۔ میرے لیے یہ یقین کرنا دشوار تھا کہ سوبھراج محض زخمی ہو کر بچ گیا۔''

''اگر سوبھراج کے ستارے اتنے اچھے ہیں تو ہمیں بھی اس سے ہوشیار رہنا پڑے گا۔'' سلطان شاہ نے فکرمندی سے کہا۔

''سوبھراج سے زیادہ اب مجھے نک کی فکر ہوگئی ہے۔'' اول خان نے مجھ سے مخاطب ہو کر کہا۔ ''اس سے تمہارا معاہدہ سوبھراج کو مارنے کا نہیں تھا۔ وہ واپس آ گیا ہے۔ اب نک تمہارا ناطقہ بند کردے گا۔ وہ جلد از جلد ڈینی کو حاصل کرنا چاہے گا۔''

''تم لوگوں کا مشورہ شاملِ حال رہا تو میں اس کا مطالبہ پورا کردوں گا۔''

''اس بات کو مذاق میں مت ٹالو..... یہ سنگین مسئلہ ہے۔ کرنل داور اور نک کے معاہدے کی خبریں امریکا تک میں پھیل چکی ہیں۔ تم کسی حالت میں اس معاہدے کو پورا نہیں کرسکتے۔ امریکا والے کرنل داور کی اس وعدہ خلافی پر اس کی جان کے دشمن ہو جائیں گے۔ اس برے وقت کے لیے ہم کو ابھی سے تیاری شروع کردینی چاہیے۔''

''یہ تشویش مجھے بھی ہے لیکن نک سے بات کرنے کے بعد جو صورت احوال سامنے آئی ہے، اس کی روشنی میں ہمارا اس مسئلے پر سر کھپانا ذرا قبل از وقت ہے۔ سوبھراج کے بارے میں کوئی خبر آنے دو پھر ہم اپنے لائحہ عمل کے بارے میں سوچیں گے۔''

''سوبھراج کی خبروں سے اس مسئلے کا کوئی تعلق نہیں ہے۔'' اول خان نے زور دے کر کہا ''وہ پاکستان لوٹ آیا ہے۔ اب نک ڈینی کا طلب گار ہے۔''

''ذرا صبر سے کام لو۔ کوئی نہ کوئی تعلق نکل ہی آئے گا۔''

اس وقت میرے پاس اول خان کے سوال کا کوئی معقول جواب نہیں تھا مگر میرا دل اندر سے مطمئن تھا۔ میں خود بھی اپنے اطمینان کا کوئی سبب جاننے سے قاصر تھا۔ آثار و قرائن یہ بتا رہے تھے کہ نک کے بارے میں اول خان کا اندیشہ حقیقت سے بہت قریب تھا۔

☆☆☆

شام ہوگئی لیکن سوبھراج کا کہیں سراغ نہیں مل سکا۔ اس دوران میں، میں نے جلال سے دو مرتبہ فون پر رابطہ کیا۔ دونوں بار وہ مایوس تھا۔ کچھ پتا نہیں چل رہا تھا کہ ناکام قاتلانہ حملے کے بعد سوبھراج کو زمین نگل گئی یا آسمان کھا گیا تھا۔

اس وقت تک سوبھراج، اس کے ملازمین اور راج محل کو ملی ہوئی تمام سرکاری مراعات برقرار تھیں۔ کوئی سرکاری اہل کار راج محل کا رخ کرنے کی ہمت نہیں کرسکتا تھا۔ جلال کے اسٹاف کے دو افراد نے اپنی ملازمتوں کو داؤ پر لگا کر راج محل کی نگرانی کا کام سنبھالا ہوا تھا۔

جلال کو اعتراف تھا کہ محکمہ داخلہ کے واضح ترین احکام کو نظر انداز کر کے اس کے دونوں ماتحتوں نے بہت بے جگری کا مظاہرہ کیا تھا۔ اس کڑے وقت میں ان دونوں کو اخلاقی اعانت کی ضرورت تھی۔ ان کو اپنی کھلی حمایت کا یقین دلانے کے لیے وہ خود بھی میدان میں اترا ہوا تھا اور اپنی گاڑی میں دور دور سے راج محل کا طواف کر رہا تھا۔

وہ تینوں رزق و روزی کے حصول سے زیادہ اپنی دھن کے پکے تھے۔ تینوں کو پورا یقین تھا کہ سوبھراج ایک بدمعاش سیاست دان تھا جو ملک کے بدترین دشمنوں کے ہاتھوں میں کھلونا بنا ہوا تھا۔ اس کو اس کے انجام تک پہنچانا ان کے منصبی فرائض میں شامل تھا۔

وہ سوبھراج کو ملی ہوئی رعایتوں سے ذرا بھی خوف زدہ نہیں تھے۔ ان کو معلوم ہو چکا تھا کہ اس نے جوڑ توڑ کی سیاست کے ذریعے ایسا مقام حاصل کرلیا تھا جس کا وہ ذرا بھی مستحق نہیں تھا۔ اس کے گن رفتہ رفتہ ان کے سامنے آ رہے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ آخر کار سوبھراج کا وہ طلسم ٹوٹ جائے گا، اس سے ساری مراعات واپس لے لی جائیں گی۔ وہ بس وقت کا کھیل تھا۔ وہ مراعات کے خاتمے کے انتظار میں اپنا قیمتی وقت برباد نہیں کرسکتے تھے۔ انہیں خوف تھا کہ ہر طرف پھیلے ہوئے جال سے دہشت زدہ ہو کر ان کا شکار کہیں فرار نہ ہو جائے۔

وہ نتائج سے بے پروا ہو کر راج محل کی نگرانی کر رہے تھے۔ جلال کی دانست میں شہر بھر میں وہی سوبھراج کا محفوظ ترین ٹھکانا تھا۔ زخمی حالت میں وہ کہیں اور نہیں جا سکتا تھا۔

وہ تینوں اتنا کچھ کر رہے تھے لیکن جلال کی حکمت عملی کے تحت کسی نے راج محل کے پھاٹک پر دستک نہیں دی تھی۔ جلال ڈسپلن کا آدمی تھا۔ وہ محکمہ داخلہ کے احکام کو کسی حد تک نظر انداز ضرور کر رہا تھا، ان کی دھجیاں نہیں اڑا سکتا تھا۔

وہ دور رہ کر یہ جاننا چاہ رہا تھا کہ راج محل کی اونچی چار دیواری کے پیچھے کیا ہو رہا تھا۔ اس جستجو میں اس نے دو مرتبہ اپنے موبائل فون سے راج محل کے نمبر ملائے اور سوبھراج سے

Downloaded from https://paksociety.com

بات کرنے کی خواہش ظاہر کی لیکن دونوں مرتبہ اسے ٹکا سا جواب دے دیا گیا کہ وہ گھر پر نہیں تھا۔

دونوں مرتبہ فون اٹھانے والے مختلف افراد تھے۔ ان کی آوازوں کا فرق بہت نمایاں تھا۔ دونوں نے ایک ہی انداز اختیار کیا تھا اور جلال کی مزید کوئی بات سنے بغیر فون بند کر دیا تھا۔

جلال نے رائے قائم کی تھی کہ اندرا افراتفری کے بجائے کچھ نہ کچھ نظم وضبط موجود تھا۔ عمارت میں صرف ملازمین کا راج ہوتا تو وہ اپنے مالک کی مصیبت پر خوف اور گھبراہٹ میں مبتلا ہو کر بدنظمی کا شکار ہو جاتے۔ اس رویے سے یہ اندازہ ہو رہا تھا کہ راج محل کی نگرانی شروع ہونے سے پہلے سوبھراج اور سیٹھ اندر پہنچ چکے تھے۔

حالات صبر آزما اور حوصلہ شکن تھے لیکن جلال نے ہمت نہیں ہاری تھی۔ وہ اپنے دونوں ماتحتوں کے ساتھ راج محل کے قرب وجوار میں ڈٹا ہوا تھا۔

اس کے لیے سب سے بڑی مشکل یہ تھی کہ سوبھراج پر ناکام قاتلانہ حملے کے نتیجے میں اس کا سارا ہوم ورک دھرا کا دھرا رہ گیا تھا۔

جو لوگ سوبھراج کو گھیرے میں لینے کی مہم میں جلال کے ساتھ پیش پیش تھے، یکا یک پسپا ہو گئے تھے اور جلال کو کوئی واضح جواب دیتے ہوئے ہچکچا رہے تھے۔

ناکام قاتلانہ حملے کے نتیجے میں سوبھراج یکا یک مظلوم بن گیا تھا۔ وہ خبر بہت تیزی کے ساتھ ہر طرف پھیلی تھی۔ اس کی لابی نے شور مچانا شروع کر دیا تھا۔ سنسنی کے متلاشی اخبارات کو ایک نیا موضوع مل گیا تھا اور انہوں نے ڈرامائی سرخیوں کے ساتھ اپنے ضمیمے ہر طرف پھیلا دیے تھے۔

بدنصیبی کی بات یہ تھی کہ ان خبروں میں قاتلانہ حملے کا ذکر موجود تھا۔ حملہ آوروں کے بارے میں مکمل بلیک آؤٹ تھا۔ ہر ایک نے وہ واردات نامعلوم حملہ آوروں کے کھاتے میں ڈالی تھی۔

ان حالات میں ہر افسر سوبھراج کے خلاف کسی بھی کاغذ پر اپنے دستخط ثبت کرتے ہوئے گھبرا رہا تھا۔ اتنی تیزی کے ساتھ کوئی نیا حکم نامہ جاری کیا جاتا تو سوبھراج کے حامیوں کو یہ کہنے کا موقع مل جاتا کہ پہلے سوبھراج کو قاتلانہ حملہ کر کے راستے سے ہٹانے کی کوشش کی گئی۔ وہ کوشش ناکام ہوتے ہی سازشی ٹولے نے بیوروکریسی میں موجود اپنے منظور نظر افسران کے ذریعے سوبھراج کے لیے باعزت بقا کی ساری راہیں مسدود کرنے کی کوششیں شروع کر دیں۔

جلال سمجھ رہا تھا کہ اس مرحلے پر کوئی بھی سینئر افسر، کسی بھی قیمت پر ایسا الزام اپنے سر لینا پسند نہیں کرے گا۔ اس کے دوست اور ہم نفس اسے یہ ساری باتیں بتانے کے بجائے ٹال مٹول سے کام لے رہے تھے۔ جو فائل جہاں تھی وہیں جم کر رہ گئی تھی۔

جلال کو امید تھی کہ وہ سوبھراج کی واپسی کے چوبیس گھنٹوں میں بہت کچھ کر گزرے گا لیکن بدلے ہوئے حالات کی نزاکتوں کے سبب اسے وہ سب کئی دنوں کے لیے ملتوی ہوتا نظر آ رہا تھا۔ حالات سازگار نہ ہوتے تو یہ مدت ہفتوں پر بھی محیط ہو سکتی تھی۔

جب تک سوبھراج کی مراعات برقرار تھیں، جلال کو یہ دھڑکا لگا ہوا تھا کہ وہ خاموشی سے کسی بھی وقت دوبارہ پاکستان سے نکل جائے گا اور کوئی اسے دوسرے فرار سے روکنے میں کامیاب نہیں ہو سکے گا۔

وہ ایک معزز شہری اور مراعات یافتہ سیاست دان کی حیثیت سے پاکستان سے باہر نکل جاتا تو پھر دنیا کی کوئی طاقت اسے پاکستان واپس نہیں لا سکتی تھی۔ اپنے ساتھ پیش آنے والے واقعات میں ذرا سی رنگ آمیزی کر کے وہ ایشیا یا یورپ کے کئی ملکوں میں آسانی کے ساتھ سیاسی پناہ حاصل کر سکتا تھا۔

اس کے بچ نکل جانے کا اندیشہ، اس وقت ہر دوسرے امکان پر حاوی تھا اور محض اسی ایک اندیشے نے جلال کو مضمحل کیا ہوا تھا۔

''سوبھراج بری طرح زخمی ہوا تھا۔ گاڑی کی نشستوں پر پائے جانے والے خون کے تازہ دھبوں سے کم از کم یہی ظاہر ہو رہا تھا۔'' ویرا نے سوچتے ہوئے کہا ''مجھے شبہ ہے کہ اس نے آرام اور علاج معالجے کے لیے راج محل کے بجائے کہیں اور پناہ لی ہوگی۔''

''وہ کہاں جا سکتا ہے!'' اول خان پُرخیال انداز میں بڑبڑایا۔

''ابھی تک وہ پوری طرح بے نقاب نہیں ہوا۔ اخبارات میں اس کے خلاف صرف پیجیرو والا واقعہ رپورٹ ہوا ہے۔'' میں نے سگریٹ کا ایک گہرا کش لے کر کہا ''اس میں بھی صرف ایک اخبار نے تمہاری فراہم کی ہوئی اطلاعات کی بنیاد پر گینگ وار کا ذکر کیا ہے۔ اس کے بعد وہ معاملہ دب گیا۔ اب وقت آ گیا ہے کہ اخبارات کو سوبھراج کے خلاف سارا مواد فراہم کر دیا جائے۔''

''اسلام آباد میں بیٹھے ہوئے افسران نے رائے عامہ

Downloaded from https://paksociety.com

کے خوف سے اپنا ہاتھ روک لیا ہے۔'' اول خان بولا ''اخبارات کے ذریعے رائے عامہ کو تبدیل کرنے کی کوشش کی جائے گی تو ان پر بھی دباؤ کم ہوگا۔''

''اس بارے میں جلال سے مشورہ ضرور کر لینا چاہیے۔'' ویرا بولی۔

''کیوں؟'' اول خان نے پوچھا۔

''معاملہ بگڑ گیا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ ہماری بھلائی کی کوشش جلال کے لیے کوئی نئی دشواری پیدا کر دے۔''

اس وقت صرف ہم تینوں بیٹھے ہوئے تھے، غزالہ گھر کا سودا سلف لینے کے لیے سلطان شاہ کے ساتھ بازار گئی ہوئی تھی۔

''جلال اس وقت شدید ذہنی پراگندگی اور انتشار کا شکار ہے۔'' میں نے قدرے توقف کے بعد کہا ''میں اس کی کیفیت محسوس کر رہا ہوں۔ اس وقت اسے چھیڑنا مناسب نہیں ہے۔ ہم کو جو کچھ کرنا ہے، کر لینا چاہیے۔''

''تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ جلال اپنی انتظامی مجبوریوں میں بھی پھنسا ہوا ہے۔ وہ چاہتے ہوئے بھی کوئی صحیح مشورہ نہیں دے سکے گا۔ یہ بڑی بات ہے کہ وہ اس وقت اپنے دو آدمیوں کے ساتھ راج محل کی نگرانی میں لگا ہوا ہے۔''

''اخباری نمائندے کو اعتماد میں لے کر بریف کر دو۔'' میں نے اول خان کی بات سن کر کہا ''کل صبح کے اخبارات میں سوبھراج کی پوری کہانی آ جانی چاہیے۔ اسی کے ساتھ اپنے کچھ آدمیوں کو راج محل کی دیکھ بھال پر مامور کر دو تاکہ جلال کو وہاں سے نجات مل سکے۔''

''یہ دونوں کام ہو سکتے ہیں۔ مجھے یہاں سے جانا پڑے گا۔'' وہ بولا۔

''تم اسی وقت نکل جاؤ۔'' میں نے اسے مشورہ دیا ''آدمی اپنی جگہ سنبھال لیں تو مجھے بتا دینا تاکہ میں جلال کو اطلاع دے سکوں۔''

''یہ بات بھی بتا دینا کہ سوبھراج نے سنیل کی بیوی سے مراسم استوار کیے ہوئے ہیں۔ اس بے شرم نے ابھی تک نوکری اور انعامات کے لالچ میں اپنی بیوی کی اس بے راہ روی کی طرف سے آنکھیں بند کی ہوئی ہیں اور ذات پات کی آڑ میں اپنی بے غیرتی کا دفاع کر رہا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ یہ بات اخبارات میں اچھالی جائے تو اس کی غیرت کو کچھ جوش آئے اور وہ سوبھراج کا ساتھ چھوڑ دے۔''

''ویرا کا مشورہ صائب ہے۔'' میں نے اس کی تائید کی ''اب کچھ چھپانے کی ضرورت نہیں ہے۔ پانی ہمارے سروں تک آ چکا ہے۔ سوبھراج کے بارے میں ہر منفی بات عوام کے علم میں آ جانی چاہیے۔''

''پھر میں چلتا ہوں۔'' اس فیصلے پر پہنچتے ہی اول خان اٹھ کھڑا ہوا۔

اسے رخصت کر کے ہم دونوں واپس آئے تو راہ داری میں ویرا نے بے تکلفی سے میری کمر کے گرد ہاتھ ڈال دیا۔

میں تڑپ کر اس کی نرم گرفت سے نکل گیا اور اس پر آنکھیں نکال کر بولا ''یہ کیا حرکت ہے؟ تم کو اپنی اور میری عزت کا ذرا بھی خیال نہیں ہے۔''

''ایسے معاملات میں پہل مرد کی طرف سے ہوتی ہے۔ میں پہل کر کے تمہاری عزت افزائی کر رہی ہوں۔'' اس نے تیکھی نظروں سے میری طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔

''مجھے ایسی عزت افزائی کی ضرورت نہیں، مجھ سے دور رہو!''

''یہ کیسے ممکن ہے..... ہم چاروں دن رات ایک دوسرے کے سروں پر سوار رہتے ہیں۔ تم تو غزالہ کے ساتھ کمرے میں بند ہو کر زبردستی تخلیہ کر لیتے ہو۔ مجھے ایسا موقع کہاں ملتا ہے۔'' اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ گہری ہو گئی۔

ہم ڈرائنگ روم میں پہنچ چکے تھے۔ میں نے ایک دور افتادہ صوفے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا ''اس وقت تمہارا دماغ خراب ہو رہا ہے۔ دین محمد اور ابرار چھت پر ہیں۔ کسی بھی وقت وہ نیچے آ سکتے ہیں۔''

''وفادار ملازم اپنے مالکوں کی خلوت میں مخل نہیں ہوتے، نظریں چرا کر ادھر ادھر ہو جاتے ہیں۔'' ویرا کے تیور یکا یک بدلے تھے اور وہ مسلسل میرے ساتھ چپکی ہوئی تھی۔ میں دل ہی دل میں اس گھڑی کو کوسنے لگا جب میں نے اول خان کو جانے کی اجازت دی تھی۔

میں صوفے کے قریب پہنچا تھا کہ ویرا نے اچانک اپنی کمر کو بل دے کر کولھے مٹکائے، جسموں کا تصادم ہوا اور میں بے دھیانی کی وجہ سے صوفے میں گر گیا۔

ویرا اطمینان سے اسی صوفے کے ہتھے پر بیٹھ گئی۔ اس وقت اس کی نیلی اور خوب صورت آنکھوں میں عجیب سی چمک عود کر آئی تھی۔

''ویرا! پلیز کہیں اور بیٹھ جاؤ۔ پورا ڈرائنگ روم خالی پڑا ہوا ہے۔ میں سوبھراج کے بارے میں پریشان ہوں۔ اس وقت یہ باتیں اچھی نہیں لگ رہیں۔''

''ذرا غور سے میری طرف دیکھو۔ ساری پریشانیاں دور ہو جائیں گی۔'' اس نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا

Downloaded from https://paksociety.com

''قدرت نے مرد اور عورت کو ایک دوسرے کی پریشانیوں کا درماں بنا کر پیدا کیا ہے۔ میں مفت میں تمہارے ہاتھ آئی ہوئی ایک نعمت ہوں۔ ماضی میں ہم ایک دوسرے کے جسموں کے راز دار رہے ہیں، اب تم مجھ سے اتنا کیوں بدکتے ہو۔''

''میں تم سے نہیں بدکتا۔ تم اب بھی مجھے اچھی لگتی ہو مگر یہ وقت ان باتوں کا نہیں ہے۔'' میں نے بے بسی سے کہا۔

''اس نے میرا ہاتھ تھام کر اپنے سینے سے لگایا اور دونوں آنکھیں موند کر لذت آمیز انداز میں ہولے سے بولی ''ہائے ڈارلنگ! ذرا پھر یہی بات دہرا دو۔ تمہاری زبان سے اپنی تعریف کے دو بول سننے کے لیے کب سے میرے کان ترسے ہوئے ہیں۔''

وہ عجیب صورت حال تھی۔ ویرا صوفے کے ہتھے پر اس طرح لدی ہوئی تھی کہ اس کے مرمریں وجود کا نرم و نازک بوجھ براہِ راست میری گود میں منتقل ہو گیا تھا۔ اس کا ایک بازو میرے شانے پر رکھا ہوا تھا اور میں اس کے تنفس کی حرارت گاہے گاہے اپنے چہرے کی جلد پر محسوس کر رہا تھا۔

میں صوفے میں یوں پھنس کر رہ گیا تھا کہ ویرا کو اٹھائے بغیر اپنی جگہ نہیں چھوڑ سکتا۔ مجھے یہ دھڑکا لگا ہوا تھا کہ ایس ٹی ایف کے اہل کاروں میں سے کوئی اُدھر نکل آیا تو اپنے دل میں ہم دونوں کے بارے میں کیا سوچے گا۔

اس وقت ساری فکر و تشویش میرے حصے میں آئی ہوئی تھی۔ ویرا دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو کر خواب ناک لذتوں کی کسی انجان دنیا میں کھوئی ہوئی تھی۔

یکا یک اس نے دونوں ہاتھ میری گردن کے گرد حمائل کیے اور پھر اس کے سلگتے ہوئے یاقوتی ہونٹوں کی تپش سے میرا وجود سلگ اٹھا۔

میں شیطان نہیں تو فرشتہ بھی نہیں تھا۔ ایک عام سا بے بضاعت انسان تھا جسے بعض منہ زور جذبے اپنی رو میں بہا کر لے جا سکتے تھے۔ میرے لیے ویرا کا وجود کبھی بھی اجنبی نہیں رہا تھا۔ وہ یوں بے حجابی سے میرے بدن سے لپٹی تو اس کے بدن کی مہکار سے میرے حواس مفلوج ہونے لگے۔ میں ہڑبڑا کر اپنی جگہ سے اٹھتا چلا گیا اور ویرا خود بہ خود میری بانہوں میں آ گئی۔

وہ دانستہ مجھ سے الجھ رہی تھی۔ میں نے اپنی جگہ چھوڑنے کے لیے مجبور ہو کر اور بوکھلاہٹ میں اسے سمیٹا تھا۔ اپنے قدموں پر کھڑے ہوتے ہی وہ کسی جونک کی طرح میرے جسم سے لپٹ گئی۔

ویرا کی مجنونانہ وارفتگی نے پہلے مجھے پریشان کیا ہوا تھا پھر میں مسحور سا ہو گیا۔ سو بھراج، جلال اور ان کے سارے مسائل میرے ذہن سے کافور ہو چکے تھے۔ وہ کیفیت نہ جانے کتنی دیر تک برقرار رہی۔ مجھے کچھ اندازہ نہیں ہو سکا کہ وہ چند لمحے تھے یا صدیاں ان چند لمحوں کے لیے ایک جگہ ٹھہر گئی تھیں۔

گھر کے کسی حصے سے کوئی آہٹ ہوئی اور میرے بدن کے گرد ویرا کی کسی ہوئی گرفت ڈھیلی پڑ کر یکا یک ختم ہو گئی۔

''ڈینی!'' اس کے ہونٹوں سے سرسراتی ہوئی آواز نکلی۔

میں نے سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا تو اس کی آنکھوں میں خمار کے گہرے ڈورے تیر رہے تھے اور چہرے پر آسودگی کا نکھار پھیل گیا تھا۔

''میں پیار کی بھوکی ہوں۔'' اس نے کسی وقفے کے بغیر اپنی بات جاری رکھی ''تم میرے اچھے وقت کے دوست ہو۔ اب مجھ پر ذرا سا برا وقت آیا ہوا ہے تو مجھ سے نظریں نہ پھیرا کرو۔ تمہاری زبان سے نکلے ہوئے پیار اور محبت کے دو بول میرے ذہن کو ہلکا کر کے آسمان کی بلندیوں پر پہنچا دیتے ہیں۔ تمہاری تیوریوں پر بل آتے ہیں تو میری دنیا ویران ہو جاتی ہے..... تم یقین کرو کہ یہ ڈائیلاگ نہیں ہیں۔ میں تمہیں اپنے دل کا حال بتا رہی ہوں۔''

میں تھکے ہوئے انداز میں دوبارہ صوفے پر بیٹھ گیا اور پھر اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا ''تم جانتی ہو کہ آدمی ایک وقت میں دو کشتیوں پر سوار نہیں رہ سکتا.....''

ویرا نے میری بات کاٹ دی ''میں کچھ بھی نہیں چاہتی۔ غزالہ مجھے بھی عزیز ہے۔ میں اس کے کسی حق پر ڈاکا نہیں ڈالنا چاہتی۔ میں اس بات کی بھی قدر کرتی ہوں کہ اس سے شادی کرنے کے بعد تم جیسا دل پھینک آدمی ایک کھونٹے سے بندھ کر رہ گیا ہے۔ تم جان بوجھ کر آوارہ گردی اور عیاشی نہیں کرتے لیکن کبھی کبھی مجبوریاں تمہیں بے راہ روی پر مائل کر دیتی ہیں.....''

''یہ تمہاری الزام تراشی ہے!'' میں نے احتجاج کیا۔

''الزام نہیں یہ حقیقت ہے۔'' ویرا نے اپنی جگہ پہلو بدل کر کہا ''تم حقائق کو نہیں جھٹلا سکتے۔ یہ بتاؤ کہ دہلی میں نریش شرما اور انل بسواس کے پاس تمہارا کون سا کیسٹ تھا۔ کیا تم نے دہلی کے ہوٹل میں راکی بھیجی ہوئی ایک لڑکی کے ساتھ وقت نہیں گزارا تھا۔''

''وہ مجبوریاں تھیں۔ تمہیں معلوم ہے کہ وہاں ایسے واقعات کن حالات کے تحت رونما ہوئے تھے۔ ان میں میری مرضی یا انتخاب کا کوئی دخل نہیں تھا۔''

''انتخاب کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ راوالوں نے تمہیں

Downloaded from https://paksociety.com

پھانسنے کے لیے اپنی قوم کی ایسی سندر لڑکیوں کا انتخاب کیا تھا جنہیں دیکھ کر زاہد خشک کی بھی رال ٹپک سکتی تھی۔ انہیں دیکھ کر تمہارے اندر سویا ہوا پرانا ڈینی جاگ اٹھا تھا۔''

''ان مجبوریوں کو طعنہ بنا کر نہ دہراؤ۔'' میں نے نرمی سے کہا۔

''تم میرے پیارے، میرے ڈارلنگ ہو۔ میں تم کو ایسے طعنے دینے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتی۔ میں تو صرف یہ کہنا چاہ رہی ہوں کہ کبھی کبھی مجھ کو بھی ایسی ہی مجبوری سمجھ کر قبول کر لیا کرو۔'' اس نے اپنے دونوں ہاتھ پیشانی پر رکھ کر آنکھیں موندیں اور صوفے کی پشت گاہ سے اپنا سر ٹکا کر بوجھل آواز میں بولی ''تم کو اندازہ نہیں ہے کہ ایک طویل مدت کے بعد آج تمہارے بدن کو چھو کر، تمہارا لمس محسوس کر کے مجھے کتنا سکون حاصل ہوا ہے۔''

''تم ہر وقت قریب رہتی ہو۔ مجھے چھوتی رہتی ہو۔'' میں نے روانی اور بے دھیانی میں کہا۔

''تم شادی شدہ مرد ہو۔ تمہیں ایسی جاہلانہ باتیں زیب نہیں دیتیں۔ تم خوب سمجھ رہے ہو کہ میں کیا کہنا چاہ رہی ہوں۔''

''مجھ سے بغل گیر ہونے کے بعد اگر اب تم نارمل ہو چکی ہو تو ہم دوبارہ کام کی باتیں شروع کر دیں!'' میں نے رسانیت سے پوچھا۔

''ماضی کو بھی کبھی دہراتے رہا کرو۔ میں بے چینی سے تمہاری دعوت کی منتظر رہوں گی۔'' اس نے بے باکی سے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

میں نے اسے یہ سمجھانے کی کوشش نہیں کہ کہ جسم و جان کے قریبی رابطے منصوبہ بندیوں سے پروان نہیں چڑھتے۔ ایسے رنگین حادثے بس اچانک رونما ہوتے ہیں اور وہ لمحات گزر جانے کے بعد آدمی سوچتا رہ جاتا ہے کہ وہ سب کیوں اور کیسے ہو گیا۔

مرد و زن اس کائنات کے دو برتی سرے ہیں جو تنہائی میں قریب آتے ہیں تو شعلہ لپکتا ہے۔ مراسم کی بے حجابی اور قرب کے لیے تنہائی ایک زبردست عامل کا کردار ادا کرتی ہے۔ خلوت میں گناہ کا بیج بہت تیزی سے پھلتا پھولتا ہے اور اپنے کیف و سرور میں ہر دو فریقوں کو بہت دور لے جاتا ہے جہاں نظروں میں ایک دوسرے کے سوا کچھ باقی نہیں رہتا۔

گو بات زیادہ نہیں بڑھی تھی مگر اس وقت بھی یہی ہوا تھا۔ ایک ایک کر کے سب چلے گئے اور ویرا کے ذہن میں شیطان نے ڈنک مار کر اسے بہکا دیا۔ ڈرائنگ روم کی محدود سی خلوت اس بہکاوے کے لیے زرخیز تھی۔ ویرا کو مجھ پر حاوی ہونے کا موقع مل گیا۔

''تم نے میری بات کا جواب نہیں دیا!'' مجھے خاموش پا کر ویرا نے ٹوکا۔

''تم لاجواب باتیں کرتی ہوں۔ میں کیا جواب دوں۔''

''میں تمہاری نظروں کا سرور دیکھ رہی تھی، تمہارے بشرے کی تحریر پڑھ رہی تھی۔ تم خود بھی کسی دنیا میں کھوئے ہوئے تھے، ان لمحوں میں مسرتیں کشید کر رہے تھے اور انہیں طول دینے کے خواہاں تھے۔ مجھے معلوم ہے کہ چور چوری سے جاتا ہے، ہیرا پھیری سے نہیں جاتا۔ تم نے اپنی ذات پر پارسائی کا ایک خول منڈھ لیا ہے۔ اندر سے تم وہی پرانے ڈینی ہو جو ہر لمحے میرے قرب کے خواہاں رہا کرتے تھے۔ تم ان پادریوں جیسے ہو گئے ہو جو مجمعوں میں مقدس لبادہ اوڑھ کر دین اور تثلیث کی باتیں کرتے ہیں، خلوت میں روحانی بالیدگی کے بہانے کمسن راہباؤں کے جسموں سے کھیلتے ہیں۔ ان کا ظاہر ان کے باطن کی پردہ داری کرتا ہے۔ وہ.....''

''تم نے پھر یہ باتیں شروع کر دیں!'' میں نے اسے گھور کر کہا۔

وہ ایک ادا سے اپنا سر جھٹک کر ہنس پڑی اور بولی ''بس، بہک جاتی ہوں۔ دراصل میں یہ کہہ رہی تھی کہ تم میرے سامنے بننے کی کوشش مت کیا کرو۔ جو دل میں آتا ہے وہ کھل کر کہہ دیا کرو۔ میں تمہیں یقین دلاتی ہوں کہ اس بارے میں غزالہ کو ایک لفظ بھی نہیں بتاؤں گی۔ ہر بات صرف میرے اور تمہارے درمیان رہے گی۔''

''مجھے یہ فریب نہ دو۔'' میں نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا ''عورت نے آدم کو جنت سے نکلوایا تھا۔ تم مجھے گھر سے نکلواؤ گی۔''

''غزالہ بہت بڑے دل کی لڑکی ہے وہ تمہارے بارے میں بہت کچھ جانتی ہے لیکن ہر بات نظر انداز کرتی ہے۔ اس نے صحیح معنوں میں تم کو اپنا مجازی خدا بنایا ہوا ہے۔ وہ کسی حالت میں تم سے آنکھیں نہیں پھیرے گی۔''

''اول خان اپنے کام سے نکل گیا۔ تم یہ قصے لے بیٹھیں۔ مجھے فکر ہے کہ سوبھراج کہاں مر گیا۔''

''ہو سکتا ہے کہ وہ کہیں جا کر مر ہی گیا ہو۔ زیادہ زخمی ہو جانے کے بعد خون بہت تیزی سے ضائع ہوتا ہے۔ بروقت طبی امداد نہ ملے تو زخمی کو بچانا ناممکن ہو جاتا ہے۔''

مجھے خوشی ہوئی کہ اس بار میری کوشش بار آور ہوئی تھی اور اس نے باتوں کی روانی میں اپنا پسندیدہ موضوع چھوڑ کر

Downloaded from https://paksociety.com

سوبھراج کی بات شروع کر دی تھی۔

''مر گیا ہے تو اس کی لاش ملنی چاہیے تاکہ یہ قصہ ختم ہو۔''

وہ میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر معنی خیز انداز میں مسکراتی رہی۔

''احمقوں کی طرح کیا مسکرائے جا رہی ہو۔'' چند ثانیوں کے انتظار کے بعد میں نے جھنجلا کر کہا ''کوئی بات ذہن میں آ رہی ہے تو بولتی کیوں نہیں؟''

''یوں نہیں بولوں گی۔ اپنے سینے سے لگاؤ پھر بتاؤں گی۔'' وہ اٹھلا کر بولی۔

میں بھنا کر اپنی جگہ سے اٹھا۔ بازو پکڑ کر ویرا کو اس کے صوفے سے اٹھایا اور پھر اچانک اسے پوری قوت سے اپنے بازوؤں میں بھینچ لیا۔

ویرا کے ہونٹوں سے ایک سسکاری سی نکلی اور وہ منمنائی ''اور زور سے بھینچو، اتنا کہ میری پسلیاں ٹوٹ جائیں۔''

میں نے مشینی انداز میں اسے اپنے بازوؤں کی مضبوط گرفت سے آزاد کر دیا اور غصیلی آواز میں کہا ''بکو..... تم کیا بکنا چاہ رہی تھیں۔''

''غصے میں کتنے اچھے لگتے ہو۔'' وہ میرے چہرے کے سامنے اپنے دائیں ہاتھ کی انگلی نچاتے ہوئے بولی ''گال تمتمانے لگتے ہیں۔ پھنگی سرخ ہو جاتی ہے۔ آنکھیں ماتھے پر چڑھنا شروع ہو جاتی ہیں۔ اچھی بھلی صورت بگڑ کر کارٹون بننے لگتی ہے۔''

''ویرا! بعض اوقات تم بہت زچ کر دیتی ہو۔ کسی دن میں مار مار کر تمہاری ہڈیاں توڑ دوں گا۔'' میں نے غصے اور بے بسی سے کہا۔

''کسی دن کا انتظار کیوں کر رہے ہو۔ یہ نیک کام ابھی کیوں شروع نہیں کر دیتے۔'' اس نے ایک نشیلی مسکراہٹ کے ساتھ کہا ''اوہ خدایا! کتنا مزہ آئے گا۔ تم مجھ پر ہاتھ اٹھاؤ گے۔ میں بھی آسانی سے دینے والی نہیں ہوں۔ میں ترکی بہ ترکی جواب دوں گی، ہاتھا پائی ہو گی پھر ہم دونوں آپس میں گتھم گتھا ہو جائیں گے پھر تم مجھے گرا لو گے اور میرے اوپر چڑھ کر بیٹھ جاؤ گے۔ میرے لیے یہ سب کتنا سنسنی خیز اور ہیجان انگیز ہو گا، تم تصور بھی نہیں کر سکتے۔ آؤ! اس وقت میدان صاف ہے۔ کوئی بچانے والا نہیں ہے۔ دونوں نوکر دخل دینے کی ہمت نہیں کریں گے۔ یہ سمجھ کر سہمے رہیں گے کہ ہم دونوں آپس میں لڑ رہے ہیں۔ زندگی کا مزہ آ جائے گا۔''

''اس وقت تمہاری ذہنی رو بہکی ہوئی ہے۔ تم بات کرنے کے قابل نہیں رہی ہو۔''

ویرا ہنس پڑی ''اور مجھے تم پر رحم آ رہا ہے۔ ایک بات کہہ رہے ہو اور اس سے پھر رہے ہو۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ تم کیا چاہ رہے ہو۔''

اس وقت کی تنہائی سے ویرا کو شہ مل رہی تھی۔ اس کے تیور بالکل ہی بدلے ہوئے تھے۔ میں نے اس کے منہ لگنا مناسب نہ سمجھا اور شکست خوردہ انداز میں سر جھکا کر دوبارہ اپنی جگہ پر آ کر بیٹھ گیا۔

''اب کسی اداس بیوہ کی طرح منہ لٹکا کر نہ بیٹھو۔'' چند ثانیوں تک دلچسپی سے میرا جائزہ لینے کے بعد وہ پرسکون آواز میں بولی ''سوبھراج کا سراغ لگانا ہے تو اس سے سیٹ لائٹ فون پر رابطہ کیوں نہیں کر لیتے!''

اس کی زبان سے وہ تجویز سن کر میں اچھل پڑا۔ وہ بالکل سامنے کی اور آسان سی بات تھی۔ میں نے اچھل کر زقند لگائی اور ویرا کے لب و رخسار پر بوسوں کی بھرمار کر دی۔

کبھی کبھی وہ کفن پھاڑ کر بولتی تھی اور اپنی زبان کی ذرا سی جنبش سے کوئی مشکل گتھی نہایت آسانی سے سلجھا دیتی تھی۔

''تم درندے ہو۔'' چند ثانیوں بعد وہ اپنا داہنا رخسار سہلاتے ہوئے شوخی سے کہہ رہی تھی ''تمہارے دانت بہت تیز ہو گئے ہیں۔ غزالہ آئے گی تو یہ نشان اس کی عقابی نظروں سے پوشیدہ نہیں رہ سکیں گے۔ وہ مجھ سے ناراض ہو جائے گی۔''

''یہ تمہاری شاندار تجویز کی بے ساختہ داد تھی۔ میری اس حرکت سے کسی ناروا خوش فہمی میں مبتلا نہ ہو جانا۔''

''تو میں غزالہ کو بتا دوں کہ تم اب مجھے زبان کے بجائے لب و دنداں سے داد دینے لگے ہو!'' وہ ایک قہقہہ لگا کر بولی۔

''شرافت سے اپنے کمرے میں جاؤ اور ہلکا سا میک اپ کر لو۔ سب نشان چھپ جائیں گے۔'' میں نے غور سے اس کے چہرے کا جائزہ لیتے ہوئے کہا اور فون کی طرف متوجہ ہو گیا۔

''ایک منٹ ٹھہرو، میں کمرے سے ہو کر آتی ہوں۔ ابھی سوبھراج سے بات نہ کرنا۔'' وہ یہ کہتی ہوئی تیزی سے اپنے کمرے کی طرف چلی گئی۔

میں نے وقت گزارنے کے لیے سگریٹ سلگالی۔

میں نے دل ہی دل میں تجزیہ کیا تو پوری نیک نیتی کے ساتھ اس نتیجے پر پہنچا کہ میرا دل بھی کسی نہ کسی حد تک ویرا کی طرف مائل رہتا تھا۔ وہ جارحانہ مزاج کی مالک تھی اور ہمیشہ پیش قدمی اختیار کرتی تھی اس لیے میں نے رفتہ رفتہ گریز کا رویہ اختیار کر لیا تھا۔

Downloaded from https://paksociety.com

میں جانتا تھا کہ میں اس کی انا کو مجروح کیے بغیر، اس سے کتنا ہی گریز اختیار کروں، وہ اپنے جذبوں کے اظہار سے کبھی باز نہیں آئے گی۔ سچ بات یہ ہے کہ اس کے ساتھ ایسی اچانک چھڑیوں سے مجھے ایک عجیب سی تسکین ملتی تھی۔

وہ میرے لیے حلق کی ہڈی بنی ہوئی تھی۔ اگل سکتا تھا نہ نگل سکتا تھا۔ اسے دھتکارنا میرے دل اور ضمیر کو گوارا نہیں تھا، غزالہ کے ہوتے ہوئے اس سبک اندام مہ وش کو اپنانا محال تھا۔ وہ اس رمز کو سمجھتی تھی اس لیے جس حال میں بھی خوش تھی۔

اس کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ دوسروں کی موجودگی میں محتاط رہتی تھی۔ تخلیہ میسر ہوتا تو وہ میرے سر چڑھ کر نازو نخرے دکھاتی تھی۔ میرے نیم حوصلہ افزا رویے سے اس نے کبھی ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوشش نہیں کی تھی۔

وہ اپنے کمرے سے ہلکا سا میک اپ کر کے واپس نمودار ہوئی تو شعلۂ جوالہ بنی ہوئی تھی۔ بلش کی ہلکی سی تہ سے اس کے چہرے کی جلد مخمل کی طرح ہموار ہو گئی تھی۔ کہیں کوئی نشان نظر نہیں آ رہا تھا۔

''اجازت ہو تو اب سوبھراج کو دیکھ لوں!'' میں نے اس کے چہرے کا ناقدانہ جائزہ لیتے ہوئے پرمزاح انداز میں پوچھا۔

''سیٹ لائٹ فون شاید اسے اپنی جان سے زیادہ عزیز ہے۔ اگر وہ زندہ ہے تو اپنی کال خود ہی ریسیو کرے گا۔''

میں نے نمبر ملایا۔ ایک ریڈیائی گونج کے ساتھ رابطہ قائم ہوا اور دوسری طرف گھنٹی بجنے لگی۔ اس دوران میں ویرا اپنے لیے سگریٹ سلگا چکی تھی۔

وقت رینگ رینگ کر گزر رہا تھا۔ یکے بعد دیگرے تین طویل گھنٹیاں بج چکی تھیں لیکن دوسری طرف سے کوئی جواب نہیں آیا تھا۔ مجھے اپنی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ سی محسوس ہونے لگی۔ شاید میرا شکار اپنی موت آپ مر چکا تھا۔

چوتھی گھنٹی شروع ہونے کے بعد میرے کان میں سوبھراج کی نقاہت زدہ ہیلو گونجی۔ لہجہ وہی تھا، انداز تحکمانہ تھا لیکن آواز بہت کمزور تھی۔

''مبارک ہو! تم خاصے دھوم دھڑکے کے ساتھ پاکستان واپس آئے ہو۔'' میں نے اس کی آواز پہچان کر خوشی سے کہا۔

خوشی اس کی واپسی کی نہیں تھی۔ مجھے اس بات کی خوشی تھی کہ میں نے ویرا کے مشورے پر عمل کر کے اپنے گمشدہ شکار کا سراغ لگا لیا تھا۔

''ڈینی!'' اس نے تعارف کے بغیر میری آواز پہچان لی اور بے ساختہ کہا ''تم نے میرے ساتھ دغا کی ہے۔ میرا مقدر یاوری نہ کرتا تو میں مارا گیا تھا۔''

''میں نے دغا کی ہے!'' میں نے تحیر زدہ آواز میں سوال کیا۔

''میں نے موٹر سائیکل پر آنے والے دونوں حملہ آوروں کو دیکھا تھا۔ تم نے چالاکی سے کام لیا اور کرایے کے ایسے آدمیوں کو میرے پیچھے لگایا جو دیکھنے میں امریکی معلوم ہو رہے تھے۔ تم مجھ سے پہلے ہی کہہ چکے تھے کہ وہ لوگ آسانی سے میرا پیچھا نہیں چھوڑیں گے۔ تم سمجھ رہے تھے کہ اس طرح سارا شبہ نک پر آئے گا۔ تم صاف بچ رہو گے لیکن میں نے کچی گولیاں نہیں کھیلیں۔ تم نے مجھ سے کھلی بدعہدی کی ہے۔''

میں نے بہت تحمل اور حیرت سے اس کی پوری بات سنی۔ جب وہ خاموش ہوا تو میں نے کہا ''یہ زہر کس نے اگلا ہے؟ وہ میرے آدمی نہیں تھے۔''

''تم مجھے اُلو نہیں بنا سکتے۔ یہ میری غلطی تھی کہ میں نے تمہارے وعدے پر اعتبار کر لیا۔ تمہارے سوا یہاں میرا کوئی دشمن نہیں ہے۔''

''وہ سو فیصد امریکی کمانڈوز تھے، کرائے کے آدمی نہیں تھے۔''

''میں کیسے مان لوں! میں ان لوگوں کے لیے اہم کام کر رہا ہوں۔ وہ برسوں سے میرے مربی اور ساتھی رہے ہیں۔ انہیں یکا یک مجھ سے کیا پرخاش ہو گئی کہ انہوں نے مجھے صفائی کا کوئی موقع دیے بغیر مروانے کا فیصلہ کر لیا۔''

''تم نک ہاروے سے بات کرو۔ تم کو اپنے اس سوال کا جواب مل جائے گا۔''

''میں اس سے بات کر چکا ہوں۔ امریکی چہرے پہچان لینے کے بعد میرا خیال اسی کی طرف گیا تھا۔ وہ اب بھی میرا دوست اور بہی خواہ ہے۔ اس نے مجھ سے شکایت نہیں کی۔ میرے ساتھ پیش آنے والے روح فرسا واقعے پر شروع سے آخر تک ہمدردی کا اظہار کرتا رہا۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ مجھے کیوں مارنا چاہے گا۔''

''تو کیا اس نے تمہیں بتایا ہے کہ وہ آدمی میرے بھیجے ہوئے تھے؟''

''اس نے ایسی کوئی بات نہیں کہی۔ وہ راست گو آدمی ہے۔'' سوبھراج نک کے گن گا رہا تھا۔ ''اس نے یہ ضرور کہا کہ وہ حملہ میرے کسی دشمن کی طرف سے کیا گیا تھا۔ کوبرا کا درمیانی کردار اس کے لیے بہت اہم ہے۔ اس کے کھو جانے سے اس کا سارا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ اسے یہ جان کر

Downloaded from https://paksociety.com

صدمہ ہوا تھا کہ سفید فام حملہ آوروں کی وجہ سے میں نے اس پر شبہ کیا تھا۔''

نک بہت شاطر آدمی تھا۔ اس نے بہت ہوشیاری سے کام لیتے ہوئے اپنے دامن کی سیاہی میرے چہرے پر تھوپنے کی کوشش کی تھی۔

نک کی معلومات کے مطابق میں یعنی ڈینی، کرنل داور کی قید میں تھا اس لیے اس نے میرا نام نہیں لیا تھا۔ سوبھراج کے سامنے اپنی پوزیشن کی وضاحت پر اکتفا کیا تھا۔ وہ لومڑی کی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ چالاک تھا۔ اس نے سوبھراج کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کر کے اور کسی قسم کی کوئی شکایت نہ کر کے اسے باور کرا دیا تھا کہ وہ حملہ امریکی کیمپ کی طرف سے نہیں کیا گیا تھا۔

اس وقت سوبھراج کے سامنے اس کا سب سے سرگرم دشمن میں تھا۔ نک کی وضاحت قبول کر لینے کے بعد منطقی طور پر اس کا دھیان میری طرف جانا چاہیے تھا۔ اس نے اپنے طور پر یہ سمجھ لیا تھا کہ میں نے اسے دو دن کی مہلت دینے کے بجائے، وعدہ خلافی کرتے ہوئے، اس کی زندگی کا چراغ فوری طور پر گل کرنے کی کوشش کی تھی۔

چند لمحوں کے لیے میں چکرا کر رہ گیا۔ فوری طور پر میری سمجھ میں نہیں آ سکا کہ سوبھراج کی وہ سنگین غلط فہمی رفع کرنے کے لیے کس رخ سے بات کروں۔

''تم کو معلوم ہے کہ آج کل کراچی امریکیوں کے لیے مرگھٹ بنا ہوا ہے۔'' میں نے سنبھالا لے کر اپنی بات شروع کی ''یہاں کرایے کی بات دور ہے، اصل امریکی بھی بہت کم دیکھنے میں آتے ہیں۔ تم کو یہ سوچنا چاہیے کہ میں انہیں کہاں سے لاتا۔''

''مجھے یہ سوچنے کی ضرورت نہیں۔ میں جانتا ہوں کہ یہاں تم میرے اکلوتے دشمن ہو۔ میرے ساتھ جو کچھ ہوا ہے، اس میں صرف تمہارا ہاتھ ہو سکتا ہے۔'' اس کی آواز تلخ ہو گئی۔ ''اس وقت میرے سینے، شانے اور گردن پر زخم ہیں۔ ابھی میں ڈاکٹر کے مشورے سے آرام کر رہا ہوں صحت یاب ہوتے ہی تمہارا حساب بے باق کر دوں گا۔''

''تم کہاں ہو..... میں تم سے ملنا چاہتا ہوں۔''

میرے کانوں میں اس کی زہریلی ہنسی کی آواز گونجی پھر وہ بولا ''تم راج محل کی دیواروں سے اپنا سر پھوڑتے رہو۔ کہیں تمہیں میرا سایہ نہیں مل سکے گا۔ علاج کے لیے میں نے روپوشی اختیار کر لی ہے۔ اب میں اسی وقت منظرِ عام پر آؤں گا جب فضا میں منڈلاتے ہوئے خطرات کے بادل چھٹ جائیں گے اور تمہارا صفایا ہو چکا ہوگا۔''

''نک پکا منافق ہے۔ وہ دیدہ دلیری سے جھوٹ بول رہا ہے۔'' میں نے اپنی تشویش کو چھپاتے ہوئے جواب دیا ''بھیجیرو والے جادو کے بارے میں جو باتیں کل تک صرف مجھے معلوم تھیں اور پوری طرح صیغۂ راز میں تھیں۔ وہ پھیل رہی ہیں۔ پولیس کو سرگرمی سے میری کلارک کی تلاش ہے۔ جسے تمہاری بھیجیرو میں راج محل سے باہر لایا گیا تھا۔ میری طرح نک بھی یہ جان چکا ہے کہ میری کلارک کے بھیس میں ویرا راج محل میں گئی تھی۔ تم نے یہ خبر ان لوگوں سے چھپائے رکھی کہ تم نے ویرا کو پکڑ لیا ہے اور آخر کار وہ تمہارے قبضے سے نکل گئی۔ ان کے لیے ویرا بہت اہم تھی۔ تم نے اس کو پکڑ لینے کا قصہ چھپا کر ان سے غداری کی ہے۔''

''میں نے خود اس سے بات کی ہے۔ اس نے مجھ سے اس بارے میں کوئی شکوہ نہیں کیا۔''

''شکوہ کر کے وہ تمہیں ہوشیار کیسے کر دیتا۔ اس بار تم اپنی قسمت کی خوبی سے بچ گئے۔ اگلی بار وہ تمہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ وہ اپنے غداروں اور دشمنوں کے ساتھ یکساں سلوک کرتے ہیں۔ تم کو معاف نہیں کریں گے۔''

اس بار وہ بری طرح چونکا تھا ''یہ جملہ تمہارا نہیں ہے۔ کیا اس بارے میں نک سے تمہاری کوئی بات ہوئی تھی؟''

وہ بہت نازک سوال تھا۔ میں نے اسے گھمانے کے ارادے سے پوچھا ''تم کس فقرے کی بات کر رہے ہو؟''

''غداروں اور دشمنوں والی بات تم نے کہاں سنی تھی؟''

''نک ہارو دے، ٹام پیٹرک اور ایڈی ہاک!'' میں نے اپنے ذہن میں ابھرنے والے تینوں نام دہراتے ہوئے کہا ''یہ سب اس ملک کے دشمن ہیں۔ وہ اسی اصول پر کام کرتے ہیں۔ وہ ناکامیوں کو درگزر کر دیتے ہیں، غداری کو معاف نہیں کرتے۔ ویرا کو ان سے چھپا کر تم اسی جرم کے مرتکب ہوئے ہو۔''

''لیکن راج محل کے اندر کی بات اسے کیسے معلوم ہو سکتی تھی۔''

اس کی کم فہمی پر میں نے ہلکی سی ہنسی کے ساتھ کہا ''وہ عالمگیر نیٹ ورک چلاتے ہیں۔ ہر بات سے باخبر رہنے کا فن جانتے ہیں۔ راج محل کے ملازموں میں ان کے مخبر بھی ہیں۔ وہ تم سے تنخواہ لیتے ہیں اور نک کے لیے کام کرتے ہیں۔ اس کا انہیں انعام ملتا ہے۔''

''یہ بھی ہو سکتا ہے لیکن میرا ذہن تمہاری کہانی کو قبول نہیں کر رہا۔ اپنی پوزیشن بچانے کے لیے تم نک کو لپیٹ رہے

Downloaded from https://paksociety.com

ہو۔''

''مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں اور اب پھر اپنی بات دہرا رہا ہوں کہ آج سے دو دن کی گنتی شروع ہو گئی۔ پرسوں شام تک تمہارے تائب ہونے کے شواہد سامنے آنے شروع نہ ہوئے تو میں تمہارے خون کا پیاسا بن جاؤں گا۔''

''میرا ذہن ماؤف ہے مگر میرا یہ فیصلہ اٹل ہے کہ اب میں خطرات ٹلنے سے پہلے سامنے نہیں آؤں گا۔ مجھے اندازہ ہوتا کہ یہاں میرے خون کے پیاسے پھر رہے ہیں تو میں بنکاک سے ہرگز واپس نہ آتا۔''

''میرا خیال ہے تم آئے نہیں ہو، زبردستی بلائے گئے ہو۔'' اس بار مجھے برجستہ وہ بات سوجھ گئی اور میں نے بلا تامل کہہ ڈالی۔

''لیج..... یہ..... یہ تم کیسے کہہ رہے ہو؟''

میری زبان سے حقیقتِ حال کا اظہار سن کر وہ بوکھلا کر ہکلانے لگا تھا۔ شاید میرا وہ تیر نشانے پر بیٹھا تھا۔ میں نے کہا ''مجھ سے زیادہ سوالات مت کرو۔ میں سوال سننے کا عادی نہیں ہوں۔ تم یہ دیکھو کہ میں کیا کہہ رہا ہوں اور اس میں کتنا وزن ہے۔''

''تم نے مجھے ہلا کر رکھ دیا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ میں یہاں بھی محفوظ نہیں ہوں۔'' اس کی آواز سے فکرمندی اور مایوسی کا اظہار ہو رہا تھا۔

''تم کہاں ہو؟'' میں نے نرمی سے سوال کیا۔

''میں ایک غلطی دہرانے کا قائل نہیں ہوں۔ میں نے نک کو بتا دیا ہے کہ میں کہاں ہوں۔ اگر وہی میرا چھپا ہوا دشمن ہے تو میں یہاں بھی محفوظ نہیں ہوں۔ اس کے آدمی کسی بھی وقت یہاں گھس سکتے ہیں۔''

''بہت اچھا کیا کہ تم نے یہ بات مجھے بتا دی۔ اب تمہارا دشمن آسانی سے تمہاری نظروں میں آ جائے گا اور تم میری طرف سے اپنا دل صاف کر لو گے۔''

''وہ کیسے؟''

سوبھراج کا وہ سوال بے ساختہ تھا۔ میں نے لمحہ بھر کے بعد کہنا شروع کیا ''تم خاموشی سے اپنا ٹھکانا بدل لو۔ نک اپنے آدمیوں کی ناکامی پر مشتعل ہو گا۔ اس وقت پورے شہر میں صرف وہ تمہارے موجودہ ٹھکانے سے باخبر ہے۔ وہ ناکامی کا ازالہ کرنے کے لیے تیزی سے دوبارہ وار کرے گا۔ جگہ بدل لینے کے بعد تم محفوظ رہو گے۔ ناکامی دوبارہ اس کے آدمیوں کا مقدر بنے گی۔ موجودہ ٹھکانے پر حملہ ہوتا ہے تو یہ بات ثابت ہو جائے گی کہ نک ہی تمہارا دشمن ہے۔''

''تم ذہین ہو!'' سوبھراج کی آواز سپاٹ تھی ''زخموں سے زیادہ خون بہہ جانے کی وجہ سے میرا ذہن پوری طرح ساتھ نہیں دے رہا۔ یہ ترکیب بہت آسان اور محفوظ ہے۔ اگر نک مجھے غدار سمجھ رہا ہے تو وہ آج کی رات ضائع نہیں کرے گا۔''

''یہ بات طے ہے کہ تم اس وقت راج محل میں نہیں ہو!'' میں نے تصدیق چاہی۔

''میرے اعصاب ضرور بکھرے ہیں مگر ابھی میں اتنا دیوانہ نہیں ہوا کہ راج محل میں جا کر اپنے دشمنوں کے کھلے نشانے پر بیٹھ جاتا تاکہ آؤ اور مجھے مار کر چلے جاؤ۔ اگر تم نے اپنے آدمی راج محل پر لگائے ہوئے ہیں تو انہیں واپس بلا لو۔ کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں آ سکتا کہ میں اس وقت کہاں ہوں۔''

''سنیل بھی تمہارے ساتھ ہے؟'' میں نے رواروی میں پوچھا۔

''اچانک وہ تمہیں کیوں یاد آ گیا؟'' میرے سوال پر وہ بھڑک اٹھا۔

''مرسیڈیز سے صرف دو لاشیں برآمد ہوئی ہیں۔ سنیل ان میں شامل نہیں تھا۔''

''وہ بھی کہیں نہ کہیں زیرِ علاج ہے۔'' سوبھراج کا جواب مبہم تھا۔

''سنا ہے کہ تم اسے شہر سے باہر بھیج کر اس کی بیوی کو راج محل میں بلاتے رہے ہو اور کھتری ذات کی وہ عورت ایک برہمن کی ہوس کا کھلونا بننے میں فخر محسوس کرتی ہے۔''

''یہ بات تم نے کس سے سنی؟''

''پھر سوال کیا تم نے۔ میں کہہ چکا ہوں کہ میں زیادہ سوال سننے کا عادی نہیں ہوں۔''

''میں کسی کی چوری نہیں کرتا۔ نیچ ذات کی عورتوں پر میرا حق بنتا ہے۔''

''یہ کس وید میں لکھا ہوا ہے؟''

''میں وید نہیں پڑھتا..... پنڈتوں پجاریوں سے یہی سنا ہے۔''

''سنیل کا بھی یہی حال ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ اس کی بیوی کو اپنے پہلو میں جگہ دے کر تم اس کی عزت افزائی کرتے ہو۔''

''یہ دھرم کی بات ہے۔ نیچ ذات کی عورتیں اونچی ذات کے پنڈتوں سے ملاپ کرتی ہیں تو ان کے درجے بلند ہوتے

Downloaded from https://paksociety.com

ہیں۔ میں دھرم کے ساتھ دنیا داری کا خیال رکھتا ہوں۔ اسے انعام واکرام سے اتنا نوازتا ہوں کہ وہ خوش رہتا ہے۔''

''اور جب اونچی ذات کی کوئی عورت کسی نیچ مرد سے ملاپ کرے تو کیا ہوتا ہے؟ کیا مرد کے درجے بلند ہو جاتے ہیں!'' میں نے کاٹ دار لہجے میں پوچھا۔

''یہ کشٹ ہے، پاپ ہے۔ ایسی عورت کو جو سزا نہ دی جائے وہ تم ہے۔'' اس نے بے ساختہ جواب دیا پھر کہا ''یہ تم کیا گندی باتیں لے بیٹھے۔''

بات اونچی ذات کے ہندوؤں کی عیاشی کی ہو رہی تھی تو سوبھراج کو اپنے دھرم کی باریکیاں سوجھ رہی تھیں۔ وہی موضوع اعلیٰ ذات کی عورتوں کی آوارگی کی طرف منتقل ہوا تو سوبھراج کو ان باتوں میں یکا یک گندگی نظر آنے لگی۔

اس وقت مجھے اس سے کوئی محاذ آرائی مقصود نہیں تھی اس لیے میں نے بات آگے بڑھانے کے بجائے خاموشی اختیار کر لی ورنہ یہ آج بھی ایک حقیقت ہے ذات پات کا کڑا ترتیبی نظام ہر روشن خیال ہندو کے لیے شرمندگی اور ندامت کا سبب بنتا ہے۔

''تم سے کل بات کی جائے تو تم زیادہ بہتر پوزیشن میں ہو گے!'' میں نے چند لمحوں کے سکوت کے بعد نرمی سے کہا۔

''مشکل یہ ہے کہ میرے پاس تم سے رابطے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے ورنہ میں اپنی سہولت کے مطابق تم سے بات کر لیتا۔ شاید کل بھی میری مرہم پٹی میں کافی وقت لگے گا۔ تم نے ڈریسنگ کے وقت فون کیا تو میں تم سے بات نہیں کر سکوں گا۔''

''ایسا ہو تو جواب ضرور دے دینا۔ میں دوبارہ فون کر لوں گا۔''

سوبھراج سے بات ختم ہو جانے کے بعد ویرا مجھے آنکھ مارتے ہوئے بولی ''پانی ہمیشہ نشیب کی طرف جاتا ہے۔ اسی طرح بوکھلایا ہوا مرد اپنی محبوبہ کی طرف جاتا ہے۔''

''آج تمہارے ذہن پر یہی سب خرافات سوار ہیں۔'' میں نے ترشی سے کہا ''کچھ دیر کے لیے خاموش بیٹھی رہو۔ مجھے کچھ ضروری کام نمٹانے دو۔''

میں نے سب سے پہلے جلال کو تازہ ترین خبر سے آگاہ کیا۔ وہ راج محل کے طواف میں کئی گھنٹے برباد کر چکا تھا۔ اسے یہ سن کر مایوسی ہوئی کہ سوبھراج نے زخمی ہونے کے بعد اپنے گھر کا رخ نہیں کیا تھا بلکہ کہیں اور پناہ لی تھی۔

بہرحال اسے اس بات کی خوشی تھی کہ اس کا مزید وقت برباد ہونے سے بچ گیا تھا۔ وہ اپنے دو ماتحتوں کے ساتھ مسلسل راج محل کی نگرانی میں الجھا ہوا تھا۔

اس نے چند کاموں سے نمٹ کر ہماری طرف آنے کا وعدہ کیا اور بات ختم ہو گئی۔

جلال کو بریف کرنے کے بعد میں نے اول خان سے رابطہ کیا اور اسے بتایا کہ سوبھراج سے میری بات ہو جانے کے بعد کسی کو راج محل کی طرف بھیجنے کی ضرورت نہیں رہی تھی۔

وہ اس وقت اپنے شناسا اخباری نمائندے کے ساتھ ملاقات میں مصروف تھا۔ اول خان کی زبانی وہ اطلاع پا کر میں نے ایک لمحے کے لیے سوچا کہ اخبارات میں سوبھراج کے کرتوتوں کی تشہیر کا معاملہ ایک دو روز کے لیے موخر کر دوں لیکن پھر ارادہ ترک کر دیا۔

سوبھراج کے ساتھ تصادم ناگزیر ہو چکا تھا۔ وہ پاکستان میں موجود تھا۔ آثار یہ بتا رہے تھے کہ فوری طور پر قانون اس کے خلاف حرکت میں نہیں آ سکے گا۔ اس کی سرکوبی کے لیے جو کچھ کرنا تھا، ہم کو اپنے طور پر کرنا تھا۔

''میرا خیال ہے کہ اب تم اپنے ضروری کاموں سے نمٹ گئے ہو۔'' دوسری کال ختم ہونے کے بعد ویرا نے سگریٹ کا دھواں فضا میں بکھیرتے ہوئے کہا۔

''اگر تم کوئی معقول بات کرنا چاہتی ہو تو میں سننے کے لیے تیار ہوں۔'' میں نے جواب دیا۔

''میں نے تم سے ایک سوال کیا تھا۔ اس کا جواب تم پر قرض ہے۔''

''آفت زدہ مرد اپنی محبوبہ کو گولی مار کر نشیب میں کھڑے ہوئے پانی میں ڈوب کر خودکشی بھی کر سکتا ہے۔ اس کے رویے کا انحصار اس بات پر ہے کہ محبوبہ کیسی ہے اور اس کی عمر کیا ہے۔'' میں نے پھاڑ کھانے والے انداز میں کہا۔

''تم خوامخواہ بیچ و تاب کھا رہے ہو۔ میں کام کی بات کر رہی ہوں۔'' اس نے سنجیدگی سے کہا۔ ''فرض کرو کہ مرد سوبھراج ہوا اور سنیل کی بیوی اس کی محبوبہ یا رکھیل ہو تو کیا ہو گا۔''

''اوہ!'' میں چونک کر سیدھا ہو کر بیٹھ گیا ''کیا تم یہ کہنا چاہ رہی ہو کہ سوبھراج نے سنیل کے گھر پر پناہ لی ہوئی ہے!''

''چاہ نہیں رہی بلکہ میں یہی کہہ رہی ہوں۔ اس کی آواز سے ظاہر ہو رہا تھا کہ تمہاری زبان سے سنیل کا نام سن کر وہ بری طرح چونکا تھا۔''

''ہاں۔ مجھے یاد ہے وہ بری طرح چونکا تھا۔'' میں نے کہا ''لیکن اب تیر کمان سے نکل چکا ہے۔ وہ اپنی جان کے بدترین خوف میں مبتلا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس نے میرے مشورے پر عمل کرتے ہوئے اب تک وہ ٹھکانا چھوڑ دیا ہو۔''

Downloaded from https://paksociety.com

''ہمیں اس سے کچھ نہیں لینا۔ اسے نک کا امتحان لینے دو تاکہ اسے یقین ہو جائے کہ اس پر قاتلانہ حملہ کرنے والے تم نہیں تھے۔''

''پھر اس ساری بحث کا کیا فائدہ؟'' میں نے اسے گھور کر پوچھا۔

''امریکی کیمپ کو آج کل ہماری طرف سے بہت زیادہ ڈھیل ملی ہوئی ہے۔ اس موقع سے فائدہ اٹھا کر کیوں نہ ان کو تھوڑا سا رگید دیا جائے۔'' ویرا نے تجویز پیش کی۔

''خیال برا نہیں ہے۔'' میں نے اس کی تائید کی۔

''انتہائی برا بلکہ بالکل واہیات ہے۔'' باہر راہداری میں سے سلطان شاہ کی آواز آئی اور ویرا کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

چند ثانیوں کے بعد وہ غزالہ کے پیچھے پیچھے آ گیا۔

''تم میری کس بات کو واہیات کہہ رہے تھے؟'' ویرا نے اس سے پوچھا۔

''وہی جو تم کہہ رہی تھیں۔'' سلطان شاہ نے پیر پر پیر رکھ کر بے نیازی سے کہا۔

''میں یہی پوچھ رہی ہوں کہ تم نے میری زبان سے کیا سن کر اپنی قیمتی رائے صادر کی تھی۔''

''پتا نہیں۔ میں فضول باتیں زیادہ دیر تک یاد نہیں رکھتا۔''

''ہاں تو میں کہہ رہی تھی کہ وہ لوگ اس ٹھکانے پر آئیں گے اور اپنے مطلوب آدمی کی تلاش میں ناکام ہو کر واپس لوٹ جائیں گے۔'' ویرا نے اسے یکسر نظر انداز کر کے مجھ سے کہنا شروع کر دیا۔ ''مگر ہم ایسا نہیں ہونے دیں گے۔ ہم پہلے سے وہاں چھپ کر تماشا دیکھتے رہیں گے۔ وہ لوٹیں گے تو ہم یکا یک ان پر حملہ کر دیں گے۔ ان میں سے ایک آدھ مر بھی جائے تو کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ ہماری کوشش ہو گی کہ کسی کو زندہ پکڑ لیں.....''

سلطان شاہ سے صبر نہ ہو سکا۔ اس نے بے تابی سے ویرا کی بات کاٹ کر کہا ''یہ تم معمے میں کن لوگوں کی بات کر رہی ہو، مطلوب آدمی کون ہے۔ یہ اشارے کنایے میرے سر پر سے گزر رہے ہیں۔ ان کا سر پیر کیا ہے۔''

''وہ تمہارے لیے نہیں ہیں۔ ڈینی سمجھ رہا ہے کہ میں کیا کہہ رہی ہوں۔ تمہارے لیے یہ سب واہیات باتیں ہیں۔ ان پر اپنا ننھا سا سر نہ کھپاؤ۔''

''ارے، ہائیں!'' سلطان شاہ اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے بولا ''تم دونوں اتنے بڑے گھر میں اکیلے بیٹھے ہوئے ہو۔ یہ اول خان کہاں چلا گیا۔

''نچلے بیٹھے رہو۔ زیادہ چرب زبانی دکھانے کی کوشش نہ کرو۔ وہ دو منٹ پہلے اٹھ کر ایک ضروری کام سے گیا ہے۔'' ویرا غرائی۔

''اسے وہ کام تم ہی نے سمجھایا ہو گا۔'' وہ سر ہلاتے ہوئے بولا۔

''تمہیں اول خان کیوں یاد آ رہا ہے۔ اس کے ہونے یا جانے سے کیا فرق پڑتا ہے۔'' غزالہ نے ہنستے ہوئے سلطان شاہ کو مزید اکسانے کی کوشش کی۔

''یہاں کی فضا صاف نہیں ہے۔'' سلطان شاہ نے ایک بہت گہرا سانس لے کر کہا ''نامحرم مرد اور عورت کو تنہائی میسر ہو تو ان کے درمیان شیطان ضرور کود پڑتا ہے اور پھر یہاں تو عورت بھی ویرا خانم ہے۔ تم دیکھ نہیں رہیں کہ یہ بلی کی طرح بناؤ سنگھار کر کے بیٹھی ہوئی ہے۔''

''ارے ہاں.....'' غزالہ اسی بے پروایانہ ہنسی کے ساتھ ویرا کی طرف متوجہ ہو گئی ''آج تمہیں میک اپ کرنے کا خیال کیسے آ گیا؟''

''کبھی کبھی آ ہی جاتا ہے.....'' ویرا نے ہلکی سی خفّت کے ساتھ بات شروع کی اور میں نے اس کی شرمندگی کا اندازہ کرتے ہی بات درمیان سے اچک لی۔

''تم دونوں نے آتے ہی موڈ برباد کر دیا۔ اس وقت ہم سوبھراج کے بارے میں سوچ رہے تھے۔''

''کچھ پتا چلا کہ وہ کہاں غائب ہو گیا۔'' سوبھراج کا نام سنتے ہی سلطان شان اپنی چوکڑی بھول کر راہِ راست پر آ گیا۔

''سیٹ لائٹ فون پر ڈینی نے اس سے بات کی ہے۔'' ویرا نے مجھ سے پہلے بولنا شروع کر دیا اور پھر ایک ہی سانس میں انہیں سب کچھ بتاتی چلی گئی۔

''تمہارا نظریہ بہت جاندار ہے۔'' غزالہ نے پوری بات سن کر ویرا کی تائید کی ''سوبھراج کے سنیل کے گھر پر پائے جانے کے امکانات بہت قوی ہیں۔''

''سنیل بھی وہیں ہو گا۔'' سلطان شاہ نے رائے زنی کی۔

''اس کے ہونے یا نہ ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔'' میں نے حقارت سے کہا ''وہ ایک بے غیرت شوہر ہے۔ سب کچھ جانتے بوجھتے ہوئے انجان بنا ہوا ہے۔ وہ اپنی بیوی کے ساتھ مل کر اپنے ولی نعمت کی خدمت کر رہا ہو گا۔''

''اس وقت وہ کیا خدمت کرے گا۔ وہ خود زخموں سے

Downloaded from https://paksociety.com

چور ہوگا۔'' غزالہ بولی۔

''اس عورت کے لیے یہ بڑا کڑا امتحان ہوگا۔'' ویرا نے کہا ''ایک بستر پر اس کا محبوب پڑا ہے اور دوسرے پر شوہر۔ دونوں زخموں سے بے حال ہیں۔ وہ کسے دیکھے گی؟''

''وہ سوبھراج کو دیکھے گی۔'' سلطان شاہ کے پاس جواب تیار تھا۔

''کیوں؟''

''وہ عورت ہے۔ اس سے وفا کی امید ہی نہیں کی جا سکتی۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے آم کے پیڑ میں پپیتا آنے کی توقع کی جائے۔'' سلطان شاہ نے سنجیدگی سے ایک انوکھی مثال پیش کر دی۔

''یہ تم پر چوٹ ہے۔'' ویرا نے غزالہ کو ورغلایا ''تم بھی ایک عورت ہو۔''

''میں نے یہ بات سب عورتوں کے لیے نہیں کہی۔'' سلطان شاہ نے بوکھلا کر اپنی بات کی تصحیح کی۔ ''ویسے تو تم بھی عورت ہو لیکن اتنی بے وفا نہیں ہو۔''

''بلاوجہ مکھن لگانے کی کوشش نہ کرو۔ وفا مجھے چھو کر بھی نہیں گزری۔'' ویرا کے لیے اس کی رائے سے متفق ہونا ناممکن تھا۔ وہ کہہ رہی تھی ''میرے مزاج میں وفا ہوتی تو اپنے وطن کو چھوڑ کر پاکستان آتی اور نہ یہاں اپنے ہم وطنوں سے لڑ رہی ہوتی۔''

ان کے درمیان نوک جھوک کا سلسلہ چل پڑا۔ میں نے ان سب سے لاتعلقی اختیار کر کے اپنی آنکھیں موند لیں اور سہیل کے گھر کے بارے میں ویرا کی تجویز پر غور کرنا شروع کر دیا۔

جلال آیا تو شام کا اندھیرا گہرا ہو چکا تھا۔ روشنیاں جلا دی گئی تھیں۔ اس سے ملتے ہوئے میں نے محسوس کیا کہ وہ کچھ مضمحل اور بددل سا ہو رہا تھا۔

''کمال ہے کہ کسی کو بھی پہلے اس کے سیٹ لائٹ فون کا خیال نہیں آیا۔'' اس نے ہمارے ساتھ بیٹھتے ہوئے کہا ''راج محل کے پیچھے میرا بہت سارا وقت برباد ہونے سے بچ جاتا۔''

''پہلے فون کیا جاتا تو شاید جواب ہی نہ ملتا اور ہم اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مارتے رہ جاتے ہیں۔ میں نے جواب دیا ''اس وقت بھی اس کی آواز سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ سخت تکلیف اور اذیت میں مبتلا ہے۔ اس نے صرف زخموں کا ذکر کیا ہے لیکن مجھے شبہ ہے کہ گولیوں سے اس کی کوئی ہڈی بھی ٹوٹی ہے۔''

''مجھے تسلی ہے کہ وہ پاکستان ہی میں ہے۔ اس کے غائب ہونے سے میں شدید ذہنی پراگندگی کا شکار ہو گیا تھا۔''

''میں بھی اس خلجان سے گزر تا رہا ہوں۔'' میں نے ہنس کر کہا ''اس الجھن میں تم اکیلے نہیں تھے۔ سب کو پریشانی لاحق ہو گئی تھی۔ تم نے وہاں کافی وقت گزارا ہے۔ یہ سناؤ کہ حادثے کے بعد راج محل کے کیا حالات ہیں۔''

''اس پرشکوہ عمارت کے در و دیوار سے اداسی ٹپک رہی ہے۔ پھاٹک اور دروازہ مسلسل بند ہے حد یہ ہے کہ اندر سے چڑیا کا کوئی بچہ بھی باہر نہیں نکلا۔ یوں معلوم ہو رہا ہے جیسے سارے ملازمین اندر قلعہ بند ہو کر بیٹھ گئے ہوں۔''

''میرا وہاں فون کرنے کا ارادہ تھا۔ میں سوبھراج سے ملاقات کے بہانے سے وہاں جانا چاہتا تھا۔ میں نے ائرپورٹ پر سہیل کو بتا دیا تھا کہ میں شام کو راج محل آؤں گا لیکن تمہارے تجربے کی روشنی میں، میں نے وہ ارادہ ملتوی کر دیا۔''

''اب یہ پتا چل چکا ہے کہ سوبھراج اور سہیل وہاں نہیں ہیں پھر بھی میری رائے ہے کہ ہم میں سے کسی نہ کسی کو وہاں جانا چاہیے۔ پتا چلنا چاہیے کہ وہ سب اندر محصور ہو کر کیا کر رہے ہیں۔''

''آج کا وقت گزر گیا۔'' میں نے وال کلاک پر نظر ڈال کر کہا ''کل سوبھراج سے بات کرنے کے بعد میں ہی کرنل داور بن کر وہاں جاؤں گا۔''

''تم اس وقت بھی کوشش کر سکتے ہو۔ ابھی رات زیادہ نہیں ڈھلی!''

''سوبھراج راج محل سے رابطے میں ہوگا۔ اسے کرنل داور کی آمد کی خبر ملی تو وہ الجھ جائے گا۔ آج کی رات اسے یک سو ہو کر یہ اطمینان کر لینے دو کہ ڈینی نہیں بلکہ نک اس کے خون کا پیاسا ہو رہا ہے۔''

''اس قاتلانہ حملے کی ناکامی نے سب کچھ چوپٹ کر کے رکھ دیا۔'' وہ ایک گہرا سانس لے کر مایوسانہ لہجے میں بولا۔

''اسلام آباد میں کیا ہو رہا ہے۔'' میں نے پوچھا۔

''کچھ بھی نہیں ہو رہا۔ میں اسی جمود پر کڑھ رہا ہوں۔ وہاں بیٹھے ہوئے بوجھ بجھکڑ نہ جانے کس وقت کا انتظار کر رہے ہیں۔ وہ سب اس کے سیاسی مرتبے سے مرعوب بلکہ خائف نظر آ رہے ہیں۔''

''تم نے ہر ایک کو اپنا ہم نوا بنا لیا تھا پھر یہ تاخیر کیوں ہو رہی ہے۔''

''میرا ڈائریکٹر، پاکستان کا صدر یا وزیراعظم اس کے وارنٹ پر دستخط نہیں کرے گا۔ یہ کام کسی متعلقہ مجسٹریٹ کو کرنا

Downloaded from https://paksociety.com

ہے۔ وہ ڈرے ہوئے ہیں۔ بازی الٹ گئی تو کسی کا کچھ نہیں بگڑے گا، دستخط کرنے والا عتاب میں آجائے گا۔''

میں اثبات میں سر ہلا کر رہ گیا۔ وہ ان مجبوریوں کا تفصیلی ذکر پہلے بھی کر چکا تھا۔ آثار یہ بتا رہے تھے کہ دھول بیٹھنے سے پہلے اسلام آباد والے ٹس سے مس نہیں ہوں گے۔

''کل حالات ایک نئی کروٹ لیں گے۔ اول خان کو میں نے مشن پر لگا دیا ہے۔ کل کے کم از کم ایک بڑے اخبار میں سوبھراج کی پوری رام کہانی آجائے گی۔''

''تم نے یہ کام لاجواب کیا ہے۔'' وہ خبر سن کر جلال اچھل پڑا ''راستے میں، میں یہی سوچ رہا تھا کہ سوبھراج کا سحر توڑنے کے لیے اخبارات وغیرہ موثر ثابت ہوں گے۔ ابھی تک اس کے خلاف جو فضا بنی ہے اس میں بعض اخباروں کا اہم کردار رہا ہے۔''

''اس سے بوجھ بھکڑوں کا خوف بھی دور ہوگا لیکن اس کے بعد شاید ان کی مدد کی ضرورت باقی نہ رہے۔ ہم اپنے طور پر اسے مار لیں گے۔''

''تم ہمیشہ بہت آگے کی بات سوچتے ہو۔ اخبار والے چاہیں تو ذرا سی دیر میں کسی کی مٹی پلید کر سکتے ہیں۔ سوبھراج کا کیس ان کے لیے جان دار ثابت ہوگا۔''

''آج رات نک کے آدمیوں سے چھیڑ چھاڑ کا ارادہ ہے۔'' میں نے اسے بتایا۔

''تم گھر بیٹھے یہ سب کر رہے ہو۔ سوبھراج کا کھوج نکال لیا، اول خان کو اخبار والوں کی طرف روانہ کر دیا، اب اس مکار کے آدمیوں سے چھیڑ چھاڑ کی خبر سنا رہے ہو اور میں دن بھر سولجر بازار کی خاک چھاننے کے بعد بے نیل و مرام واپس لوٹا ہوں۔ وہ لوگ تمہیں کہاں ٹکرا سکتے ہیں۔''

''ویرا کا خیال ہے اور میں اس سے متفق ہوں کہ سوبھراج نے سنیل کے گھر میں پناہ لی ہے۔'' میں نے بات شروع کی اور پھر اسے پورے منصوبے آگاہ کر دیا۔

فون پر اس سے تفصیلی گفتگو نہیں ہو سکی تھی۔ بعض باتیں اس کے لیے نئی تھیں۔ اس نے سوبھراج اور نک کے درمیان ہونے والی پر فریب باتیں بہت دھیان سے سنیں اور اس بات کا قائل ہو گیا کہ نک نے بہت عیاری کے ساتھ اپنا گناہ میرے سر ڈال کر سوبھراج کو اپنی معصومیت کا یقین دلا دیا تھا۔ مزید طرہ یہ تھا کہ سوبھراج نے اپنے اس جانی دشمن کو اپنا ہمدرد اور ہمنوا سمجھ کر اسے اپنی پناہ گاہ کے بارے میں بھی بتا دیا تھا۔

''تم نے اس کی چالاکیوں کا زبردست توڑ کیا ہے۔'' پے در پے متعدد سوالات کرنے کے بعد اس نے طمانیت کے ساتھ کہا ''وہ سوبھراج پر ضرور دوسرا وار کرے گا۔ آج کی رات دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا۔''

''نک نے دوبارہ مجھے فون نہیں کیا۔ میں نے اس سے ادھوری بات کی تھی۔ یہ نہیں بتایا تھا کہ اس کے آدمیوں کا وار ناکام رہا ہے اور سوبھراج زندہ بچ گیا ہے۔ جب اسے یہ خبر ملی ہوگی تو میری پوری بات اس کی سمجھ میں آئی ہوگی اور اس کے فرشتے کوچ کر گئے ہوں گے۔''

''اس کا اصل ہدف ڈینی ہے۔ اسے دوبارہ تم کو فون کرنا چاہیے تھا۔''

''یہ ٹائمنگ کی بات نظر آتی ہے۔'' میں نے سوچتے ہوئے جواب دیا ''نک نے مجھے فون کیا تو اس وقت تک سوبھراج نے اس سے رابطہ نہیں کیا تھا۔ بعد میں فون پر ان دونوں کی بات ہوئی اور نک کو اس کے منے ٹھکانے کا سراغ مل گیا۔ اب وہ سوبھراج پر دوسرا وار کرنے کی تیاریوں میں مصروف ہوگا۔ وہ مجھے دوبارہ اس وقت فون کرنا چاہ رہا ہوگا جب اس کے دوسرے وار کے نتیجے میں سوبھراج کا کام تمام ہو چکا ہو۔''

''بات سمجھ میں آنے والی ہے۔'' ویرا نے پہلی بار زبان کھولی ''اس طرح وہ اپنی پہلی گفتگو میں ہونے والی خفت کا ازالہ کرنا چاہتا ہوگا۔ پہلی بار وہ اپنے آدمیوں کے حملے کے نتائج سے بے خبر تھا۔ اب وہ اپنی دانست میں یہ جتانا چاہتا ہوگا کہ پہلی ناکامی کے صرف چند گھنٹوں بعد اس نے اپنے غدار کو جہنم واصل کر دیا۔''

''اس کی طویل خاموشی کا یہی سبب ہو سکتا ہے۔'' جلال نے اعتراف کیا ''اس وقت وہ پوری طرح نئے پلان پر کام کر رہا ہوگا۔ جب اسے یہ معلوم ہوگا کہ سوبھراج وہ ٹھکانا چھوڑ چکا ہے تو یہ ناکامی اس کا دماغ الٹ دے گی۔''

''سوبھراج اب ہر طرف سے اپنے دشمنوں میں گھر گیا ہے۔'' میں نے کہا ''صرف راوالوں کے دلوں میں اس کے لیے ہمدردی کا جذبہ ہوگا لیکن سیتا اور گوپال کے بعد اب یہاں ان کا وجود نہ ہونے کے برابر ہے۔ وہ سوبھراج کے لیے کچھ نہیں کر سکتے۔''

''رات کے لیے تم نے کیا سوچا ہے۔'' چند ثانیوں کی خاموشی کے بعد جلال نے پوچھا۔

''یہ کوئی بڑا مقابلہ نہیں ہوگا۔ ایک یا زیادہ سے زیادہ دو آدمی سنیل کے گھر پہنچ سکتے ہیں۔ ان سے نمٹنے کے لیے دو آدمی کافی ہوں گے۔'' میں نے اسے بتایا ''میں اپنے ساتھ سلطان شاہ کو بھی لے جا سکتا ہوں مگر اول خان سے مشورہ

Downloaded from https://paksociety.com

ضرور کروں گا۔ اس نے چلنا چاہا تو پھر سلطان شاہ گھر پر رہے گا۔''

''تمہارے یہ اندازے درست نکلے تو پھر خوں ریزی بھی ہوگی۔'' جلال بولا۔

''ان میں سے کوئی زندہ ہاتھ نہ آیا تو میں بے دریغ گولی ماردوں گا لیکن تم کو فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں۔ کوئی مقدس گائے ماری گئی تو اس کا عذاب تمہارے سر نہیں آئے گا۔ وہ پولیس کیس بنے گا۔ سنیل کے گھر والے یا گھر والی بتائے گی کہ مارا یا پکڑا جانے والا سوبھراج کی تلاش میں اس کے گھر میں گھسا تھا۔ ان پیش بندیوں کے لیے اول خان سے مشورے کی ضرورت ہے۔''

''یہ پولیس کیس ہی بننا چاہیے۔ نک براہِ راست لوگوں سے کام نہیں لیتا۔ تمہاری فراہم کی ہوئی اطلاعات کے مطابق ان کی فیلڈ فورس کو برا کے اشاروں پر کام کرتی ہے۔ سوبھراج کے منظر سے ہٹ جانے کے بعد کو برا والی کڑی ٹوٹ گئی ہے۔ نک کے پاس افرادی قوت کا شدید بحران آچکا ہوگا۔ وہ اس کام کے لیے گوروں پر ہی انحصار کرے گا۔''

''مجھے یہ اندازہ ہو چکا ہے۔'' میں نے جلال کے تجزیے سے اتفاق کرتے ہوئے کہا ''یہ بحران نہ ہوتا تو صبح کے حملے میں امریکی کمانڈوز استعمال نہ کیے جاتے۔''

''یہ لوگ کس قدر سفاک ہیں۔'' غزالہ پھریری لے کر بولی ''اپنا نیٹ ورک ٹوٹنے کی پروا کیے بغیر سوبھراج کو جلد از جلد پیوند زمین کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔''

''شاید وہ اپنی مجبوریوں کی وجہ سے اسے کچھ ڈھیل دے دیتے۔ تمہارے شوہر نامدار کی وجہ سے وہ سوبھراج کو جلد از جلد ٹھکانے لگانے پر مجبور ہوگئے ہیں۔''

''کیوں؟ ان کے اس فیصلے کا ڈینی سے کیا تعلق ہے؟'' ویرا نے پوچھا۔

''انہیں معلوم ہے کہ ڈینی اور کرنل داور، دونوں سوبھراج کے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ ڈینی قید میں ہے لیکن کرنل داور آزاد اور پوری طرح فعال ہے۔ انہیں ڈر ہے کہ سوبھراج زندہ رہا اور کرنل داور کے ہاتھ آگیا تو پھر وہ اپنا کھایا پیا تک اگلنے پر مجبور ہو جائے گا۔ نہ جانے وہ ان کے کن کن رازوں کا امین ہے۔''

''یوں کہو کہ وہ اپنے رازوں کی حفاظت کی طرف سے فکرمند ہیں۔ انہیں ڈینی کا نہیں کرنل داور کا خوف ستا رہا ہے۔'' ویرا بولی۔

''ان کے لیے یہ دونوں الگ الگ نام ہو سکتے ہیں۔ ہمارے لیے دونوں ڈینی ہیں۔'' جلال نے مسکراتے ہوئے ویرا کی تصحیح کی پھر وہ مجھ سے مخاطب ہوگیا ''سنیل کے گھر پر تم ان کو گھیرنا چاہ رہے ہو تو پھر تم کو نکلنا چاہیے۔''

''میں تیار ہوں۔ مجھے اول خان کی آمد کا انتظار ہے۔'' میں نے کہا۔

''اس کے انتظار میں تم وقت ضائع کر رہے ہو۔ ایسا نہ ہو کہ وہ تمہارے پہنچنے سے پہلے ہی وہاں ہو کر لوٹ جائیں اور تم ہاتھ ملتے رہ جاؤ۔''

''تجربہ یہ بتاتا ہے کہ ایسے کاموں کے لیے رات گہری ہونے کا انتظار کیا جاتا ہے تاکہ ہر طرف ویرانی کا راج ہو اور کسی کی مداخلت کا اندیشہ نہ ہو۔ ویسے بھی وہ سفید فام ہوں گے تو بلاوجہ ہر شخص کی توجہ کا مرکز بنیں گے۔ میرا اندازہ ہے کہ وہ رات کے دو ڈھائی بجے سے پہلے سنیل کے گھر کا رخ نہیں کریں گے۔''

''یہ ویرا کا اندازہ ہے کہ سوبھراج نے سنیل کے گھر پر پناہ لی ہوگی۔ اگر وہ وہاں نہ رہا ہو تو پھر کیا ہوگا؟'' سلطان شاہ نے اچانک سوال داغ دیا۔

''کچھ بھی نہیں ہوگا۔ اس چکر میں جلال کا دن برباد ہوا ہے، ہماری رات کالی ہوگی اور ہم منہ اندھیرے واپس آ کر سو جائیں گے۔'' میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

''کیا تمہیں سنیل کے گھر کا پتا معلوم ہے؟'' جلال نے مجھ سے پوچھا۔ وہ سوال کرتے ہوئے اس کے ہونٹوں پر عجیب سی مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔

''مشہور لوگوں کے حاشیہ بردار بھی اپنے ولی نعمت کی طرح مشہور ہوتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ اس کا پتا معلوم کرنے میں دشواری پیش نہیں آئے گی۔''

''مجھے معلوم تھا کہ تمہارا یہی جواب ہوگا'' جلال بے ساختہ ہنستے ہوئے بولا ''بعض امور کے بارے میں تمہارا تجربہ اور مشاہدہ قابلِ رشک ہے۔ تمہاری یہ بات سو فیصد درست ہے کہ وہ لوگ گہری رات کے سناٹے میں سنیل کے گھر کا رخ کریں گے۔ کوئی ان کا راستہ روکے گا اور نہ ان کو پہچان لیے جانے کا خوف ہوگا۔''

''آپس کی تعریفوں پر خوش ہونے کے بجائے اول خان کو کم از کم فون ہی کر دو۔'' ویرا نے مجھے سنجیدگی سے مشورہ دیا ''وہ کسی کو سنیل کے گھر کا سراغ لگانے پر مامور کر دے گا۔ ہو سکتا ہے کہ سوبھراج کے وہاں ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں بھی پتا چل جائے۔''

ویرا کا وہ مشورہ بہت معقول تھا۔ میں نے فوری طور پر

Downloaded From https://pakSociety.com

اس پر عمل کر ڈالا۔ اول خان اپنے صحافی دوست سے ملاقات کے بعد ہماری طرف آ رہا تھا۔ راستے میں اس سے میری بات ہوئی اور اس نے آسانی سے وہ ذمے داری قبول کر لی۔

''کام ہو جائے گا لیکن تم کو اچانک سنیل کا گھر کیوں یاد آ گیا!'' اس نے میری پوری بات سن لینے کے بعد اپنی حیرت کا اظہار کیا۔

''سوبھراج اپنے گھر میں نہیں ہے۔ کہیں روپوش ہو گیا ہے.....''

''اوہ! تو تمہارا خیال ہے کہ وہ سنیل کے گھر میں چھپا ہوا ہوگا۔'' وہ میری پوری بات سنے بغیر ہی میرا مدعا سمجھ کر بولا۔

''یہ ویرا کی رائے ہے جس سے سب متفق ہیں۔ تم آ جاؤ تو یہاں بیٹھ کر اس بارے میں تفصیلی باتیں ہوں گی۔'' میں نے یہ کہہ کر فون بند کر دیا۔

''بی گن نک نے دی ہے۔ کیوں نہ آج اس کے آدمیوں پر یہی ہتھیار استعمال کیا جائے۔'' اس وقت ویرا کے ذہن میں اچانک نادر خیالات آنے شروع ہو گئے تھے۔

''مہلک تجویز ہے۔'' سلطان شاہ نے کسی تاخیر کے بغیر اعتراض کر دیا ''وہ گن نک نے کرنل داور کو دی ہے۔ حملہ ڈینی کی طرف سے ہوگا۔ وہ بی گن کو استعمال نہیں کر سکتا۔ تم ان دونوں کا بھانڈا پھوڑنے والی تجویز دے رہی ہو۔''

''ابھی وہ بڑی حد تک کرنل داور پر بھروسا کر رہا ہے۔ آج رات اس کے آدمیوں کے خلاف بی گن استعمال ہوئی تو وہ بدک جائے گا۔'' غزالہ نے سلطان شاہ کی تائید کی۔

''فی الحال اس کیمیائی ہتھیار کو بھولے رہنا ہی بہتر ہوگا۔'' میں نے نرمی سے کہا ''سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ اس میں کچھ نامعلوم آلات چھپے ہوئے ہیں۔ ان کے ذریعے ہماری نقل و حرکت ان کی نظروں میں آ جائے گی۔ ہو سکتا ہے کہ ان آلات کے ذریعے وہ ہماری آوازیں سننے پر بھی قادر ہوں۔''

''میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ تم بار بار اسے کیمیائی گن کیوں کہہ رہے ہو۔'' اعتراض کی معقولیت کا اندازہ لگاتے ہی ویرا نے بات دوسری طرف پلٹ دی۔

''پھر کیا کہا جائے؟'' جلال نے جاننا چاہا۔

''بایولوجیکل کا اردو مترادف حیاتیاتی ہوتا ہے۔'' ویرا نے اس کی طرف متوجہ ہو کر عالمانہ انداز میں کہا۔

''سب مانتے ہیں کہ تمہاری اردو بہت سے اردو دانوں سے بہتر ہے لیکن گن کا یہ نام گمراہ کن ہوگا۔ اگر اس گن کو اس لیے حیاتیاتی کہنا چاہتی ہو کہ یہ زندگی کے معمولات پر اثر انداز ہوتی ہے تو پھر ڈنڈا بھی ایک حیاتیاتی ہتھیار کہلائے گا۔ یہ اصطلاح صرف لوگوں کو خوف زدہ کرنے کے لیے استعمال ہوتی ہے۔ اسے صرف جراثیمی ہتھیاروں تک محدود رہنا چاہیے۔ اس گن سے ٹریگر یا بٹن دبنے سے کیمیائی عمل کے ذریعے گیس کی ایک طے شدہ مقدار خارج ہوتی ہے جو اعصاب کو مفلوج کر دیتی ہے۔ نک نے اس گن کو غیر ضروری اہمیت دینے کے لیے بایولوجیکل کہہ دیا تو یہ حیاتیاتی گن نہیں بن گئی۔'' میں نے وضاحت کی۔

''ویری گڈ!'' جلال تحسین آمیز لہجے میں بولا ''میری غلط فہمی بھی دور ہو گئی۔ شاید ہم ایسے ہتھیاروں کو حیاتیاتی کہہ سکتے ہیں جن کے استعمال کے نتیجے میں چیچک، طاعون، ہیضے اور یرقان وغیرہ جیسی متعدی اور موذی بیماریوں کی وبا پھیل سکتی ہو۔''

''تم ان چکروں میں غلط پڑ گئے۔'' ویرا سر جھٹک کر مجھ سے بولی ''تم کو وکالت یا تدریس کا پیشہ اپنانا چاہیے تھا۔ رفتہ رفتہ تم اپنی بات منوانے کے فن میں طاق ہوتے جا رہے ہو۔ اپنے مطلب کی دلیلیں بھی خوب گھڑ لیتے ہو۔''

ویرا کے چڑے جواب پر غزالہ ہنس دی اور اس سے مخاطب ہو کر بولی ''خدا کا کچھ خوف کرو ویرا! انہوں نے کون سی من گھڑت بات کہی ہے۔''

''میں شرط لگا سکتی ہوں کہ ڈینی کبھی بھی سائنس کا طالب علم نہیں رہا ہوگا۔'' ویرا چیلنج کرنے والے انداز میں بولی ''لیکن آج یہ ہم سب کو حیاتیات اور کیمیا کا فرق سمجھا رہا ہے۔ یہ اندھیر نہیں تو اور کیا ہے۔''

''اندھیر نہیں، یہ روشن خیالی ہے۔'' جلال نے ناصحانہ لہجے میں کہا ''تعلیم سے بعض لوگوں کا بال بھی بیکا نہیں ہوتا۔ وہ جیسے ہیں ویسے کے ویسے رہتے ہیں اور بیشتر لوگ پڑھ لکھ کر ہر بات کو عقل کی کسوٹی پر پرکھنے لگتے ہیں۔ گن کے بارے میں ڈینی کی دی ہوئی دلیل میری سمجھ میں آ رہی ہے۔''

''سب لوگ ایک طرف ہو تو پھر میں ہی خاموشی اختیار کیے لیتی ہوں۔'' ویرا نے روٹھنے کے انداز میں کہا اور منہ بنا کر سگریٹ سلگانے میں مصروف ہو گئی۔

جب سے ویرا نے دہلی سے میری حاصل کی ہوئی فائلوں کا پلندا حفاظت کے ساتھ لاہور پہنچایا تھا، جلال کے دل میں اس کے لیے عزت و احترام کے جذبات پیدا ہو گئے تھے جن میں کسی سفلی یا عامیانہ جذبے کا دور دور تک کوئی دخل نہیں تھا۔

ویرا کی ناراضی کو محسوس کر کے وہ اس کی دل جوئی کی کوششیں کرتا رہا۔ اس دوران میں سلطان شاہ موقع پا کر ویرا

Downloaded From https://paksociety.com

کو چڑانے کی کوششیں کر رہا تھا۔ اس بہانے سے ڈرائنگ روم کی رونق برقرار تھی۔

اسی اثنا میں اول خان واپس لوٹ آیا۔ میں نے فون پر اسے یہ نہیں بتایا تھا کہ جلال ہمارے ساتھ موجود تھا۔ وہ آتے ہی پرجوش انداز میں اس سے بغل گیر ہو گیا۔

میں محسوس کر رہا تھا کہ کسی حد تک ایک دوسرے کی رفاقت میں کام کرنے کے نتیجے میں ان دونوں کے درمیان پائے جانے والے پیشہ ورانہ فاصلے میں بتدریج کمی آتی جا رہی تھی ورنہ ابتدائی دنوں میں وہ آپس میں کھنچے کھنچے سے رہتے تھے۔

جلال سے پرتپاک ملاقات کے بعد اول خان نے اپنی جیب سے ایک تہ کیا ہوا کاغذ نکال کر میری طرف بڑھا دیا۔ اس پر سنیل پرکاش کے نام کے نیچے سولجر بازار کا ایک تفصیلی پتا درج تھا۔ اس رقعے کے مطابق سنیل سولجر بازار کی مارکیٹ کے عقب میں رہائش پذیر تھا۔

پوری تفصیلات جاننے کے بعد اول خان میرے پروگرام سے متفق ہو گیا۔

''ایک حملے کی ناکامی کے بعد وہ پہلی فرصت میں سوبھراج کو مروانے کی کوشش کرے گا۔'' اول خان کہہ رہا تھا ''اگر سوبھراج کی غلط فہمی دور کرنے کا مسئلہ درپیش نہ ہوتا تو اس کے آدمیوں کو سنیل کے گھر تک پہنچنے سے پہلے گھیرا جا سکتا تھا۔''

''اب مسئلہ یہ ہے کہ اگر وہاں کچھ ہوتا ہے تو اس میں ہمارا یا ایس ٹی ایف کا کوئی ذکر نہیں آنا چاہیے۔'' میں نے کہا ''یہ پولیس کیس بننا چاہیے۔''

''جلال کی موجودگی میں تمہیں کسی فکرمندی کی ضرورت نہیں.....''

میں نے اول خان کی بات کاٹ دی ''جلال کو ابھی تک کوئی کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔ آئی بی اس وقت بھی الگ تھلگ رہے گی۔''

''یعنی اتنا کچھ ہو جانے کے بعد بھی سوبھراج ایک معزز اور مراعات یافتہ شہری ہے!'' اول خان نے حیرت سے کہا۔

''مراعات وہی واپس لے سکتا ہے جس نے دی ہیں۔ میں اس معاملے میں بالکل بے قصور ہوں۔'' جلال نے اپنے شانے اچکا کے کہا۔

''لیکن تم کو پولیس کو ملوث کرنے کی کیا ضرورت محسوس ہو رہی ہے؟'' اس نے جلال کی پوزیشن کے بارے میں کوئی سوال کیے بغیر مجھ سے پوچھا۔

''میرا کوئی قانونی اختیار نہیں ہے اور ایس ٹی ایف تو خیر قانون کی نظروں میں اپنا کوئی وجود ہی نہیں رکھتی۔ پولیس ایسی فورس ہے جو کسی بھی ہنگامے میں اپنی ٹانگ اڑا کر تفتیش کا آغاز کر سکتی ہے۔ اگر ان کا کوئی آدمی زندہ یا مردہ ہاتھ آ جاتا ہے تو پولیس ان لوگوں کو کسی الزام تراشی کا موقع دیے بغیر یہ سوال اٹھا سکتی ہے کہ نک کے بھیجے ہوئے آدمی اپنی حدود سے بہت دور، سنیل کے گھر کے پاس کیا کر رہے تھے۔''

''یہ بندوبست بھی ہو جائے گا۔'' چند لمحوں کی خاموشی کے بعد اول خان نے اثبات میں سر ہلا کر کہا ''مناسب وقت پر پولیس بھی آ جائے گی۔''

''یہ ایسے کام ہیں جو میں نہیں کر سکتا۔'' جلال نے زور دے کر کہا ''میرے ایک اشارے پر پولیس کی بھاری نفری اس علاقے کا محاصرہ کر سکتی ہے لیکن میں ان کے افسروں سے یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ ہماری موجودگی کا ذکر گول کر دیں۔''

''پولیس والے ایس ٹی ایف سے اسی لیے خوش رہتے ہیں کہ اول خان ہمیشہ پکی پکائی کھچڑی ان کے حوالے کر دیتا ہے۔'' ویرا سگریٹ کا دھواں اڑاتے ہوئے بولی ''سہرا ان کے سر بندھتا ہے اور شہر میں پولیس کی دھوم مچ جاتی ہے۔''

''مجھے دلی افسوس ہے کہ میں ابھی تک سوبھراج کے خلاف کچھ نہیں کر سکا مگر میں اس نئے مشن میں تم لوگوں کی کامیابی کے لیے دعاگو رہوں گا۔'' جلال یہ کہتا ہوا اٹھ گیا۔

نک بڑی حد تک کرنل داور پر اعتماد کر رہا تھا۔ سوبھراج نے ڈینی سے سمجھوتا کر کے دو دن کی مہلت لے لی تھی۔ میرا اندازہ تھا کہ میں ان دونوں کے ساتھ کامیابی سے کھیل رہا تھا۔ آثار کچھ ایسے نظر آنے لگے تھے جیسے سوبھراج کا قصہ، آنے والے دو چار دنوں میں نمٹ جائے گا اور پھر کوئی نیا مسئلہ سامنے آنے تک ہمیں کچھ آرام کرنے کا موقع مل جائے گا۔

شاید سب کچھ اسی طرح ہوتا چلا جاتا لیکن نک کے کیمپ کی طرف سے کیے جانے والے ناکام قاتلانہ حملے نے معاملے کو بہت زیادہ الجھا دیا تھا۔

امریکی کمانڈوز سے بچ کر اگر سوبھراج اپنے گھر لوٹ گیا ہوتا تو وہ معاملہ اس قدر نہ الجھتا۔ اسلام آباد والوں کی لیت و لعل کے باوجود سوبھراج کو کسی نہ کسی طرح گھیر لیا جاتا۔ اس کی روپوشی نے ہمارے لیے سنگین مسائل پیدا کر دیئے تھے۔

سوبھراج کو زعم تھا کہ وہ ایک عزت دار سیاست داں ہے۔ اسے حکومت وقت کی طرف سے بہت سی رعایتیں ملی ہوئی ہیں۔ وہ کچھ بھی کرتا رہے، کوئی اس پر ہاتھ ڈالنے کی جرات نہیں کر سکے گا۔

Downloaded from https://paksociety.com

وہ یہ سوچ کر روپوش ہوا تھا کہ اس طرح وہ اپنے دشمنوں کی دسترس سے دور رہ سکے گا اور پھر اس دوران میں وہ اپنے اثر ورسوخ کو بروئے کار لا کر اپنی ذات کے گرد ایک ایسا حصار قائم کر لیتا جس سے گزر کر اس تک پہنچنا محال ہو جاتا۔

وہ سمجھ رہا تھا کہ اس کی لڑائی صرف ڈینی اور ویرا سے چل رہی ہے۔ جو کچھ ڈینی جانتا ہے، وہ دوسروں کے یا کم از کم قانون کے کسی محافظ کے علم میں نہیں ہے۔ اس کی خوش فہمی کا سبب یہ تھا کہ اس وقت تک اس کے جرائم کے سلسلے میں کسی نے اس سے کوئی باز پرس نہیں کی تھی۔

ڈینی کو مار کر یا رام کر کے وہ کھلے دل سے زندگی گزارنے کی خوش گمانی میں مبتلا تھا۔ اس وقت تک اسے یہ بھنک نہیں مل سکی تھی کہ جلال اس کے خلاف پوری قوت سے اپنی قانونی کارروائی کے آغاز کی تگ و دو کر رہا تھا۔

وہ بات زیادہ دیر تک چھپنے والی نہیں تھی۔ اپنے بارسوخ ہمدردوں اور سیاسی حلیفوں کے ذریعے جلد ہی اسے معلوم ہو جاتا کہ اسلام آباد میں اس کے خلاف کیا کھچڑی پکتی رہی تھی۔

اس انکشاف کے بعد وہ کوئی انتہائی قدم اٹھا سکتا تھا۔ میری پوری کوشش یہ تھی کہ ایسی کوئی صورتِ حال رونما ہونے سے پہلے اسے بے بس کر لیا جائے۔

مجھے یقین نہیں تھا کہ وہ سنیل کے گھر پر ہی چھپا ہوا ہوگا۔ اس وقت تک کوئی اور متبادل مفروضہ ہمارے سامنے نہیں تھا اس لیے میں نے اوپری دل سے ویرا کی وہ رائے قبول کر لی تھی۔ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر، سوبھراج کے منظرِ عام پر آنے کا انتظار کرنے سے بہتر تھا کہ اس کی تلاش میں کچھ نہ کچھ کیا جائے۔

میں نے سلطان شاہ سے یہ بات بلاسبب نہیں کہی تھی کہ سنیل کے گھر تک دوڑ لگانے کا کوئی نتیجہ نہ نکلا تو ہماری رات کالی ہوگی۔ وہاں کچھ نہ ہونے کی صورت میں مجھے یہ اطمینان ضرور ہو جاتا کہ ہم نے سوبھراج تک پہنچنے کی ہر ممکن کوشش کی تھی۔ ناکامی کے مقابلے میں کچھ نہ کرنے کی خلش میرے لیے زیادہ پریشان کن ہوتی۔

☆☆☆

میں نے اول خان سے تہ کیا ہوا رقعہ لے کر سنیل کے گھر کا پتا دیکھا تو اس وقت میرے ذہن میں یہ خیال نہیں آیا کہ راج محل سے اس گھر کا فاصلہ مشکل سے ایک کلومیٹر یا اس سے بھی کم رہا ہوگا۔

راج محل پرانی فروٹ مارکیٹ کے قریب واقع تھا۔ سنیل میونسپل مارکیٹ کے عقب میں رہتا تھا۔

وہاں پہنچنے کے بعد مجھے اندازہ ہوا کہ شاید سنیل نے ساری عمر راج محل والوں کی نوکری میں گزارنے کا فیصلہ کرنے کے بعد وہ گھر خریدا تھا جہاں سے وہ چند منٹ میں راج محل پہنچ سکتا تھا۔ وہاں سے اسے کام پر آنے جانے کی سہولت تھی تو سوبھراج کو بھی یہ اطمینان رہتا ہوگا کہ اس کا غلام اس کے ایک اشارے پر، ذرا سی دیر میں راج محل پہنچ جائے گا۔

اس گھر پر آدھی رات سے پہلے کسی کے آنے کا امکان نہیں تھا پھر بھی اول خان نے اس گھر کا سراغ لگاتے ہی اپنے ایک آدمی کو اس کی نگرانی پر مامور کر دیا تھا۔

رات کے بارہ بجے ہم وہاں پہنچے تو انگریزی حرف ایل کی صورت میں مارکیٹ کے ساتھ بنی ہوئی سڑک پر دور دور تک گہرے سناٹے کا راج تھا۔ مارکیٹ کی پختہ اور قدیم عمارت سے باہر بنے ہوئے چائے اور پان وغیرہ کے کیبن بھی بند پڑے ہوئے تھے۔

گنجان درختوں کے سائے میں کہیں کہیں بے سروسامان گداگر ایسی بے فکری سے سو رہے تھے جیسے انہیں اسی خاک نشینی کے لیے پیدا کیا گیا ہو۔ تھوڑے تھوڑے فاصلے پر لگے ہوئے اسٹریٹ لیمپس کی ناکافی روشنی سڑک پر پھیلے ہوئے اندھیرے سے لڑنے کی ناکام کوشش کر رہی تھی اور ماحول کچھ مہیب سا نظر آ رہا تھا۔

گھروں کے اندر وہ سونے کا وقت تھا مگر باہر کا سماں بھی کم خواب ناک نہیں تھا۔ اول خان نے سڑک کی ویرانی دیکھتے ہی ایریئس پر اپنے آدمی سے رابطہ کیا اور اسے اطلاع ملی کہ نگرانی بے سود رہی تھی۔ شام سے اس وقت کوئی مشتبہ فرد اس گھر کے قرب و جوار میں منڈلاتا ہوا نظر نہیں آیا تھا۔

پہلے سے طے کیے ہوئے پروگرام کے مطابق اول خان نے اسے اپنے ٹھکانے پر واپس جانے کی ہدایت دی اور سلسلہ منقطع کر دیا۔

گاڑی سست رفتار سے اس دو منزلہ مکان کے سامنے سے گزری جس کی اوپری منزل پر سنیل رہتا تھا۔ اوپر گھپ اندھیرے کا راج تھا۔ گھر خالی پڑا ہوا تھا اور اگر وہاں کوئی رہ رہا تھا تو وہ آنے والے حالات سے بے خبر، اس وقت خواب خرگوش کے مزے لے رہا تھا۔ اول خان وہاں رکے بغیر، گاڑی آگے لیتا چلا گیا۔

مین روڈ سے مارکیٹ تک آنے والی سڑک زیادہ لمبی نہیں تھی لیکن اس کا موڑ کے بعد والا حصہ خاصا طویل تھا۔ اول خان اپنی گاڑی میں آگے بڑھتا رہا۔ اس علاقے کا ایک چکر

Downloaded from https://paksociety.com

لگانے کے بعد اس نے سڑک کے موڑ پر، مارکیٹ کے داخلی راستے کے قریب لگے ہوئے ایک تناور درخت کے نیچے گاڑی روک کر انجن بند کر دیا۔

ہمارے کام لیے وہ جگہ بہت موزوں تھا۔ درخت کے گھنے سایے کی وجہ سے وہ جگہ اسٹریٹ لیمپس کی روشنی سے محفوظ تھی۔ وہاں کھڑی ہوئی گاڑی پر کسی کی نظر پڑ بھی جاتی تو اسے کوئی شبہ نہیں ہو سکتا تھا۔

اول خان کی گاڑی کے شیشے سیاہ تھے۔ وہاں رکنے کے چند منٹ بعد اس نے شیشے چڑھا دیے تاکہ باہر سے کسی کو اندر کا منظر نظر نہ آ سکے۔

ہم دونوں نے وقت گزارنے کے لیے نیچی آواز میں باتیں شروع کر دیں۔ اس وقت ہمارے لیے سوبھراج ہی سب سے زیادہ حسّاس موضوع بنا ہوا تھا۔

انسان کے ذہن پر کوئی کام سوار نہ ہو تو وقت پر لگا کر اتنی تیزی سے اڑتا ہے کہ وہ حیران رہ جاتا ہے لیکن جب انتظار کا مرحلہ درپیش ہو تو وہی وقت ایک جگہ یوں تھما ہوا محسوس ہوتا ہے کہ ایک ایک پل گزارنا مشکل ہو جاتا ہے۔

''بیکاری میں وقت اسی رفتار سے گزرتا رہا تو میرے اوپر اونگھ سوار ہو جائے گی۔'' اول خان نے کچھ دیر بعد بے چینی سے کہا۔

''وقت ہمیشہ اپنی یکساں رفتار سے گزرتا ہے۔ یہ ہمارا احساس ہے کہ وقت کی نبض سست پڑ گئی ہے۔'' میں نے سوچتے ہوئے جواب دیا۔

''صبح کے اولین لمحات میں نیند بہت گہری ہوتی ہے۔ اگر ان لوگوں نے تین چار بجے آنے کا ارادہ کیا ہوا ہے تو ہم ان کے انتظار میں سو کھ جائیں گے۔''

''میں تو ناکامی کے لیے بھی تیار ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ وہ سرے سے ادھر کا رخ نہ کریں مگر ہم اذانوں کی ابتدا ہونے تک یہاں رکیں گے۔''

ہم دونوں کسی نہ کسی طرح وقت گزارتے ہی رہے۔ میرے لیے دہری مشکل یہ تھی کہ میں بند گاڑی میں سگریٹ نوشی نہیں کر سکتا تھا۔ مروت کا مارا اول خان میرے اگلے ہوئے دھوئیں کو خندہ پیشانی سے برداشت کر لیتا مگر اندیشہ یہ تھا کہ رات کے اندھیرے میں، سگریٹ کا سلگتا ہوا سرا بہت دور سے دیکھا جا سکتا تھا۔

اس وقت رات کے دو بجے کا عمل رہا ہوگا کہ مین روڈ سے گھوم کر کوئی گاڑی اس ذیلی سڑک پر آئی۔ اول خان ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے عقب نما آئینے میں ہیڈ لیمپس کا روشن انعکاس دیکھتے ہی مجھے ہوشیار کیا لیکن میں نیم تاریک سڑک پر دور تک پھیلنے والی روشنی دیکھ کر پہلے ہی سنبھل چکا تھا۔

وہ کار دھیمی رفتار سے آگے بڑھتی چلی آئی اور پھر موڑ گھوم کر سنیل کے گھر کی طرف چلی گئی۔ وہ سیاہ رنگ کی چھوٹی سی کار تھی۔ اس کی ساخت میرے لیے نامانوس تھی۔ اس میں اگلی نشستوں پر دو سفید فام سوار تھے۔ میں نے ان میں سے ایک کو پہلی نظر میں پہچان لیا کیونکہ میں سوبھراج کی آمد کے موقع پر اسے بہت قریب سے دیکھ چکا تھا۔ ائرپورٹ پر وہ جینز اور ٹی شرٹ میں ملبوس نظر آیا تھا لیکن اس وقت قمیص شلوار میں ملبوس نظر آیا تھا۔

ائرپورٹ پر میں نے ان دونوں میں سے صرف ایک کو دیکھا تھا۔ مجھے امید تھی کہ اس کا ساتھی بھی وہی رہا ہوگا۔ دن کے اجالے میں سوبھراج کو دوران سفر اپنا نشانہ بنانے کے لیے انہوں نے موٹر سائیکل استعمال کی تھی جو بلا رکاوٹ فرار کے لیے ایک بہترین سواری تصور کی جاتی ہے۔ سنیل کے گھر آنے کے لیے انہوں نے چار پہیوں والی سواری کا انتخاب کیا تھا اور اپنی وضع قطع بھی تبدیل کر لی تھی تاکہ سرسری نظر میں کوئی انہیں نہ پہچان سکے۔ کھلی سواری کے مقابلے میں کار کا ڈھانچا بھی انہیں دوسروں کی نظروں میں چھپانے کے لیے مددگار تھا۔ اپنا کام کرنے کے بعد ان کو واپسی کی کوئی فکر نہیں رہی ہوگی۔ رات کے دو بجے شہر کی ساری سڑکیں سنسان ہو جاتی ہیں۔ انہیں راستے میں کہیں کوئی رکاوٹ پیش نہیں آ سکتی تھی۔

''یہ دونوں وہی کمانڈوز ہیں جنہوں نے سوبھراج کو زخمی کیا تھا۔'' میں نے اول خان کی طرف سے ان کی رنگت پر حیرت کے اظہار پر جواب دیا۔

''معلوم ہوتا ہے کہ انہیں دوسرا موقع دے کر اپنی پہلی ناکامی کے ازالے کی رعایت دی گئی ہے۔'' اول خان نے دھیرے سے کہا۔

''اس بار بھی ناکامی ان کا مقدر بننے والی ہے۔''

امریکی کمانڈوز کی سیاہ کار سنیل کے مکان سے ذرا پہلے رک گئی۔ گاڑی روکتے ہی انہوں نے اپنی ساری روشنیاں گل کر دیں۔

اسی لمحے صحت مند جسم والا ایک دراز قامت شخص پسنجر سیٹ سے اترا۔ سیاہ قمیص شلوار میں اس کے جسم کے کھلے ہوئے حصوں کی سفید رنگت بہت نمایاں ہو رہی تھی۔

وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا سنیل کے دروازے پر رکا اور قدرے جھک گیا۔ اسٹریٹ لیمپس کی ناتواں روشنی میں مجھے

Downloaded from https://paksociety.com

اس کی حرکات وسکنات صاف نظر آ رہی تھیں۔

اس گھر کے سامنے سے گزرتے ہوئے میں دروازے کی ساخت پر زیادہ غور نہیں کر سکا تھا لیکن یہ بات طے تھی کہ وہ اندر سے بند تھا۔

اس شخص کو دروازہ کھولنے میں صرف چند سیکنڈ لگے پھر وہ کھلے ہوئے دروازے سے اندر داخل ہو کر ہماری نظروں سے روپوش ہو گیا۔

مقابلہ برابر کا تھا۔ ہم دو تھے اور میرے اندازے کے مطابق آنے والوں کی تعداد بھی دو ہی تھی۔ ان دونوں نے ایک دوسرے سے الگ ہوتے ہوئے ہر قسم کے خطرے کو نظر انداز کر دیا تھا۔ یہ ان کی بدترین بنیادی غلطی تھی۔

میں گاڑی سے اتر کر پیدل ان کی سیاہ کار کی طرف جاتا تو ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا ہوا شخص اپنے عقب نما آئینے میں میرا عکس دیکھ کر ہوشیار ہو جاتا۔ وہ پیشہ ور کمانڈو تھا۔ خطرے کا موہوم ترین اندازہ ہوتے ہی سفاکی کا کوئی بدترین مظاہرہ کر سکتا تھا۔

ایسی صورت میں وہ بند گاڑی میں میری دسترس سے دور ہوتا، میں اس کے کھلے نشانے پر آ جاتا۔ اس کی چلائی ہوئی ایک گولی میرا کام تمام کر سکتی تھی۔ یہ توقع عبث تھی کہ میں کوئی پھرتی دکھا کر اس کے فائر سے بچ سکوں گا اور پھر مجھے دوڑ کر اس تک پہنچنے کا موقع مل جائے گا۔

میں نے اول خان کے گھٹنے پر ہاتھ مار کر اسے گاڑی آگے بڑھانے کا مشورہ دیا۔ حالات کی نزاکت کو بھانپتے ہوئے وہ کسی بھی ہنگامی اقدام کے لیے پوری طرح مستعد تھا۔ اس نے انجن اسٹارٹ کر کے اسٹیئرنگ گھمایا اور لینڈ روور کسی فولادی درندے کی طرح اچھل کر، غراتی ہوئی آگے بڑھ گئی۔

''دیکھو، وہ بھاگ رہا ہے۔'' سیاہ کار کی عقبی سرخ روشنیاں جلتے ہی میں نے اضطراری انداز میں کہا ''اس کے پیچھے جانے سے پہلے مجھے سنیل کے دروازے پر اتار دینا۔''

اس وقت مزید کچھ کہنے سننے کا وقت نہیں تھا۔ کمانڈوز کی موٹر سائیکل کی طرح ان کی چھوٹی سی سیاہ کار کا انجن بھی بہت طاقت ور تھا۔ حرکت میں آتے ہی وہ بہت تیزی کے ساتھ آگے بڑھ گئی۔

اول خان کی لینڈ روور پلک جھپکتے میں سنیل کے دروازے پر پہنچ گئی۔ اول خان نے بریک لگا کر ایک تیز جھٹکے سے گاڑی کو روکا اور مجھے اتار کر دوبارہ تیزی سے آگے روانہ ہو گیا۔ اس وقت تک اگلی سیاہ کار اگلے موڑ تک پہنچ چکی تھی اور بھاگنے والے نے سیدھا راستہ چھوڑ کر گاڑی ادھر گھمالی تھی۔

وہ بہت مختصر اور طوفانی منظر تھا۔ لمحوں ہی لمحوں میں لینڈ روور بھی اگلی گاڑی کے تعاقب میں مڑ گئی۔

میرے لیے اس کا فرار بہت حیرت ناک ثابت ہوا۔ وہ گنتی کے دو نفوس تھے۔ ایک سنیل کے گھر میں محبوس ہو چکا تھا۔ ڈرائیو کرنے والے کمانڈو نے تناور درخت کے نیچے ہماری گاڑی کو متحرک ہوتے دیکھ کر اگر خطرہ محسوس کیا تھا تو اسے اپنی جگہ جم کر کم از کم اتنی دیر تک مزاحمت کرنی تھی کہ اس کا ساتھی حالات کی نزاکت کا اندازہ لگا کر باہر آ سکے۔ اس کو حالات کے رحم وکرم پر چھوڑ کر یوں بھاگ نکلنا ہر اعتبار سے بزدلی کے مترادف تھا۔

میں نے اس مکان کے احاطے کی دیوار سے چپکنے سے پہلے آہنی دروازے کا جائزہ لیا تو پٹ بند تھا۔ میں نے اس پر ہلکا سا دباؤ ڈالا تو دروازہ کس سے مس نہ ہوا۔ اندر جانے والے نے نہ جانے کس مصلحت کے تحت وہ دروازہ اندر سے بولٹ کر لیا تھا۔

میرا ارادہ سنیل کے گھر میں گھس کر اسے زیر کرنے کا تھا۔ دروازہ بولٹ ہونے کی وجہ سے میں اپنے اس ارادے کو عملی جامہ پہنانے سے قاصر تھا۔ میں دروازے کے ستون کے ساتھ، احاطے کی دیوار سے لگ کر کھڑا ہو گیا۔

اس وقت میرے کان کہیں سے بھی آنے والی کسی آواز پر مرکوز تھے لیکن دونوں گاڑیوں کے چلے جانے کے بعد فضا پر دوبارہ پر ہول سناٹا چھا گیا تھا۔

میرا اندازہ تھا کہ سنیل اور سوبھراج کے زخمی ہونے سے سنیل کی بیوی نے ممکنہ خطرات کا ادراک کر لیا ہوگا۔ ان دونوں کے یکا یک گھر سے چلے جانے کے بعد اس عورت کا پریشان ہونا ایک فطری عمل ہوتا۔ اکیلے گھر میں ایک سفید فام اجنبی کو اپنے روبرو پا کر اس کا دہشت زدہ ہو کر چیخنا چلانا بھی قرین قیاس تھا لیکن ہر طرف چھائے ہوئے گہرے سکوت سے اندازہ ہو رہا تھا کہ سنیل کے گھر کی صورتِ حال پوری طرح اندر گھسنے والے کمانڈو کے کنٹرول میں تھی۔

مجھے بھاگنے والے کی حماقت پر زیادہ دیر سر نہیں کھپانا پڑا کیونکہ میں اچانک دور سے آنے والی تیز روشنی کی زد میں آ گیا۔ اس بار وہ سیاہ کار بہت تیزی کے ساتھ اس سمت سے آئی تھی جدھر ہم نے اپنی لینڈ روور پارک کی ہوئی تھی۔

اسے سنیل کے گھر میں اپنے ساتھی کی مصروفیت کے دورانیے کا صحیح اندازہ تھا۔ ہماری گاڑی کو اپنی طرف آتا ہوا دیکھ کر اس نے بہت تیزی سے فیصلہ کیا کہ اگر وہ کچھ دیر کے لیے اپنی جگہ چھوڑ دے تو صورتِ حال میں کوئی فرق نہیں

Downloaded from https://paksociety.com

پڑے گا۔

وہ فرار نہیں ہوا تھا، اس نے مقابلے سے گریز کرتے ہوئے اچانک ایسی ترکیب استعمال کی تھی کہ اس کے سامنے ہمارے عزائم بے نقاب ہو گئے تھے۔

بھاگتے ہوئے وہ اول خان کو اپنے پیچھے لگا لے گیا اور مین روڈ کا ایک چکر لگا کر دوبارہ واپس آ رہا تھا۔ مجھے امید تھی کہ کچھ فاصلے سے اول خان اس کا پیچھا کر رہا ہوگا۔

اس وقت میری ہر خوش فہمی کافور ہو چکی تھی اور موت تیزی سے اپنی طرف بڑھتی ہوئی نظر آ رہی تھی۔

ایک قلیل سے عرصے میں وہ حالات کی بہت خطرناک کروٹ تھی۔ میں کھلی سڑک پر تھا، وہ کار میں سوار تھا۔ میرے لیے بس ایک ہی مثبت پہلو تھا کہ میں اس کے مخالف رخ پر تھا اور وہ آسانی سے میرے اوپر گولی نہیں چلا سکتا تھا۔

وہ اس سڑک پر کچھ آگے آیا تھا کہ اول خان کی گاڑی بھی موڑ گھومتی نظر آئی۔ اس وقت ان دونوں کا وہ فاصلہ میرے لیے بہت اہم تھا۔

جتنی دیر میں اول خان اپنی گاڑی کی رفتار بڑھا کر اس کے سر پر پہنچتا، وہ میرے خلاف اپنی من مانی کارروائی کر سکتا تھا۔

پھر سیاہ گاڑی کا رخ دیکھ کر اچانک میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔

اس نے بھی سنیل کے گھر کے باہر میرا رخ دیکھ کر یہ سمجھ لیا تھا کہ وہ براہ راست فائر کر کے آسانی سے مجھے اپنا نشانہ نہیں بنا سکے گا۔ اگر وہ گاڑی چلاتے ہوئے پسنجر سیٹ کی کھڑکی کا شیشہ اتار کر میرے اوپر گولی چلاتا تب بھی نشانہ خطا ہونے کے واضح امکانات موجود تھے۔

وہ دونوں اسی صبح سوبھراج کے سلسلے میں ناکامی کا منہ دیکھ چکے تھے۔ ان جیسے پیشہ وروں کے لیے وہی ایک ناکامی روسیاہی کے لیے کافی تھی۔ وہ چند گھنٹوں کی قلیل سی مدت میں کسی دوسری ناکامی کا خطرہ مول نہیں لے سکتے تھے۔

وہ گاڑی سڑک پر سیدھی چلتے چلتے، یکا یک ترچھی ہو گئی تھی۔ ڈرائیور کے تیور بتا رہے تھے کہ وہ فائرنگ کا کوئی خطرہ مول لیے بغیر، اپنی گاڑی کو سڑک سے اتار کر مجھے سنیل کے احاطے کی دیوار اور گاڑی کے درمیان پیس کر ہلاک کرنے کا فیصلہ کر چکا ہے۔

میرے پاس ذرا بھی مہلت نہیں تھی۔ میں دیوار سے ذرا آگے سرک کر نیچے جھکا اور... اپنی دونوں ہتھیلیاں کھول کر ہاتھ آگے بڑھا دیے۔

میں وہاں سے بھاگنے کی کوشش کرتا تو میرے لیے تیز رفتار کار کا مقابلہ کرنا ممکن نہیں تھا۔ وہ کسی بھی لمحے مجھے کچل دیتا۔

جب میری نگاہ چند قدم دور لگے ہوئے بجلی کے کھمبے پر پڑی تو کوئی متبادل راہ اختیار کرنے کا وقت گزر چکا تھا۔

میں اسٹریٹ لائٹ والے اس کھمبے کی آڑ لینے کے لیے ایک پل کے لیے بھی اپنی طرف بڑھتی ہوئی سیاہ کار پر سے نظریں ہٹاتا تو اگلے ہی لمحے وہ کار میرے اوپر چڑھ دوڑتی۔

اس وقت میرے حریف کے سامنے دو مسائل تھے۔ وہ مجھے گاڑی اور دیوار کے درمیان کچل کر یا گاڑی کے نیچے روند کر مارنا چاہ رہا تھا۔ اسی کے ساتھ اس کی یہ خواہش بھی رہی ہوگی کہ اس کوشش میں اس کی گاڑی بری طرح تباہ نہ ہونے پائے تاکہ وہ سنیل کے گھر میں پھنسے ہوئے ساتھی کے باہر آتے ہی اپنی گاڑی میں فرار کی راہ اختیار کر سکے۔

میں کوئی غیب داں نہیں تھا۔ سیاہ کار کی رفتار میں اچانک کمی کی صورت میں مجھے اس کی حکمت عملی صاف نظر آ گئی تھی۔

وہ سب پلک جھپکنے کا کھیل تھا۔ رفتار کم ہونے کے باوجود خاصی تیز تھی۔ گاڑی زناٹے دار آواز کے ساتھ سڑک سے اتر کر میری طرف آئی اور میں اس کے بونٹ پر دونوں ہاتھ جما کر فضا میں یوں اچھلا جیسے میرے پیروں میں اچانک اسپرنگ نکل آئے ہوں۔

میں گاڑی کے بونٹ پر فضا میں اچھل گیا۔ ڈرائیونگ سیٹ والے نے اسی لمحے بریک نہ لگا لیے ہوتے تو اس کی گاڑی دیوار سے ٹکرا کر تباہ ہو گئی ہوتی۔

میرے ہاتھ بونٹ پر سے ہٹ گئے تھے مگر میں نے... بدحواس ہو جانے کے بجائے اپنے اوسان بحال رکھے تھے۔

میں دوبارہ پرشور آواز کے ساتھ سیاہ گاڑی کے سپاٹ اور پھسلواں بونٹ پر گرا تو وہ اپنی گاڑی ریورس گیئر میں ڈال چکا تھا۔

اس موذی کو میرے جسمانی توازن کا بخوبی احساس تھا۔ میرے بونٹ پر گرتے ہی اس نے بہت تیزی کے ساتھ اپنی گاڑی الٹی چلائی۔ ہاتھ پیر مارنے کے باوجود میں چکنے بونٹ پر رکنے میں کامیاب نہیں ہو سکا۔

میں اس کی چال سمجھ رہا تھا۔ وہ مجھے گرا کر پھرتی سے دوبارہ گاڑی آگے بڑھاتا تو میں خود کو بچانے میں کامیاب نہیں ہو سکتا تھا۔

بونٹ پر سے پھسلتے ہوئے میں نے پوری کوشش کی کہ گاڑی کے سامنے نہ گرنے پاؤں اور آخر کار میں بائیں طرف

Downloaded from https://paksociety.com

زمین پر ٹکنے میں کامیاب ہوگیا۔

یہ میری خوش قسمتی تھی کہ اس طرف بجلی کا کھمبا بہت قریب تھا۔ میں دوڑ کر اس کے پیچھے ہوگیا۔ اب وہ کھمبا گرائے بغیر اپنی گاڑی سے مجھے کوئی گزند نہیں پہنچا سکتا تھا۔

وہ اپنی الٹی چلتی ہوئی گاڑی کو روکنے بھی نہیں پایا تھا کہ اول خان نے اپنی وزنی گاڑی پیچھے سے سیاہ گاڑی سے ٹکرادی۔

ایک پرشور دھماکے اور شدید جھٹکے کے ساتھ سیاہ کار کا رخ گھوم گیا۔

میرا مشکل وقت ٹل چکا تھا۔ میں نے کھمبے کی آڑ سے جگہ چھوڑ کر سیاہ کار کی طرف چھلانگ لگائی۔ اس کا ڈرائیور تیزی سے پستول نکال چکا تھا مگر میں نے اسے کوئی فائر کرنے کا موقع دیے بغیر دروازہ کھولا اور اسے کالر سے پکڑ کر باہر کھینچ لیا۔

اس افراتفری میں سیاہ کار کا انجن خاموش ہو چکا تھا اور اول خان بھی تیزی کے ساتھ گاڑی سے نیچے اتر رہا تھا۔

مجھے اپنے حریف کے خلاف پہل کرنے کا موقع مل گیا تھا۔ چند لمحوں کے لیے وہ میرے ہاتھوں میں بالکل بے بس تھا۔

میں نے اسے گاڑی سے اتارتے ہی اپنے داہنے گھٹنے سے اس کے پیٹ کے نچلے حصے میں ایک شدید ضرب لگائی اور وہ کراہ کر دہرا ہوگیا۔

میں نے سرعت سے پیچھے ہٹ کر اس کے داہنے ہاتھ پر ٹھوکر رسید کی۔ اس کے ہاتھ میں دبا ہوا پستول اس کی گرفت سے نکل کر تیز اور ٹھوس آواز کے ساتھ سڑک پر جا گرا۔

پستول یقیناً بھرا ہوا رہا ہوگا اور اس کا سیفٹی لاک بھی ہٹا ہوا ہوگا۔ یہ اتفاق تھا کہ گرنے کے جھٹکے سے پستول سے فائر نہیں ہوا لیکن اس دوران میں یکے بعد دیگرے اتنی تیز آوازیں پیدا ہو چکی تھیں کہ قرب و جوار کے مکینوں کا چونکنا بعید از قیاس نہیں تھا۔

ان آوازوں کے نتیجے میں سنیل کے گھر میں جانے والا سیاہ پوش سفید فام بوکھلائے ہوئے انداز میں دروازے سے برآمد ہوا تھا۔

میں اس وقت اپنے شکار سے دست و گریباں تھا۔ میں نے دوسرے کمانڈو کی صرف ایک جھلک دیکھی۔ اس وقت اول خان میری مدد کے ارادے سے آگے بڑھ رہا تھا۔

''تم دوسرے کو سنبھالو۔'' میں نے چیخ کر اول خان سے کہا ''اس حرام زادے کو میں سنبھال لوں گا۔''

اول خان رخ بدل کر بہت پھرتی سے نو وارد کی طرف گھوم گیا۔

میں نے اپنے حریف کے پیٹ کے حسّاس حصے میں گھٹنے کی زوردار ضرب لگا کر اور پھر اس کی کلائی پر ٹھوکر رسید کر کے اپنی دانست میں اسے نڈھال کر دیا تھا لیکن اسے نہتا کر دینے کے بعد جب میں نے دوبارہ اس کے گریبان پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش کی تو وہ حیرت انگیز پھرتی کے ساتھ پیچھے ہٹا اور اگلے ہی لمحے اس نے میرے جبڑے پر مکا رسید کر دیا۔

میں چند لمحوں قبل زندگی اور موت کی کشمکش سے گزر چکا تھا اور اس وقت بہت بھڑکا ہوا تھا۔ اس کے ہاتھ کی حرکت کے ساتھ میں نے جھکائی دے کر خود کو اس کے وار سے بچانا چاہا لیکن پوری طرح کامیاب نہیں ہو سکا۔

میری طرح اسے بھی پوری کامیابی نصیب نہیں ہوئی۔ اس کا مکا میرے جبڑے پر رگڑ کھاتا ہوا آگے نکل گیا۔ وہ ضرب بہت پھسپھسی تھی مگر مجھے تاؤ آ گیا۔ میرا جوابی حملہ بہت وحشت ناک تھا۔ یکے بعد دیگرے میرے مکوں نے اس کے دونوں جبڑے سہلا دیے۔

مار کھا کر وہ محتاط ہوگیا۔ مکے بنا کر اس نے اپنی دونوں کلائیاں اپنے چہرے کے سامنے کر لیں۔ اب وہ کسی باکسر کی طرح میرے اوپر حملہ آور ہونے کے لیے پر تول رہا تھا۔

باکسنگ میں میرا بہت وسیع تجربہ نہیں تھا لیکن کالج میں تعلیم حاصل کرنے کے دوران میں، میں ایک سال اپنے ویٹ میں چمپئن رہ چکا تھا۔

میں نے اس دور میں سیکھے ہوئے اصولوں کو اپنے ذہن میں تازہ کیا اور پھر ہم دونوں کے درمیان باکسنگ کا مقابلہ شروع ہوگیا۔

مجھے ابتدا ہی سے اندازہ ہو چکا تھا کہ اس کا ڈیل ڈول محض دکھاوے کا نہیں تھا۔ اس کے ٹھوس وجود میں حیوانی طاقت رچی ہوئی تھی۔

برابر کے حریف ایک دوسرے کے مدمقابل آتے ہیں تو یہ نہیں ہوتا کہ جیتنے والا ہی شروع سے آخر تک مار تا رہتا ہے۔ گھاتیں لگا لگا کر دونوں ایک دوسرے کو دل کھول کر مارتے ہیں اور آخر میں کم پٹنے والا فاتح قرار پاتا ہے۔

جب پہلی بار اس کے آہنی مکے کی ایک بھرپور ضرب میری گردن کی بائیں طرف پڑی تو مجھے تارے نظر آ گئے۔ لمحہ بھر کے لیے یوں محسوس ہوا جیسے میری گردن کے منکے ہل گئے ہوں اور میری گردن کسی بھی لمحے ایک طرف ڈھلک جائے گی۔

Downloaded from https://paksociety.com

اس مرحلے پر میں نے بہت مشکل سے خود کو سنبھالا۔ مجھے اندازہ تھا کہ میں نے ذرا سی بھی کمزوری دکھائی تو وہ کسی درندے کی طرح مجھے چیر پھاڑ کر رکھ دے گا۔

میں ایسی لڑائی کے تمام اصولوں کو بالائے طاق رکھ کر آگے بڑھا۔ اس کوشش میں مجھے مزید مار کھانا پڑی لیکن آخر کار میں نے اسے اپنے تابڑ توڑ مکوں پر رکھ لیا۔

چند لمحوں میں مجھے اپنے ہاتھوں اور انگلیوں پر اس کے تازہ خون کی چپچپاہٹ محسوس ہونے لگی۔

اپنے ساتھی کی طرح وہ بھی رنگین قمیص شلوار میں ملبوس تھا۔ میں نے محسوس کیا کہ وہ ڈھیلا ڈھالا لباس اس کے لیے ایک عذاب بنا ہوا تھا۔ اس کی کھلی ہوئی آستینیں اور فضا میں بار بار لہرانے والا دامن اس کی نقل و حرکت میں رکاوٹ بن رہا تھا۔

میں اپنا چہرہ بچا رہا تھا۔ اس کے مکے میرے بدن کے دوسرے حصوں پر پڑ رہے تھے لیکن میں تاک تاک کر صرف اس کے چہرے کو نشانہ بنا رہا تھا۔ اسٹریٹ لیمپس کی روشنی میں اس کا چہرہ خون سے بھرتا ہوا نظر آ رہا تھا۔ اس کے چہرے کی جلد پر آنے والی خراشیں مسلسل ضربات کے نتیجے میں زخموں میں تبدیل ہوتی جا رہی تھیں۔

مقابلہ بہت تیزی کے ساتھ جاری تھا۔ مجھے ڈر تھا کہ کسی بھی لمحے آس پاس سے مداخلت کا سلسلہ شروع ہو جائے گا۔ اس سے پہلے اس جھگڑے کا نمٹنا ضروری تھا۔

وہ بہت استقامت سے لڑ رہا تھا۔ پٹنے کے باوجود اس کے قدم مضبوطی سے جمے ہوئے تھے۔ میں نے جھنجلا کر اس کا فضا میں لہراتا ہوا دامن پکڑ کر ایک جھٹکا مارا، اس کا کچھ نہ بگڑا لیکن دامن کے اطراف کی سلائیاں بغلوں تک ادھڑتی چلی گئیں۔

میں نے اس کا دامن چھوڑا تو وہ ہوا اور اس کی نقل و حرکت سے اس کے چہرے تک لہرا کر بہت زیادہ رکاوٹ پیدا کر رہا تھا۔

وہ غراتے ہوئے بے تحاشا گالیاں بک رہا تھا۔ ایک بار دامن الٹ کر اس کے چہرے تک اڑا تو مجھے اپنے ہاتھ کی انگلیوں میں موجود انگوٹھیوں میں سے ایک کو گھمانے کا موقع مل گیا۔ وہ دامن چہرے سے جھٹک کر دوبارہ حملہ آور ہوا تو میں نے ہاتھ گھما دیا۔

اس بار میرے حریف نے اپنا چہرہ صاف بچا لیا۔ میرا مکا اس کی کلائی پر پڑا۔ ضرب کے نتیجے میں انگوٹھی کا کھوکھلا نگینہ پچکا اور اس میں موجود سیال کی کچھ مقدار کلائی کے راستے اس کے خون میں شامل ہو گئی۔

لمحہ بھر بعد ہی سیال کے اثرات سامنے آ گئے۔ مجھ سے لڑتے لڑتے وہ تیورا کر اچانک پختہ سڑک پر ڈھیر ہو گیا۔

مجھے اندازہ تھا کہ وہ کئی گھنٹوں تک ہوش میں نہیں آ سکے گا۔ اس سے بے فکر ہو کر میں نے دوسری طرف کا جائزہ لیا تو اول خان دوسرے کمانڈو کو خاک پر گرا کر اس کے سینے پر چڑھا بیٹھا تھا اور اس کا گلا گھونٹنے کی کوشش کر رہا تھا۔

میں لپک کر ان دونوں کے قریب پہنچا اور دوسری انگوٹھی کے کھوکھلے نگینے میں بھرا ہوا مہلک سیال اول خان کے حریف کے بائیں کولہے میں اتار دیا۔

سریع الاثر زہر نے فوری رنگ دکھایا اور جب میں عقب سے وہ کارروائی کر کے اول خان کے سامنے پہنچا تو اس کا شکار بے حس و حرکت ہو چکا تھا۔

اس وقت اول خان کے خون میں گرمی سمائی ہوئی تھی۔ وہ بدستور اس کی گردن کو دونوں ہاتھوں میں دبوچے رہا۔

''اسے چھوڑ دو۔ یہ ٹھنڈا ہو چکا ہے۔'' میں نے اول خان کے شانے پر ہاتھ رکھ کر نرمی سے کہا ''اب یہاں سے بھاگنے اور پولیس کو بلانے کی فکر کرو۔''

اول خان نے بے اعتباری سے میری طرف دیکھا۔ احتیاط سے اپنے شکار کی گردن پر گرفت ڈھیلی کی اور جب اس نے کوئی جنبش نہیں کی تو وہ تھکے ہوئے انداز میں اپنے مردہ حریف کے سینے پر سے اتر آیا۔

''یہ دم گھٹنے سے مرا ہے یا تم نے اس کے ساتھ کوئی حرکت کی ہے۔'' اول خان نے اپنی گاڑی کی طرف بڑھتے ہوئے مجھ سے سوال کیا۔

میں نے اپنی انگلیوں میں موجود انگوٹھیاں اسے دکھا دیں۔

وہ طلسماتی انگوٹھیاں مجھے اول خان کے ذخیرے سے ملی تھیں اور میں کئی اہم مواقع پر ان سے کام لیتا رہا تھا۔ حیرت کی بات تھی کہ میں نے اول خان کو کبھی ایسی کوئی انگوٹھی استعمال کرتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔

وہ اپنے ہر حریف سے آمنے سامنے کے صاف ستھرے مقابلے کا قائل تھا خواہ اس کے نتیجے میں خود اس کی زندگی خطرے میں پڑ جائے۔ کھوکھلے نگینوں والی ان انگوٹھیوں کو وہ مکارانہ شعبدے قرار دیتا تھا جو صرف میرے لیے موزوں تھے۔

گاڑی میں سوار ہوتے ہی اول خان نے انجن اسٹارٹ کر کے اپنا ہاتھ کھڑکی سے باہر نکالا اور یکے بعد دیگرے تین

Downloaded from https://paksociety.com

ہوائی فائر کر دیے۔

لینڈ روور کو دشمنوں کی سیاہ کار سے الگ کر کے اول خان نے تیزی سے آگے بڑھایا تو مجھے یقین تھا کہ چند منٹوں میں پولیس وہاں پہنچ جائے گی۔

اول خان نے پولیس افسران سے یہ بات پہلے سے طے کی ہوئی تھی کہ اس علاقے میں تصادم کی صورت احوال جو کچھ بھی ہو، پولیس فورس لگاتار تین فائر ہونے سے پہلے معاملات میں دخل انداز ہونے کی کوئی کوشش نہیں کرے گی۔

''ہم ناگزیر مجبوری کی صورت میں آتشیں ہتھیاروں کے استعمال کا فیصلہ کر کے آئے تھے۔'' میں نے مین روڈ پر پہنچ جانے کے بعد اس سے کہا ''لیکن حیرت ہے کہ تمہارے حریف نے موقع ملنے کے باوجود کوئی فائر نہیں کیا۔''

''تم اپنی لڑائی میں مصروف تھے اس لیے تم نے کھٹکا نہیں سنا۔'' اول خان نے ایک گہرا سانس لے کر بتایا ''اس خبیث نے میرے اوپر بے آواز فائر کیا تھا۔ میرے ستارے اچھے تھے کہ گولی میرے سر کے اوپر سے گزر گئی پھر میں نے اسے دوسری گولی چلانے کا موقع نہیں دیا۔ ایک لمبی جست لگا کر اسے دبوچ لیا۔''

''یہ بہت بڑی بات ہے کہ سب کچھ ہمارے منصوبے کے مطابق ہو گیا۔'' میں نے طمانیت کے گہرے احساس کے ساتھ کہا ''ان دونوں کے مخصوص انجام سے نک کو یہ پیغام مل جائے گا کہ میں ڈینی کے روپ میں میدان میں آ چکا ہوں۔''

''اوہ! تو تم ان دونوں کو گولیوں سے محفوظ رکھ کر نک کو یہ پیغام دینا چاہ رہے تھے۔'' اس نے حیرت سے کہا ''لیکن تم یعنی ڈینی تو کرنل داور کا قیدی ہے۔''

میرے ہونٹوں پر بے ساختہ مسکراہٹ پھیل گئی ''اس سے بات ہو گی تو سب کچھ تمہارے سامنے آ جائے گا۔''

اول خان نے خاموشی اختیار کر لی۔ اس میں یہ بڑی خوبی تھی کہ وہ آپس میں کبھی غیر ضروری بحث نہیں کرتا تھا۔ میں جو کچھ کہتا تھا، اسے مان لیتا تھا۔

گھر سے روانہ ہونے سے پہلے میں نے اسے یہ ہدایت دی کہ ہم سنیل کے گھر والوں پر فائرنگ سے حتی الامکان گریز کریں گے۔ ان کو کسی اور طریقے سے زیر کرنے کی کوشش کریں گے تو اس نے مجھ سے میرے اس فیصلے کا سبب جاننے کے لیے کوئی سوال نہیں کیا تھا۔ یہ ضرور کہا تھا کہ فائرنگ کی ضرورت کا فیصلہ کون کرے گا اور یہ بات میں نے اس کی صوابدید پر چھوڑ دی تھی۔ اپنی اپنی ضروریات کے مطابق ہم دونوں یہ فیصلہ کرنے کے لیے آزاد تھے کہ اپنے دشمن پر کب فائر کرنا ناگزیر ہو گا۔

اجزائے ترکیبی

وکالت کی کلاس میں تمام اسٹوڈنٹس بے حد کوڑھ مغز تھے۔ ایک روز لیکچرر نے وصیت نامہ تحریر کرنے کے موضوع پر ایک طویل لیکچر دیا۔ لیکچر کے اختتام پر انہوں نے اندازہ کرنا چاہا کہ اسٹوڈنٹس کس حد تک لیکچر کو سمجھ پائے ہیں۔ انہوں نے سوال کیا ''وصیت نامہ تحریر کرنے کے لیے کیا چیزیں ضروری ہوتی ہیں؟''

''ایک مرتا ہوا آدمی اور کچھ دولت وجائداد''

ایک طالب علم نے جواب دیا۔

''تم نے میرے شکار کو بے ہوش کیا ہے یا مار دیا؟'' کچھ دیر کے سکوت کے بعد اول خان نے تیکھی آواز میں سوال کیا۔

''ایک کو بے ہوش کیا ہے۔ تمہارے حریف کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ ان لوگوں کو کبھی کبھی یہ یاد دلانا ضروری ہے کہ وہ امریکا میں نہیں دندنا رہے، پاکستان آئے ہوئے ہیں۔ یہاں بدمعاشی کی قیمت خون سے چکانی پڑتی ہے۔''

''یہ بہت بڑی کامیابی حاصل ہوئی ہے۔'' وہ ہلکی سی جھرجھری لے کر بولا ''سنیل کے گھر پر ان دونوں کی آمد نے ویرا کا یہ نظریہ درست ثابت کر دیا کہ سوبھراج نے قاتلانہ حملے سے بچنے کے بعد یہیں پناہ لی ہوئی تھی۔''

''وہ اکثر ہماری مدد گار ثابت ہوتی ہے لیکن یہ بات اس کے سامنے نہ کہہ دینا۔ وہ کئی دن تک نخرے دکھاتی رہے گی۔''

''وہ بے چاری کیا نخرے دکھائی گی۔'' اول خان نے ہمدردانہ لہجے میں کہا ''میں تو یہ دیکھتا ہوں کہ اس کے ساتھ اکثر زیادتیاں ہوتی رہتی ہیں پھر بھی وہ بہت اپنائیت کے ساتھ تم تینوں کے ساتھ رہ رہی ہے۔''

''صرف سلطان شاہ بھی کبھی حد سے تجاوز کر جاتا ہے۔ ہم دونوں محتاط رہتے ہیں۔ ویرا کو اتنا معصوم نہ سمجھو۔ وہ کسی سے کم نہیں ہے۔ ہمارا اور اس کا دن رات کا ساتھ ہے۔ تم اسے مجھ سے زیادہ نہیں جان سکتے۔''

''مجھے اندازہ ہے۔'' اول خان معنی خیز لہجے میں بولا

Downloaded from https://paksociety.com

''تمہارے بارے میں بھی وہ اکثر یہی دعویٰ کرتی رہتی ہے۔''

''تمہارے چہرے مہرے سے یہ معلوم نہیں ہو رہا ہے کہ تم کسی بڑے مقابلے سے نمٹ کر آ رہے ہو۔'' میں نے اس کا جائزہ لیتے ہوئے کہا پھر پوچھا ''میرا کیا حال ہے؟''

''تمہارے دونوں رخساروں کی ہڈیاں پھولی ہوئی ہیں۔ ہر کماٹڈو لازمی طور پر ایک اچھا باکسر ہوتا ہے۔ غنیمت ہے کہ تمہارے چہرے پر کوئی کھلا ہوا زخم نہیں آیا۔''

''باکسنگ کی پرانی تربیت کام آ گئی ورنہ میرا چہرہ بھی لہولہان ہو گیا ہوتا۔ میں نے اس کا چہرہ بہت بری طرح ادھیڑا ہے تم کیسے بچ گئے۔ تمہارے فارمولے کے تحت دوسرے آدمی کو بھی اچھا باکسر ہونا چاہیے تھا۔''

''میں ابتدا میں ہی اس سے لپٹ گیا تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ میں نے اسے دور رہ کر لڑنے کی آزادی دی تو وہ میرا حلیہ بگاڑ دے گا۔'' اس نے ہنستے ہوئے بتایا۔

میں نے دونوں رخساروں پر ہاتھ پھیرے۔ مجھے ان ہڈیوں میں جلن کا سا احساس ہو رہا تھا۔ ہم نے اس مہم میں اپنے طے شدہ منصوبے کے مطابق جو اہم ترین کامیابیاں حاصل کی تھیں اس کے لیے وہ جلن بہت حقیری قیمت تھی۔

گھر پر تینوں بہت بے چینی سے ہماری واپسی کے منتظر تھے۔

میرے چہرے کی بگڑی ہوئی حالت دیکھ کر ان کا مضطرب ہونا فطری تھا۔ میرے کپڑوں پر جا بہ جا خون کے دھبے لگے ہوئے تھے۔ دونوں ہاتھوں کی جلد پر بھی خون خشک ہو چکا تھا۔ اول خان نے مختصر الفاظ میں انہیں اپنے مشن کی کامیابی سے آگاہ کر دیا۔

جب میں نے انہیں یہ سمجھایا کہ وہ میرے نہیں، دشمن کے خون کے نشانات تھے تو ان کو قدرے اطمینان ہوا۔ غزالہ اپنی حد سے بڑھی ہوئی تشویش کے باوجود ان لوگوں کی موجودگی میں مجھ سے بہت زیادہ قریب آنے کی ہمت نہ کر سکی لیکن ویرا نے میرے سر پر سوار ہو کر بہت غور سے میری چوٹوں کا معائنہ شروع کر دیا۔

''ویرا ذرا دور رہو۔'' میں نے اس کے حد سے بڑھے ہوئے اور بے تکلفانہ قرب پر سٹپٹا کر کہا ''تم میرے اوپر چڑھی آ رہی ہو۔''

''خاموشی سے بیٹھے رہو!'' اس نے میرے داہنے رخسار کی ہڈی کو نرمی سے سہلاتے ہوئے جواب دیا۔ ''میں نے نرسنگ کورس کیا ہوا ہے مجھے معلوم ہے کہ کس طرح زخموں کی دیکھ بھال کی جاتی ہے۔ خدا کا شکر ادا کرو کہ تمہاری ہڈیاں سلامت ہیں۔''

اس کے بدن سے پھوٹنے والی مخصوص مہک میں اس کی عمر کے ساتھ کچھ پرفیوم کا بھی دخل تھا۔ وہ بوجب میرے نتھنوں میں گھس کر مجھے پریشان کرنے لگی تو میں نے اول خان کے اصرار کی پروا کیے بغیر، ہاتھ منہ دھونے کے بہانے اپنی جگہ چھوڑ دی۔

کمرے سے ملحق باتھ روم میں غزالہ بھی میرے ساتھ ساتھ گھس آئی۔ وہ میری حالت پر خاصی دل گرفتہ نظر آ رہی تھی۔

''میں بالکل ٹھیک ہوں، مجھے کچھ نہیں ہوا۔'' میں نے اس کے خوبصورت چہرے کو اپنی ہتھیلیوں میں سمیٹ کر، محبت سے اسے سمجھایا ''باہر جا کر اول خان سے سنو کہ ہم کتنی بڑی کامیابی حاصل کر کے آئے ہیں۔''

وہ ایک وفا شعار اور محبت کرنے والی بیوی تھی۔ اس وقت اسے میری کسی کامیابی سے دلچسپی نہیں تھی۔ وہ میرے لیے فکرمند تھی لیکن ضدی نہیں تھی۔ میں نے اسے سمجھا بجھا کر کسی نہ کسی طرح باتھ روم سے بھیج دیا۔

آئینے میں اپنا عکس دیکھ کر مجھے بھی جھٹکا لگا۔ میں چند ثانیوں تک زاویے بدل بدل کر خود کو دیکھتا رہا۔ مجھے فوری طور پر یہ فکر لاحق ہو گئی تھی میں اس حالت میں فوری طور پر ٹنک کا سامنا کرنے کے قابل نہیں رہا تھا۔

کرنل داور کا زخمی چہرے اس کے ذہن میں بہت سے سنگین شکوک وشبہات کو جنم دے سکتا تھا!

میں نے ہاتھ منہ دھو کر کپڑے تبدیل کیے اور دوبارہ ڈرائنگ روم میں پہنچا تو ویرا فرسٹ ایڈ کا سامان لیے میری منتظر تھی۔ اس دوران میں وہ لوگ اول خان سے ہمارے تازہ ترین معرکے کی پوری تفصیل سن چکے تھے۔

میرا خیال تھا کہ سنیل کے گھر کے قریب حاصل ہونے والی بے مثال کامیابی کے ہیجان میں کھو کر وہ لوگ مجھے بھول جائیں گے لیکن ویرا ہر قیمت پر میری چوٹوں کی ڈریسنگ کرنے پر تلی ہوئی تھی میں نے اسے لاکھ سمجھانا چاہا کہ وہ کھلے ہوئے زخم نہیں تھے، اندرونی ضربات تھیں جو اپنے وقت پر ازخود مندمل ہو جاتیں لیکن اس نے میری ایک نہ سنی۔ دوسرے بھی اس کے ہم نوا بن گئے۔

اس کا دعویٰ تھا کہ اس کی ڈریسنگ کے نتیجے میں چوٹوں کے نیچے جما ہوا خون بہت تیزی سے تحلیل ہو گا اور چوبیس گھنٹے

Downloaded from https://paksociety.com

میں نیل کے نشانات معدوم ہونے کے بعد رخساروں کا ورم اترنا شروع ہو جائے گا۔

مجبور ہو کر میں خود کو اس کے رحم و کرم پر چھوڑنے پر مجبور ہو گیا۔

ویرا نے کسی پیشہ ور حجام کی طرح میرے پیچھے کھڑے ہو کر اپنی ہتھیلیوں پر کوئی مرہم لگایا اور پھر ہولے ہولے مضروب رخساروں کی مالش شروع کر دی۔

میں نے کن انکھیوں سے غزالہ کی طرف دیکھا اسے ویرا کی دیدہ دلیری کا ذرا بھی اندازہ نہیں ہو سکا تھا۔ وہ ممنونیت سے لب ریز نگاہوں سے ویرا کو دیکھ رہی تھی۔

''میں حیران ہوں کہ امریکا میں ایسے بودے اور نکمے کمانڈو پل رہے ہیں جن کا نشانہ درست ہے اور نہ وہ مردانہ وار لڑنا جانتے ہیں۔'' چند ثانیوں تک خاموشی سے میری چوٹیں سہلانے کے بعد ویرا نے زبان کھولی۔

''گھر میں بیٹھ کر یہی محسوس ہوتا ہے۔'' اول خان نے اس کی بات کا فوری جواب دیا ''ان دونوں کو خونریز مقابلے کے بعد زیر کیا گیا ہے.....''

ویرا نے اس کی بات درمیان سے اڑا دی اور بولی ''پھر تو یہی کہا جا سکتا ہے کہ آج ان دونوں کے ستارے گردش میں آئے ہوئے تھے ورنہ لاتوں، گھونسوں اور ہاتھا پائی سے دو امریکی کمانڈوز کا زیر ہونا میری سمجھ میں نہیں آتا۔''

''مار دھاڑ کے بعد آخر میں ڈینی نے ان دونوں کو زہریلی انگوٹھیوں سے زیر کیا تھا۔ وہ موم کے پتلے نہیں تھے جو ہمارا اشارہ پاتے ہی ڈھیر ہو گئے۔ ہم نے جی جان سے مقابلہ کر کے انہیں مارا ہے۔'' اول خان نے وضاحت کی۔

''مقابلے کی خون خواری کا اندازہ ڈینی کے حال سے ہو رہا ہے۔'' ویرا نے نیم استہزائیہ انداز میں بے پروائی سے کہا ''اصل بات یہ ہے کہ میں نے تم دونوں کو صحیح راہ دکھائی۔ یہ ثابت ہو گیا کہ مصیبت میں گھرا ہوا مرد ہمیشہ اپنی محبوبہ کی طرف دوڑ لگاتا ہے۔''

''اور اگر کسی مرد نے محبوبہ نہ پالی ہوئی ہو!'' سلطان شاہ نے پوچھا۔

''وہ بے چارہ گھر جا کر بیوی کی جھڑکیاں سننے پر مجبور ہوتا ہے۔'' ویرا نے ہلکا سا قہقہہ لگا کر جواب دیا ''اس لیے ہر عقل مند بیوی سے زیادہ محبوبہ کی تلاش میں رہتا ہے۔''

ویرا نے ہتھیلیوں سے ہڈیوں کی مالش کے بعد رخساروں پر موٹی موٹی چٹکیاں بھرنی شروع کر دی تھیں۔ غزالہ کے چہرے کے تاثرات دیکھ کر میں خاموش بیٹھا رہا۔ پھر ویرا کو خود اپنی بے شرمی پر شرم آ گئی اور اس نے میرے چہرے کے متاثرہ حصوں پر مرہم کا لیپ کر کے مجھے اپنی قید سے آزاد کر دیا۔

سلطان شاہ کی بروقت دخل اندازی کی وجہ سے ویرا کو صحیح قیاس کے بارے میں زیادہ اونچی اڑان لینے کا موقع نہیں مل سکا۔ وہ بات جہاں تھی وہیں رہ گئی۔

میری طرح اول خان بھی شادی شدہ تھا۔ ویرا کی چھیڑ اس پر بھی صادق آتی تھی لیکن اس نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔ اس کے ہونٹوں پر ایک مربیانہ مسکراہٹ ابھر آئی تھی وہ ویرا کے ساتھ عام طور پر بزرگانہ رویہ اختیار کیے رہتا تھا۔

اس رات کے واقعے سے فوری طور پر دوسرا محاذ بھی کھل گیا تھا۔ ایک طرف سوبھراج کا ہانکا جاری تھا تو دوسری طرف نک کے لیے سنگین مشکلات پیدا کر دی گئی تھیں۔ دیکھنا یہ تھا کہ وہ ان سے کیسے نمٹنے کی کوشش کرتا ہے۔

اول خان کی وہ پوری رات برباد ہو چکی تھی۔ اس کے بارے میں مجھے ہمیشہ یہ تشویش رہتی تھی کہ وہ عیال دار آدمی تھا اور اپنے فرائض کی بجا آوری کی وجہ سے اپنے اہل خانہ کو بہت کم وقت دے پایا تھا۔ یہ اس کی خوش نصیبی تھی کہ اس کی بیوی اعلیٰ تعلیم یافتہ ہونے کے باوجود ایک صابر و شاکر عورت تھی۔

''ناگزیر''

ممتاز رضا صاحب کو ایک سنسان گلی میں ایک ڈاکو نے روک لیا اور پیشانی پر پستول رکھ کر بولا ''تمہارے پاس جو کچھ ہے نکال دو ورنہ بھیجا باہر نکال دوں گا۔''

''نکال دو.....'' ممتاز صاحب نے بے پروائی سے کہا ''آج کے دور میں انسان بھیجے کے بغیر زندہ رہ سکتا ہے..... پیسے بغیر نہیں.....''

''احترام''

''فائیو اسٹار ہوٹل کے گارڈ نے جب تمہیں اٹھا کر پچھلے دروازے سے باہر پھینکا تو تم نے اس سے کچھ کہا؟''

''ہاں..... میں نے اسے بتایا کہ میں کوئی معمولی آدمی نہیں ہوں۔ میرا تعلق بہت بڑے خاندان سے ہے۔''

''پھر اس نے کیا کہا؟''

''اس نے مجھ سے معذرت کی..... مجھے اٹھا کر اندر لایا..... اور پھر اگلے دروازے سے باہر پھینکا۔''

Downloaded from https://paksociety.com

اول خان کے معمولات کو ایک مجبوری سمجھ کر ہمیشہ بلا عذر قبول کر لیتی تھی۔

پونے چار بجے وہ روانگی کے ارادے سے اٹھا تو ہم میں سے کسی نے اسے روکنے کی کوشش نہیں کی۔ میں اسے دروازے تک چھوڑنے آیا تو اس نے جاتے جاتے سوبھراج اور نک سے میرے متوقع رابطوں کے بارے میں جاننا چاہا اور میں نے سرسری طور پر یہ کہہ کر اسے ٹال دیا کہ فوری طور پر میرا کسی سے کوئی رابطہ کرنے کا ارادہ نہیں تھا۔

نک کے پاس میرا موبائل فون نمبر موجود تھا۔ وہ جب چاہتا مجھ سے ازخود رابطہ کر سکتا تھا۔ مجھے اس سے چھیڑ چھاڑ میں پہل کرنے کی کوئی عجلت نہیں تھی۔

سوبھراج پر ناکام قاتلانہ حملہ ہونے کے بعد نک نے صرف ایک بار مجھے فون کیا تھا۔ اس نے سوبھراج کی واپسی کا حوالہ دے کر مجھ سے ڈینی کی سپردگی کا مطالبہ کیا تھا جو میں نے ٹال دیا تھا۔ میرا مؤقف تھا کہ سوبھراج کی واپسی کی اخباری تصدیق سے پہلے میں محض اس کی دی ہوئی اطلاع کی بنیاد پر کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا تھا۔

باتوں باتوں میں، میں نے اسے یہ جتا دیا تھا کہ میں سوبھراج پر قاتلانہ حملے کی خبر سے غافل نہیں تھا۔ مجھے اس واقعے کی ساری جزئیات معلوم تھیں۔ میں نے اسے تجسس کے ذہنی عذاب میں مبتلا کرنے کے لیے صرف یہ نہیں بتایا تھا کہ اس کے بھیجے ہوئے دونوں قاتل سوبھراج کو مارنے میں ناکام رہے تھے۔

اپنی دانست میں وہ سوبھراج کو پاکستان بلا کر میری یعنی کرنل داور کی شرط پوری کر چکا تھا جس کے نتیجے میں ڈینی کو اس کے حوالے کر دینا چاہیے تھا۔ وہ اس کی غرض تھی۔ اسے خود مجھ سے رابطہ کرنا چاہیے تھا۔

سوبھراج کا معاملہ نک سے مختلف تھا کیونکہ میں نے اسے رابطے کے لیے کوئی فون نمبر وغیرہ نہیں دیا تھا۔ اسے مجھ سے کوئی کام نہیں تھا، صرف دو روز کی مہلت کی ضرورت تھی میں اسے وہ مہلت دے چکا تھا لیکن مجھے بہت شدت سے اس کی تلاش تھی۔ میں نے ویرا کی رائے کو ضروری اہمیت نہ دے کر سوبھراج کو سہیل کے گھر سے پکڑنے کا موقع کھو دیا تھا۔ وہ بدستور کہیں روپوش تھا۔

سوبھراج کو مقتدر حلقوں سے اپنے قریبی مراسم اور سیاسی رابطوں پر بہت گھمنڈ تھا۔ اسے خاک میں ملانے کے لیے صبح کے کم از کم ایک بڑے اخبار میں اس کے جرائم کی پوری روداد شائع ہونے والی تھی۔

مجھے پوری امید تھی کہ وہ تفصیل پڑھ کر سوبھراج کا دماغ اپنے ٹھکانے پر آ جائے گا۔ میرا ارادہ تھا کہ میں اس کے بعد سوبھراج سے اس کے سیٹ لائٹ فون پر رابطہ کروں گا تاکہ اس کے آئندہ عزائم کے بارے میں کچھ معلوم ہو سکے۔

اول خان کو میں نے یہ تفصیل نہیں بتائی لیکن وہ خود سمجھدار تھا۔ جانتا تھا کہ آنے والی صبح کے اخبارات بازاروں میں آنے سے پہلے میرا کسی کو فون کرنا بلاجواز تھا۔ کہ نک کو خود مجھ سے رابطہ کرنا چاہیے تھا۔

''میرا مشورہ ہے کہ اب نک کا فون آئے تو تم اس سے بات نہ کرنا۔'' ویرا نے گویا میرا ذہن پڑھ کر اچانک مجھے مشورہ دیا۔

''کیوں؟ تمہیں یہ نادر خیال کیوں آیا؟'' میں نے پوچھا۔

''سوبھراج آ گیا ہے۔ صبح کے اخباروں میں ساری تفصیل آ جائے گی۔ وہ ڈینی کی واپسی کا مطالبہ کرے گا تو تم کیا جواب دے سکو گے۔''

''اس کا فون آنے دو پھر دیکھا جائے گا کہ اس سے کیا کہنا ہے۔'' میں نے انگڑائی لیتے ہوئے کہا ''تھوڑی دیر میں ہر طرف صبح کا اجالا پھیل جائے گا۔ ہم سب کو کچھ دیر کے لیے سو لینا چاہیے تاکہ صبح تازہ دم ہو کر توجہ سے اخبار دیکھ سکیں۔''

میں باہر سے لڑ بھڑ کر گھر واپس آیا تھا۔ وہ تینوں شب بیداری کی وجہ سے تھکے ہوئے نظر آ رہے تھے۔ سب نے میرا مشورہ بے چون و چرا مان لیا۔

روشنیاں گل کر کے میں بستر پر دراز ہوا تو غزالہ والہانہ انداز میں میرے قریب آ گئی اور میرے سینے پر سر رکھ کر کہنے لگی ''کبھی کبھی ویرا ایسی فرشتہ صفت ہو جاتی ہے کہ مجھے اس پر پیار آنے لگتا ہے۔ بے چاری نے اتنی محنت سے آپ کی چوٹوں کی دیکھ بھال کی ہے کہ مجھے اپنے اوپر شرم آنے لگی تھی۔''

''کیوں..... تمہیں کیوں شرم آ رہی تھی؟'' میں نے پیار سے اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے حیرت سے پوچھا۔

''وہ میرا کام تھا جو ویرا کر رہی تھی۔ اول خان کے لحاظ کی وجہ سے میں بیٹھی رہ گئی۔ مجھے خوشی ہے کہ وہ اتنی بے لوثی سے آپ کا دھیان رکھتی ہے۔''

میں نے خاموشی اختیار کر لی۔ غزالہ سے ویرا کے بارے میں کوئی منفی بات کہہ کر میں اس کا بھرم نہیں توڑنا چاہتا تھا۔

ڈرائنگ روم میں مجھے واقعی نیند آ رہی تھی لیکن بستر پر

Downloaded from https://paksociety.com

پہنچنے کے بعد غزالہ کا محبت آمیز قرب میسر ہوا تو نیند اڑ گئی۔ ہم دیر تک ایک دوسرے سے سرگوشیوں میں باتیں کرتے رہے پھر نیند اور تکان کا دوسرا غلبہ ہوا اور اس بار میری آنکھ لگ گئی۔

گہری نیند میں موبائل فون کی گھنٹی کا مسلسل شور اس قدر خلل انداز ہوا کہ آخر کار میری آنکھ کھل گئی۔ میں نے غنودگی کے عالم میں سائڈ ٹیبل سے موبائل فون اٹھا کر کال وصول کی تو دوسری طرف سے نک مجھے صبح بخیر کہہ رہا تھا۔

''نک! اتنے سویرے فون کرنے کی کیا تک ہے!'' میں نے اسے کوئی معقول جواب دینے کے بجائے ناگواری سے کہا ''کم از کم دوسروں کے آرام کا خیال تو کیا کرو۔''

''یہ سویرا نہیں ہے، اس وقت صبح کے آٹھ بج چکے ہیں۔'' اس کی آواز آئی ''اگر تم دیر تک سونے کے عادی ہو تو میں معذرت خواہ ہوں۔''

''میں نیند بھر کر ڈیڑھ دو گھنٹے بعد تمہیں فون کروں گا۔'' میں نے اپنی جان چھڑانے کے لیے بیزاری سے جواب دیا۔

''نہیں کرنل..... اٹھ گئے ہو تو بات بھی کرلو۔ یہ بہت ضروری ہے۔'' اس کی آواز سے فکرمندی اور گہری تشویش کا اظہار ہو رہا تھا۔

''کیا تمہیں اپنے کمانڈوز کے حملے کا انجام معلوم ہو گیا؟'' میں نے بستر چھوڑ کر، کرسی سنبھالتے ہوئے ذرا ترش لہجے میں سوال کیا۔

''ہاں!'' اس نے کسی عذر کے بغیر اعتراف کرلیا ''وہ بچ گیا، اس کے دو نوکر مارے گئے۔ میں پھر بتا دوں کہ وہ میرے کمانڈوز نہیں تھے۔''

''جو بھی تھے، یہ طے ہے کہ وہ اپنا مقصد حاصل کرنے میں بری طرح ناکام رہے۔''

''فی الحال یہی کہا جا سکتا ہے۔ وہ بری طرح زخمی ہوا ہے۔ امید نہیں ہے کہ زندہ بچ سکے گا۔ یہ بتاؤ کہ ڈینی کو کب میرے حوالے کر رہے ہو۔''

''ابھی اس کا ذکر نہ کرو۔ یہ پتا چلانے کی کوشش کرو کہ سوبھراج کہاں چھپا ہوا ہے۔'' میں نے سرد لہجے میں کہا۔

''اسے ڈھونڈنا میرا دردِ سر نہیں ہے۔ تم اس کی پاکستان واپسی کے خواہاں تھے۔ میں نے یہ شرط پوری کر دی۔ اب تم اپنا وعدہ پورا کرو۔ ڈینی کو میرے سپرد کر دو۔ میں اس کام میں زیادہ تاخیر کا متحمل نہیں ہو سکتا۔''

''میں نے اسے پالنے پوسنے کے لیے پاکستان نہیں بلایا تھا۔'' میں نے تلخی سے جواب دیا ''وہ ایک غدار سیاست داں ہے۔ اسے اس کے کیفرِ کردار تک پہنچانا بہت ضروری.....''

''یہ تمہارے مسائل ہیں۔ ان سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے۔'' اس نے اضطراری انداز میں میری بات درمیان سے اچک لی۔

''یہ نہ کہو نک! مسائل میرے ہیں۔ سوبھراج میرا مجرم ہے لیکن اس کی روپوشی کے ذمے دار تم ہو۔'' میں نے تختی سے کہا۔

''کیا میں نے اسے کہیں چھپایا ہے؟'' اس کی آواز تلخ ہو گئی۔

''تم نے نہیں چھپایا لیکن اسے بھگانے کی ذمے داری تمہارے سر ہے۔ وہ آرام سے پاکستان آ گیا تھا۔ تم لوگوں نے اپنی پھرتی دکھانے کے لیے بہت تیزی سے اس پر ایک اوچھا وار کیا اور اس نے خطرہ بھانپ کر روپوشی اختیار کرلی۔ اب میرے ساتھ تم کو بھی اس وقت کا انتظار کرنا ہوگا جب وہ میدان صاف پا کر دوبارہ منظرِ عام پر آئے گا۔''

''کیا میں سمجھ لوں کہ تم اپنے وعدے سے پھر رہے ہو؟'' اس نے تیزی سے پوچھا۔

''تیزی نہ دکھاؤ اور تحمل سے میری بات سمجھنے کی کوشش کرو۔ میں اپنے وعدے پر سختی سے قائم ہوں۔ پاکستان آ کر روپوش ہونے سے بہتر تھا کہ سوبھراج بنکاک میں رہتا۔ کم از کم مجھے یہ تو معلوم تھا کہ وہ کہاں ہے۔ اب اس کے بارے میں ہم سب اندھیرے میں ہیں۔ وہ سامنے آ جائے، میں ڈینی کو تمہارے حوالے کر دوں گا۔''

''وہ ایک پرانا سیاست داں ہے۔ زیادہ عرصے تک روپوش نہیں رہے گا۔ یہاں اس کی جڑیں بہت گہری ہیں۔ تم یہ بات کیوں نہیں سمجھ رہے کہ اپنا خوف دور ہو جانے پر وہ دو چار دنوں میں منظرِ عام پر آ جائے گا.....''

''اسی وقت میں ڈینی کو دوبارہ پکڑ کر تمہارے حوالے کر دوں گا۔'' میں نے اچھی طرح سوچ سمجھ کر اپنی بات میں

انتباہ

سسپنس ڈائجسٹ میں شائع ہونے والی ہر تحریر کے حقوق طبع و نقل بحق ادارہ محفوظ ہیں۔ کسی بھی فرد یا ادارے کے لیے اس کے کسی بھی حصے کی اشاعت یا کسی بھی طرح کے استعمال سے پہلے تحریری اجازت لینا ضروری ہے۔ بصورتِ دیگر ادارہ قانونی چارہ جوئی کا حق رکھتا ہے۔

تمام اشتہارات نیک نیتی کی بنیاد پر شائع کیے جاتے ہیں۔ اس سلسلے میں ادارہ کسی بھی طرح ذمے دار نہ ہوگا۔

Downloaded from https://paksociety.com

دوبارہ پکڑنے کا شوشا لگا دیا۔

''دوبارہ پکڑنے سے کیا مطلب ہے تمہارا!'' میری توقع کے عین مطابق وہ حیرت اور بے اعتباری سے تقریباً چیخ اٹھا تھا ''اس وقت ڈینی کہاں ہے؟''

''مجھے سخت افسوس ہے نک کہ کل رات وہ مجھے جل دے کر نکل گیا۔'' میں نے گہرے تاسف کے ساتھ کہا ''میں نے اس کی قید کے سلسلے میں کسی کو اپنے اعتماد میں نہیں لیا تھا۔ یہ رازداری کا چکر مجھے لے ڈوبا۔ میں رات کو اسے کھانا دینے کے لیے گیا تو وہ کسی ترکیب سے اپنی ہتھکڑیوں سے نجات حاصل کر چکا تھا۔ میرے جھکتے ہی اچانک مجھ پر ٹوٹ پڑا۔ سخت مقابلہ ہوا اور وہ مجھے ادھ موا کر کے فرار ہو گیا۔''

''تم بکواس کر رہے ہو، تم جھوٹے ہو، میں تمہاری کسی بات پر اعتبار نہیں کر سکتا۔''

''میں تمہارے جذبات کو سمجھ رہا ہوں لیکن وہ میرے ہاتھوں سے نہیں بچے گا۔ اب وہ ہر وقت میری دسترس میں ہے۔ ابھی تک اسے یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ وہ پچھلے دنوں کس کا قیدی تھا۔ وہ مجھے سوبھراج کے کیمپ کا کوئی لاپچی غنڈا سمجھ رہا ہے جو بالا ہی بالا انعام کی ساری رقم خود ہضم کرنا چاہ رہا تھا۔''

''تم پکے فراڈ اور دھوکے باز ہو۔ وہ بھاگ گیا تھا تو تم کو اسی وقت مجھے مطلع کرنا چاہیے تھا تاکہ میں اس کا توڑ کر کے نقصان سے بچا رہتا۔'' اس کی آواز غضب ناک ہو گئی ''میں حیران تھا کہ وہ شہر میں کیسے دندناتا پھر رہا ہے۔''

اس نے فرط جوش میں اپنے نقصان کا ذکر کر دیا تھا۔ کھل کر سنیل کے گھر پر پیش آنے والے واقعے کے بارے میں ایک لفظ نہیں بتایا تھا۔

''اس نے مجھے زک پہنچائی ہے، تمہارا کیا بگاڑا ہے؟'' میں نے انتہائی معصومانہ لہجے میں تعجب سے سوال کیا۔

''تم جھوٹے ہو۔'' قدرے توقف کے بعد اس کی آواز ابھری ''وہ تمہارے قبضے میں ہے۔ تم اسے میرے حوالے نہیں کرنا چاہتے اس لیے یہ بہانہ کر رہے ہو۔'' اس نے میری بات کا جواب نہیں دیا تھا۔

''یہ بہانہ نہیں، حقیقت ہے۔'' میں نے اس کی مکاری کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا ''وہ خود نہ بھاگتا تو میں زیادہ دنوں تک اسے اپنی قید میں نہیں رکھ سکتا تھا۔ اس کے ساتھی اس کی گمشدگی سے بے چین ہو رہے تھے۔ وہ ڈینی کی تلاش کی مہم شروع کر دیتے تو میرے لیے اسے چھپائے رکھنا ناممکن ہو جاتا۔ وہ لوگ بہت طاقت ور ہیں۔''

''میں یہ بات ماننے کے لیے تیار نہیں ہوں کہ وہ تمہیں مار پیٹ کر بھاگ گیا۔''

''مجھ سے ملو گے تو میرا چہرہ دیکھ کر تمہیں یقین آ جائے گا۔ اس مردود نے بہت بے رحمی سے میرا چہرہ بگاڑا ہے۔ اس کی پوری کوشش تھی کہ کسی طرح نقاب نوچ کر میرا چہرہ دیکھ لے لیکن وہ آخر تک اپنی اس کوشش میں کامیاب نہیں ہو سکا۔''

''اس نے تم کو نہیں دیکھا لیکن اپنے قید خانے کو ذہن نشین کر لیا ہو گا۔ اس کے سہارے وہ آسانی سے تم تک پہنچ سکتا ہے۔'' نک کی آواز سے مسلسل بے اعتباری جھلک رہی تھی۔

''اسے مر کر بھی کچھ پتا نہیں چل سکے گا۔ وہ ملیر کے دور افتادہ علاقے میں پی ڈبلیو ڈی کے ایک ویران گودام کا کمرا تھا جہاں میں نے اسے رکھا تھا۔ میں نے اس پر ہاتھ ڈالنے سے پہلے ہر ممکنہ خطرے کا توڑ کر لیا تھا۔''

اس سے وہ گفتگو کرتے ہوئے میں اس کی زبان سے دوبارہ اس کے نقصان کا ذکر سننا چاہ رہا تھا جسے اس نے گول کیا ہوا تھا۔ وہ روانی میں یہ بھی کہہ گیا تھا کہ اسے شہر میں ڈینی کی آزادانہ موجودگی کے آثار پر شدید حیرت تھی۔

''نہیں کرنل۔'' اس بار نک کی آواز سخت اور بے رحمانہ تھی ''میں تمہاری اس بے سروپا کہانی پر یقین نہیں کر سکتا۔ فوری طور پر ڈینی کو میرے حوالے کر دو ورنہ میں وہ قدم اٹھاؤں گا جو تمہارے وہم و گمان میں بھی نہیں ہو گا۔''

''ایک وقت میں ایک قدم اٹھانا، دوسرا اٹھایا تو اوندھے ہو جاؤ گے۔'' اس کے لہجے پر مجھے بھی طرارہ آ گیا۔

''میں یہ سمجھنے پر مجبور ہو جاؤں گا کہ کرنل داور اور ڈینی ایک ہیں۔'' نک کی وہ دھمکی سن کر میری رگ و پے میں سنسنی کی ایک لہر سی دوڑ گئی۔

''تم جو چاہو سمجھتے رہو۔'' میں نے سرد اور سپاٹ لہجے میں جواب دیا ''تمہاری دھمکیوں سے حقائق نہیں بدل سکتے۔ وہ وہی رہیں گے جو ہیں۔ یہ تمہاری.....''

اس نے مجھے اپنی بات پوری کرنے کا موقع نہیں دیا۔ درمیان میں ہی غصیلی آواز میں غرایا ''او کے کرنل! اب میں تمہیں تماشا دکھاؤں گا۔''

نک کے ان الفاظ کے ساتھ فون کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔

میرے لیے یہ بات سخت پریشانی اور تشویش کا باعث تھی کہ سوبھراج کا فتنہ ختم ہونے سے پہلے ہی نک میرے خلاف دوسرا سرگرم محاذ کھولنے پر تل گیا تھا۔

انسانیت کے دشمنوں کے خلاف جاری اس جنگ کے باقی واقعات آئندہ شمارے میں ملاحظہ فرمائیں

Downloaded from https://paksociety.com

چڑھا دیا گیا۔اس کی پرواہ پاکست کے بعد آئرک بیل اس غلطی کی بہترین ہیروئن کے پیداواری ذرائع پر قبضہ کرنے کے منصوبے کے علاوہ پاکستان کی ایٹمی تنصیبات کو نقصان پہنچانے کے مذموم خواب کو عملی جامہ پہنانے کی سازشوں کے ساتھ پاکستان پہنچا تھا مگر ساں اسے کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔وہ اپنے انجام سے خوف زدہ ہو کر واپس امریکا فرار ہوا۔ہم بھی اس کے تعاقب میں امریکا پہنچے جہاں ہماری کوششوں سے اس کی برطانیوں کا آغاز ہوا اور وہ ڈیوڈ اسٹارز اور امریکی حکومت کے مابین ہونے والے خفیہ معاہدے کے افشا ہونے کے باعث امریکیوں کی تحریص منصب ٹھہرا۔اپنے مشن کی کامیابی کے بعد ہم پاکستان واپس آگئے۔ ہمارا اگلا مرحلہ ہمارتیوں سے ان کے ایٹمی پلانٹ میں ہوا جس میں ہم سرخرو ہوئے۔عمارت سے واپسی پر ہمیں علم ہوا کہ پاکستان میں ٹی وی دوبارہ سرگرم عمل ہونے جارہی تھی۔اس مرتبہ اس کے احیا کی ذمے داری بن ڈیوڈ کے پرورگی کی تھی۔جس نے نہایت ہوشیاری سے خود کو پس پردہ رکھ کر اپنا کام شروع کردیا تھا۔اس نے میری تلاش میں جنا گیر کے گولڈ فارمیسی تک رسائی حاصل کرلی تھی جہاں اس سے میرا ٹکراؤ بھی ہوا مگر اسے فرار ہونے کا موقع مل گیا۔جلد ہی ہمیں معلوم ہوا کہ بن نے انجیلوں کے ذریعے اپنی ہوم سوم کارروائیوں کا سلسلہ جاری رکھا تھا مگر وہ ان کی کارکردگی سے مطمئن نہیں تھا اس نے انہیں ٹرانسفر کے ذریعے ایک جگہ سمیٹنے کا فیصلہ کیا تھا۔اس کا موقع بھی ہمیں مل گیا۔ہم نے ان کے خیمے کے بارے میں ٹپ دے چکا تھا۔ہم نے ہوٹل کے خیمے کو اغوا کرنا چاہا مگر ہمارے دشمن بہت تیز نکلے۔خیمے کو ہوٹل میں مار دیا گیا۔ ہوٹل کے کمانڈوز کے رجسٹر کے مندرجات سے اندازہ ہوا کہ شہنشاہ خان بھی کوہرا کا دورہ ملتوی کردیا تھا۔اور اس وقت بھی ہوٹل میں موجود تھا۔میں نے اس سے رابطہ کرنے کی کوشش کی مگر کچھ ناکامی ہوئی۔بعد کی تحقیق نے ثابت کی

سوبھراج پاکستان آ گیا۔ اب مجھے ڈینی کو اس کے حوالے کر دینا چاہیے۔''

''اور آپ نے انکار کر دیا ہوگا۔'' غزالہ نے مسکرا کر پُرسکون انداز میں قیاس آرائی کی اور آگے بولی ''وہ آپ کے انکار سے مشتعل ہوا ہوگا۔ آپ نے کیسے کہہ دیا کہ وہ رات کے واقعے کی وجہ سے اشتعال کی حالت میں ہے۔''

''بات ایک ہی ہے۔'' میں نے بے پروائی سے کہا ''اس نے رات کے واقعے کے نتائج سے آگاہ ہونے کے بعد مجھ سے رابطہ کیا تھا۔''

''شاید آپ اس کی باتوں سے اُلجھ گئے ہیں۔ ورنہ یہ نہ کہتے۔'' غزالہ نے تحمل اور بردباری کے ساتھ کہا ''کل صبح ہونے والے ناکام قاتلانہ حملے کے بارے میں وہ یوں انجان بن گیا جیسے اسے اس واقعے کا علم ہی نہ ہو۔ اپنی صداکاری سے وہ سوبھراج کو اپنی بے گناہی کا یقین دلانے میں اس حد تک کامیاب ہو گیا کہ سوبھراج نے اسے اپنی کمین گاہ کے بارے میں بتا دیا۔ یہ نک کے لیے سنہرا موقع تھا۔ اس کا خیال تھا کہ صبح کے حملے میں ناکامی کا منہ دیکھنے والے دونوں کمانڈوز اپنی غلطی کا ازالہ کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ اس نے ان ہی دونوں کو سہیل کے گھر کی طرف ہانک دیا۔ جہاں سوبھراج کو موجود ہونا چاہیے تھا.....''

غزالہ کی بات طویل ہوتی جا رہی تھی۔ میں نے مضطرب ہو کر اس کی بات کاٹ دی ''یہ سب درست ہے۔ ان باتوں کو نہ دہراؤ۔ یہ بتاؤ کہ تم کیا کہنا چاہ رہی ہو۔''

وہ بے ساختہ ہنس پڑی اور بولی ''ارے بھئی، وہ سمجھ رہا تھا کہ دونوں کمانڈوز سہیل کے گھر جائیں گے اور اسے ذبح کر کے کامیابی کے شادیانے بجاتے ہوئے لوٹ جائیں گے۔ یوں وہ اپنے ایک غدار کو سزا دینے میں کامیاب ہو جائے گا لیکن اس کی وہ بساط اسی پر الٹ گئی۔ نہ صرف سوبھراج ان لوگوں کے ہاتھ نہیں آیا بلکہ ان میں سے ایک مارا گیا اور دوسرا پولیس کی تحویل میں ہے۔ اس انجام پر اسے صرف اور صرف مایوسی ہو سکتی تھی۔ اتنی بڑی ناکامی پر اس کے مشتعل ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔''

میں اپنے سر کی اثباتی جنبش سے اس کی ساری بات سنتا رہا پھر کہا ''تھوڑی دیر کے لیے میں تمہاری بات مان لیتا ہوں لیکن اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ اصل اہمیت اس کی دھمکی کی ہے۔ وہ اشتعال یا مایوسی کے عالم میں بالکل صحیح نتیجے پر پہنچا ہے۔ کرنل داور اور ڈینی کو ایک شخصیت کے دو روپ قرار دے کر اس نے مجھے فکرمند کر دیا ہے۔''

''آپ غیر ضروری طور پر فکرمند ہو رہے ہیں۔ ایک شکست خوردہ حریف کچھ بھی کہہ سکتا ہے۔ اس کی بات کو اتنی اہمیت نہیں دینی چاہیے۔''

میں نے غزالہ کو کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کا مشورہ سن کر خاموشی اختیار کر لی۔

وہ ٹھیک کہہ رہی تھی۔ مجھ سے فون پر بات کرتے ہوئے نک کو ڈینی کے فرار کی خبر سن کر سخت مایوسی کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ وہ یہ حساب لگائے بیٹھا تھا کہ سوبھراج کو پاکستان میں واپس بلانے کے بعد وہ کرنل داور کی بنیادی شرط پوری کر دے گا اور اس کے نتیجے میں ڈینی اس کی تحویل میں آ جائے گا۔

یہ اس کی بدقسمتی تھی کہ اس نے سوبھراج کو واپس بلانے پر اکتفا نہیں کیا۔ اس کی دانست میں سوبھراج نے ویرا کو قید کر لینے کے معاملے میں غیر ضروری رازداری سے کام لے کر اس سے غداری کا ارتکاب کیا تھا۔ وہ زیادہ دیر تک ویرا کو اپنی قید میں رکھنے میں کامیاب نہیں ہو سکا تھا۔ وہ اسے جل دے کر فرار ہونے میں کامیاب ہو گئی تھی۔

نک کی نظروں میں سوبھراج کا وہ جرم ناقابلِ معافی اور غداری پر مبنی تھا۔ ویرا کی قید کی خبر چھپا کر اس نے ایف بی آئی جیسے معتبر اور مقتدر امریکی ادارے کو فریب دینے کی کوشش کی تھی جس کی سزا موت سے کم نہیں ہو سکتی تھی۔

اس نے سوبھراج کے پاکستان لوٹتے ہی اس پر قاتلانہ حملہ کرایا اور سوبھراج خطرہ بھانپ کر روپوش ہو گیا۔

نک بہت چالاک افسر تھا۔ وہ اپنی چرب زبانی سے سوبھراج کو یہ باور کرانے میں کامیاب ہو گیا کہ قاتلانہ حملے کی سازش میں اس کا کوئی ہاتھ نہیں تھا۔ سوبھراج نے اس کی باتوں میں آ کر اسے یہ بتا دیا کہ اس وقت وہ اپنے راج محل کے بجائے اپنے ملازم سہیل کے گھر پناہ گزین تھا۔

نک اس کے لہو کا پیاسا ہو رہا تھا۔ وہ ایف بی آئی کے غدار کو جلد از جلد اس کے کیفر کردار تک پہنچانے کا خواہاں تھا۔ سوبھراج کے نئے ٹھکانے کا علم ہوتے ہی اس نے اپنے غدار پر دوسرے اور بھرپور قاتلانہ حملے کی منصوبہ بندی شروع کر دی۔

یہ اس کی مزید بدنصیبی تھی کہ اسی دوران میں، میں نے سوبھراج سے رابطہ کر لیا اور کسی نہ کسی طرح اسے اپنی نیک نیتی کا یقین دلا کر بعض اہم باتیں معلوم کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ میں نے اسے بتا دیا کہ اگر نک اس کی نئی پناہ گاہ سے واقف ہو چکا ہے تو پھر اس کی زندگی خطرے میں ہے۔ اس پر کسی بھی وقت دوسرا قاتلانہ حملہ ہو سکتا ہے۔

Downloaded from https://paksociety.com

بات سوبھراج کی سمجھ میں آ گئی۔ نک کے متوقع وار سے بچنے کے لیے اس نے فوری طور پر سنیل کا گھر چھوڑنے کا فیصلہ کرلیا۔

اس وقت تک مجھے یہ اندازہ نہیں ہوسکا تھا کہ سوبھراج نے کہاں پناہ لی ہوگی۔ اس نے مجھ سے سنیل کے گھر کا تذکرہ نہیں کیا تھا۔ اس بارے میں ویرا نے باتوں ہی باتوں میں میری رہنمائی کی اور مجھے بھی یقین ہوگیا کہ سوبھراج اس وقت سنیل کے گھر پر ہی ہوسکتا ہے۔

میرے اس نتیجے پر پہنچنے سے پہلے سوبھراج کو کافی وقت مل چکا تھا۔ وہ نک سے خوف زدہ تھا۔ یہ امکان دور دور تک نہیں تھا کہ ایک سنگین خطرے کی بھنک مل جانے کے بعد بھی وہ اپنے اسی ٹھکانے پر رکا رہا ہوگا۔

بعد کے واقعات نے ثابت کر دیا کہ وہ اولین فرصت میں سنیل کو اپنے ساتھ لے کر وہاں سے نکل چکا تھا۔

نک اس خوش فہمی میں مبتلا رہا کہ اس نے سوبھراج کو اپنی بے گناہی کا یقین دلا دیا ہے۔ اس نے سوبھراج پر دوسرا وار کرنے میں عجلت سے کام نہیں لیا۔ اس کے دو کمانڈوز رات گئے سنیل کے گھر پہنچے اور میرے بچھائے ہوئے جال میں پھنس گئے۔

سنیل کے گھر کے باہر جو کچھ ہوا۔ وہ سنسنی خیز اور چشم کشا تھا۔ وہاں آنے والے دو امریکیوں میں سے ایک مارا گیا تھا۔ دوسرا پکڑا گیا تھا۔ ان دونوں کی بدترین ناکامی کے بعد نک مر کر بھی سوبھراج کو اپنی خیر خواہی کا یقین نہیں دلا سکتا تھا۔

یہ بات نک بھی اچھی طرح جانتا تھا کہ پچھلی رات کی ناکامی کے بعد وہ سوبھراج کے سامنے بے نقاب ہوگیا تھا۔ ایک طرف وہ سوبھراج کی رفاقت سے محروم ہوکر، اس کی کھلی دشمنی مول لے چکا تھا۔ دوسری طرف کرنل داور نے اسے ڈینی کے بارے میں دھتا بتائی تھی۔ ابتدا میں سہل نظر آنے والا ہر کام بری طرح ناکامی سے دوچار ہو چکا تھا۔

سوبھراج کے بنکاک سے کراچی واپس پہنچتے ہی نک کو پے در پے جس طرح ناکامیوں کا سامنا کرنا پڑا تھا، ان کی روشنی میں اس پر مایوسی اور بد دلی کا غلبہ ہونا لازمی تھا۔ ایسی حالت میں وہ کھسیانی بلی کی طرح کھمبا نوچنے کی کوشش کر رہا تھا۔

اسے سوبھراج پر تیسرا مہلک وار کرنے کا موقع ملنے کی کوئی امید نہیں رہی تھی۔ میں نے کرنل داور کی حیثیت سے اسے دوٹوک الفاظ میں بتا دیا تھا کہ ڈینی میری قید سے فرار ہو چکا تھا اور جب تک سوبھراج اپنی روپوشی ترک کر کے منظر عام پر نہیں آئے گا، میں ڈینی کے خلاف کوئی بڑی کارروائی نہیں کر سکوں گا۔

میرا اندازہ تھا کہ مقررہ مدت میں اپنے اہداف حاصل نہ کر سکنے کی بنا پر امریکا سے نک کے تبادلے کے احکام جاری ہو چکے تھے۔ اس نے اپنے بڑوں کی نظروں میں سرخ روئی حاصل کرنے کے لیے کچھ جتن کر کے عارضی طور پر اپنا تبادلہ رکوالیا تھا۔

میری یعنی کرنل داور کی یقین دہانیوں کی بنا پر وہ پرامید ہوگیا تھا کہ پاکستان سے جاتے جاتے، وہ نہ صرف سوبھراج جیسے غدار کو اس کے کیفرِ کردار تک پہنچا دے گا بلکہ ڈینی جیسے خطرناک اور مطلوب مجرم کو اپنی تحویل میں لے کر ہر طرف تہلکہ مچا دے گا۔

اس کے وہ سنہرے خواب خاک میں مل چکے تھے۔ شاید غزالہ درست کہہ رہی تھی۔ نک کی ساری باتیں ایک ہارے ہوئے جواری کی ہرزہ سرائیوں سے زیادہ وقعت کی حامل نہیں تھیں۔ اس کے بلند بانگ دعوؤں کی ناکامی کے بعد مجھے نظر آ رہا تھا کہ اب اس کے بڑے اس کی کسی بھی بات کو زیادہ وقعت نہیں دیں گے۔

کچھ دیر کی خاموشی میں وہ سارا تجزیہ کر لینے کے بعد میں نے مسکرا کر غزالہ کی طرف دیکھا اور نرمی سے کہا ''تمہاری باتیں قرین قیاس ہیں۔ مجھے نک کی ہذیانی باتوں پر متفکر نہیں ہونا چاہیے۔ اب وہ اپنے بڑوں کا اعتبار کھو چکا ہے۔ اس کی کسی بھی بات پر زیادہ دھیان نہیں دیا جائے گا۔''

''وہ اب چند دنوں کا مہمان ہے.....'' غزالہ نے مسکراتے ہوئے اپنی بات شروع کی جو میں نے چونک کر حیرت سے کاٹ دی۔

''کیوں؟ تم کس بنیاد پر یہ بات کہہ رہی ہو۔''

میرے ردِعمل پر وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی اور بولی ''میرا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ چند دنوں میں عالم بالا کی طرف رخصت ہو جائے گا۔ ایسے فیصلے آپ ہی کر سکتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ ان دنوں آپ لوگوں نے امریکیوں پر ہاتھ اٹھانے سے گریز کیا ہوا ہے۔''

''بس غیر ضروری خوں ریزی سے بچ رہے ہیں۔ ان کی حرکتیں حد سے متجاوز ہونے لگیں تو پھر ہم بھی ہاتھ پر ہاتھ دھرے نہیں بیٹھے رہیں گے۔ کل رات کو ہی ان کا ایک کمانڈو مارا گیا ہے۔''

''امریکی اپنی طاقت کے نشے میں اندھے ہوگئے ہیں۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ وہ سنیل کے گھر کے پاس اپنے کمانڈوز کی موجودگی کا کیا جواز دیں گے۔''

''وہ باقاعدہ مقابلہ کرتے ہوئے مارے گئے ہیں۔ سنیل

Downloaded from https://paksociety.com

کی بیوی گواہی دے گی کہ ان میں سے ایک نے اس کے گھر میں گھس کر کسی قسم کی پوچھ گچھ کی تھی۔ ان باتوں کو چھوڑو اور یہ بتاؤ کہ تم نک کے بارے میں کیا کہہ رہی تھیں۔''

''وہ آپ کو خود بتا چکا ہے کہ اس کا سامان تیار ہے۔ وہ کسی بھی وقت یہاں سے کوچ کر سکتا ہے۔ شاید اسے مصلحت کے تحت کچھ دنوں کی چھٹی دی گئی تھی۔ کمانڈوز والے قصے کو دبانے کے لیے ضروری ہو گیا ہے کہ اسے جلد از جلد پاکستان سے رخصت کر دیا جائے۔''

''اب اس کا چلا جانا ہی بہتر ہے۔ یہاں رکا رہا تو وہ کسی وقت میرے ہاتھوں مارا جائے گا۔ وہ ہماری دی ہوئی ڈھیل کا ناجائز فائدہ اٹھا رہا ہے۔''

''وہ آپ کی نظروں میں آیا ہوا ہے۔ رات کے واقعے کے بعد سوبھراج بھی اس کی جان کا دشمن ہو جائے گا۔ اس نے صرف نک کو یہ بات بتائی تھی کہ وہ سنیل کے گھر میں پناہ گزین ہے۔ وہاں مارے اور پکڑے جانے والے امریکی کمانڈوز کا قصہ اب تک اس کے علم میں آ چکا ہوگا۔ جب کوئی قریبی حلیف دشمنی پر تل جائے تو اس سے بچنا بہت مشکل ہوتا ہے۔''

''اب تک کھیل کے سارے کردار چھپے ہوئے تھے ان کے چہرے بے نقاب ہو جانے کے بعد کھیل میں یکا یک تیزی آ جائے گی۔ دیکھنا ہوگا کہ سوبھراج کیا کرتا ہے۔''

غزالہ سے وہ فقرے کہہ کر میں تیزی سے باتھ روم میں چلا گیا۔ اپنے سر سے نیند کا خمار دور کرنے کے لیے میں شدت سے غسل کی ضرورت محسوس کر رہا تھا۔

ہمارے لیے سب کچھ بہت واضح تھا لیکن نک کی قلابازیاں جاری تھیں۔ اس نے اپنی تازہ ترین گفتگو میں سوبھراج پر کیے جانے والے قاتلانہ حملے کا اعتراف کیا تھا لیکن پچھلی رات کو کیے جانے والے دوسرے ناکام حملے کے بارے میں کھل کر ایک لفظ بھی نہیں کہا تھا۔ باتوں کی روانی میں اس نے بس اتنا ضرور کہا تھا کہ ڈینی شہر میں دندناتا پھر رہا تھا اور اس کی آزادی سے اسے نقصان پہنچا تھا۔

اپنی پوری کوشش کے باوجود میں اس کی زبان سے ان دو فقروں کے سوا کوئی بات اگلوانے میں کامیاب نہیں ہو سکا تھا۔

اپنے بدن پر گرم اور ٹھنڈے پانی کی تیز دھاریں بہا کر میں نے پوری دل جمعی کے ساتھ غسل کیا، تر و تازہ ہو کر لباس تبدیل کیا اور باتھ روم سے نکل کر میز پر پہنچا تو وہ تینوں مجھ سے پہلے وہاں موجود تھے۔

ویرا کے سامنے وہی کثیر الاشاعت اخبار پھیلا ہوا تھا۔ جس کا ایک اہم نامہ نگار اول خان گرویدہ تھا۔

''حیرت ہے کہ آج تم اتنے سویرے ناشتے کی میز پر نظر آ رہی ہو!'' میں نے اپنی کرسی سنبھالتے ہوئے، ہنس کر ویرا سے کہا۔

''مجھے بے چینی سے اخبار کا انتظار تھا۔ اس میں سب کچھ آ گیا ہے اور اب سوبھراج کی سلامتی کا ہر دروازہ بند ہو چکا ہے۔'' ویرا نے اخبار سمیٹتے ہوئے کہا۔

''تم نے ڈینی کو اخبار کی اہم ترین خبر کے بارے میں نہیں بتایا۔'' سلطان شاہ نے اسے ٹوکا۔

''کیا سوبھراج کے کرتوتوں کے علاوہ بھی اخبار میں کوئی اہم خبر ہے؟'' میں نے حیرت کے ساتھ اس سے پوچھا۔

''کہہ سکتے ہو۔'' سلطان شاہ سے پہلے ویرا بے پروائی سے بولی ''جلال کی کوششیں بار آور ہوئی ہیں۔ اسلام آباد میں چھایا ہوا جمود ٹوٹ چکا ہے۔''

''آگے بھی تو کچھ بکو۔'' اس کی خاموشی پر میں نے جھلا کر کہا۔

''سوبھراج سے ساری مراعات واپس لے لی گئیں ہیں اور اس کا نام ایگزٹ کنٹرول لسٹ میں ڈال دیا گیا ہے۔'' سلطان شاہ نے بتایا۔

کہتے ہیں عمر رفتہ کبھی لوٹتی نہیں

اچھا تو جا کے رُستم ہربل اُٹھا کے لا

''رُستم ہربل پلز'' کا نسخہ خاص، کمزور نوجوانوں، بڑی عمر یا شوگر کے باعث پیدا ہونے والی کمزوری کیلئے قطب دوراں حضرات میاں ہدایت اللہ صاحب مرحوم کا عطا کردہ ہے جو اُن کے مرید خاص محترم بابا فرید صاحب کی زیر نگرانی تیار کیا جاتا ہے۔

''رُستم ہربل'' کمزوروں کو بنائے توانا اور توانا کو بنائے رُستم۔ ''رُستم ہربل'' خالص جڑی بوٹیوں سے تیار کردہ ہر قسم کے کشتہ جات اور منشیات سے پاک کے فوائد ہی فوائد ہیں نقصان کوئی نہیں۔ اس کا کوئی سائڈ ایفیکٹ نہیں۔ ''رستم ہربل'' مکمل اعتماد سے استعمال کیجئے اور خود اپنا اعتماد بحال کیجئے۔ ''رستم ہربل'' قیمت 575 روپے بمع محصول ڈاک بذریعہ وی پی پارسل منگوانے کیلئے خط لکھیں اپنا نام اور ایڈریس صاف اور خوش خط لکھیں۔

بابا فرید ٹریڈرز

پوسٹ بکس نمبر 655 جی پی او فیصل آباد 38000 (پاکستان)

Downloaded from https://paksociety.com

''ویری گڈ!'' میں نے اپنے دل کی گہرائی سے کہا ''یہ خبر ایک دن بعد سامنے آتی تو میں سمجھتا کہ سوبھراج کے خلاف اخباری کہانیوں کے نتیجے میں یہ قدم اٹھایا گیا ہے لیکن کہانیوں کے ساتھ اس خبر کی اشاعت سے ثابت ہو رہا ہے کہ اسلام آباد والوں نے آخر کار جلال کی باتوں پر یقین کر لیا ہے۔''

''ذرا خبر پڑھ لو۔ پہلے صفحے پر ہی ایک کالم کا نمایاں بکس چھاپا گیا ہے۔'' سلطان شاہ نے مشورہ دیا ''خبر کی زبان بہت محتاط ہے۔''

میں نے ویرا کے سامنے رکھا ہوا اخبار اٹھا لیا۔ اس کے پہلے صفحے پر ایک سنسنی خیز، چار کالمی سرخی میں سوبھراج کا نام نمایاں تھا۔ اسی کے برابر میں حاشیے کے ساتھ وہ ایک کالمی خبر تھی کہ وفاقی وزارت داخلہ نے بعض ناگزیر وجوہ کی بنا پر ملک کے نامور اور معزز سیاست داں سے عارضی طور پر ساری مراعات واپس لے لی ہیں۔ اخبار نے اپنے طور پر صرف اتنا اضافہ کیا تھا کہ وفاق کی طرف سے اس فیصلے کی وجوہ ظاہر نہیں کی گئیں۔ صرف یہ کہا گیا ہے کہ بعض نازک معاملات کی چھان بین کے بعد مراعات بحال کر دی جائیں گی۔

''یہ آج کی سب سے بڑی خبر ہے۔'' میں نے اخبار ایک طرف ڈالتے ہوئے کہا ''اپنے سر سے وفاقی تحفظ کی چھتری ہٹ جانے کے بعد سوبھراج یکا یک یتیم ہو گیا ہے۔ اب وہ اپنے بدترین انجام سے نہیں بچ سکے گا۔''

''وہ اتنا احمق نہیں ہے کہ اسے آسانی سے مار لیا جائے۔'' ویرا نے میرے لیے ٹوسٹ پر مکھن لگاتے ہوئے کہا ''نک نے اس پر داؤ پیچھے وار کر کے اسے ہوشیار کر دیا ہے۔ وہ منظر عام پر آنے کے بجائے روپوش ہے.....''

''وہ کب تک روپوش رہے گا؟'' غزالہ نے اس کی بات کاٹ کر سوال کیا ''وہ بہت بڑے سیاسی، سماجی اور معاشرتی رتبے کا مالک ہے۔ یہاں اس کے کثیر اثاثے ہیں۔ وہ کب تک روپوش رہے گا۔ اسے جلد از جلد سامنے آ کر اپنا دفاع کرنا ہوگا۔''

''میری خواہش بھی یہی ہے کہ وہ جلد از جلد سامنے آجائے۔ وہ اس ملک سے دہری غداری کا مرتکب ہوا ہے۔ ایک طرف وہ راداوالوں کے کلیدی مہرے کا کردار ادا کر رہا تھا تو دوسری طرف وہ امریکا کی خفیہ ایجنسیوں کی فیلڈ فورس کا نگراں تھا۔'' میں نے حسرت زدہ لہجے میں کہا ''ایک بار وہ سامنے آجائے تو میں اس سے یہ دونوں حساب بے باق کر لوں گا۔''

''وہ ان خطرات سے اچھی طرح واقف ہے۔'' ویرا نے تلخ لہجے میں کہا ''وفاقی وزارت داخلہ کے حکم نامے نے اس کے تابوت میں آخری کیل جڑ دی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ آج جلال اس کی گرفتاری کے وارنٹ حاصل کرنے میں بھی کامیاب ہو جائے۔ اب سوبھراج آسانی سے منظر عام پر نہیں آئے گا۔ آدمی کی جان خطرے میں ہو تو وہ کسی چیز کی پروا نہیں کرتا۔ اپنی جان بچانے کے لیے عزت، شہرت اور دولت سمیت ہر چیز کو داؤ پر لگا دیتا ہے۔''

''سوبھراج ان لوگوں میں سے نہیں ہے۔'' سلطان شاہ بولا ''وہ اپنی عزت اور ساکھ کے لیے بہت فکر مند رہتا ہے۔ وہ ہر قیمت پر خود کو بچانے کی کوشش کرے گا۔''

''ضرور کرے گا۔'' ویرا نے اس کی تائید کرتے ہوئے کہا ''لیکن وہ بھی یہ بات محسوس کر رہا ہوگا کہ اب اس کی واپسی کے راستے تیزی سے بند ہوتے جا رہے ہیں۔ وہ سامنے آیا تو کوئی نہ کوئی وفاقی افسر اسے دھر لے گا۔''

ناشتے کے دوران میں سوبھراج ہی ہماری گفتگو کا مرکز و محور بنا رہا۔ اول خان کے ایما پر شہر کے سب سے بڑے اخبار نے اس کی ذات کے چیتھڑے اڑا کر رکھ دیے تھے۔

اپنے ملک میں وہ اپنے سیاسی اثر و رسوخ کی بنا پر معزز اور معتبر بنا ہوا تھا لیکن پس پردہ اس نے کوبرا کا بھیانک روپ دھارا ہوا تھا۔ کوبرا بن کر وہ ملک بھر میں پھیلے ہوئے امریکی مخبروں اور ایجنٹوں کی رہنمائی کرتا تھا اور اسی نام سے وہ را کے ایجنٹوں کے لیے امرت دھارا بنا ہوا تھا۔ اپنے ملک سے کسی بھی مشن پر پاکستان آنے والے، را کے ایجنٹ اس کے سیٹ لائٹ فون پر اس سے رابطہ کرتے تھے اور وہ ان کو ہر ممکن مدد اور تحفظ فراہم کرتا تھا۔ اول خان کے ایما پر اس رپورٹ میں سوبھراج کے خفیہ ترین سیٹ لائٹ فون کا نمبر بھی دے دیا گیا تھا۔

''اس کے لیے ہر راستہ بند ہو چکا ہے۔ اب دیکھنا ہوگا کہ وہ کیا کرتا ہے۔'' میں نے پُرخیال انداز میں کہا۔

''یعنی اب تم انتظار کرو گے؟'' ویرا نے تیزی سے کہا۔

میں ہنس پڑا اور ہنسی کے دوران ہی بولا ''انتظار رہے گا لیکن اس کے ساتھ ہاتھ پیر بھی چلتے رہیں گے۔ ابھی معاملہ تازہ ہے۔ میں سنیل کی بیوی سے مل کر یہ جاننے کی کوشش کروں گا کہ رات اس کے ساتھ کیا واقعہ پیش آیا تھا۔''

''تمہیں وہاں جانے کی کیا ضرورت ہے۔'' ویرا نے ترشی سے کہا ''وہ گندی ذہنیت کی عورت ہے۔ اپنی عزت افزائی کے نام پر سوبھراج کے پہلو کی زینت بنتی رہی ہے۔ وہ تم پر بھی ڈورے ڈالنے کی کوشش کر سکتی ہے۔''

بے اختیار میری نظریں غزالہ کی طرف اٹھ گئیں۔ وہ ویرا

Downloaded from https://paksociety.com

کی دلیل سے خاصی متاثر نظر آ رہی تھی۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا ''اس وقت وہ سوبھراج کے قصے کی ایک اہم کڑی ہے۔ ہوسکتا ہے کہ اس سے کوئی سراغ مل سکے۔''

''اس سے مزید کچھ معلوم نہیں ہو سکے گا۔ ویرا نے تیزی سے کہا ''پولیس والوں نے اسے پہلے ہی پنچوڑ لیا ہوگا۔ اول خان کے ذریعے تھانے سے اس کے بیان کی نقل لے لو۔ سب کچھ تمہارے سامنے آجائے گا۔''

''ویرا ٹھیک کہہ رہی ہے۔'' سلطان شاہ نے سر ہلا کر اس کی تائید کی۔

''میرا خیال ہے کہ آپ اس عورت سے ملے بغیر بھی سب کچھ جان سکتے ہیں۔'' غزالہ نے بھی ان دونوں کا ساتھ دینا ضروری سمجھا۔

''پولیس والے پوری کہانی سے واقف نہیں ہیں۔ انہوں نے اگر اس عورت سے کوئی پوچھ گچھ کی ہوگی تو وہ رات کے واقعے تک محدود رہی ہوگی۔ اس میں سوبھراج اور سنیل کا ذکر نہیں آیا ہوگا۔ ہوسکتا ہے کہ وہ ان کے بارے میں کچھ بتا سکے۔''

رات والے واقعے میں پولیس نے اول خان کے منصوبے کے مطابق ایک خاص وقت پر مداخلت کی تھی۔ سب کچھ نمٹ جانے کے بعد اول خان نے انہیں تین ہوائی فائروں کے ذریعے مداخلت کا اشارہ دیا تھا۔ وہ آئے ہوں گے تو انہیں سڑک پر دو سفید فام امریکی زخمی حالت میں بے حس و حرکت پڑے ہوئے ملے ہوں گے۔ جن میں سے ایک زندگی کے بوجھ سے چھٹکارا حاصل کر چکا تھا۔

پولیس کو وہاں آمد کا اشارہ دینے کے بعد ہم نہیں رکے تھے۔ یہ بات یقینی تھی کہ پولیس والوں نے ان دونوں کو اپنی تحویل میں لے لیا ہوگا لیکن یہ ضروری نہیں تھا کہ وہ لوگ فوری طور پر یہ جاننے میں کامیاب ہو گئے ہوں کہ ان امریکیوں کا اصل ہدف سنیل کا گھر تھا۔

وہ دونوں مجرم سہی لیکن امریکی تھے۔ مجھے شبہ تھا کہ ان کی چمڑی کی رنگت نے پولیس والوں کو مرعوب کیا ہوگا۔ زندہ بچنے والا ابھی اس وقت بے ہوش تھا۔ جائے واردات پر اس کا بیان لینے کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔ پولیس والے ان دونوں کو سڑک سے اٹھا کر سیدھے اسپتال لے گئے ہوں گے۔

اسپتال میں ہوش میں آنے کے بعد، زندہ بچ جانے والے کمانڈو سے یہ توقع نہیں کی جا سکتی تھی کہ اس نے کھٹا کھٹ سچ بولنا شروع کر دیا ہوگا۔

تیسری دنیا کے ترقی پذیر ملکوں میں اپنی غیر قانونی سرگرمیاں انجام دینے والے امریکی ہمیشہ ایک مخصوص نسلی تکبر میں مبتلا رہتے تھے۔ امریکا کو ایک ارضی جنت تصور کرتے ہوئے، وہ روئے زمین کے دوسرے ملکوں کو حقیر سمجھتے تھے اور وہاں رہنے والوں کو عام طور پر دوسرے بلکہ تیسرے درجے کا شہری گردانتے تھے۔

ان لوگوں کی اس نفسیات کے پیشِ نظر مجھے اندیشہ تھا کہ رات کے اکلوتے قیدی نے پولیس کو اپنے عزائم کے بارے میں کچھ نہیں بتایا ہوگا۔ اپنی قومیت اور مراعات کی دھمکیاں دے کر اپنے کسی بڑے سے رابطہ کرنے کی اجازت حاصل کی ہوگی اور اس کے بعد سب کچھ اسی طرح ہوتا چلا گیا ہوگا جیسے وہ امریکی چاہتا تھا۔

اگر میرا وہ اندیشہ درست تھا تو پولیس کو سنیل کے گھر کی بھنک بھی نہیں مل سکی ہوگی۔ مغرور اور متکبر امریکی بھول کر بھی اپنے جرم کا اعتراف نہیں کر سکتا تھا۔ اس نے یقینی طور پر اس واقعے کو یہ رنگ دینے کی کوشش کی ہوگی کہ اس علاقے سے گزرتے ہوئے ان دونوں کو نامعلوم مجرموں کی ناگہانی مداخلت کا نشانہ بننا پڑا، جس کے نتیجے میں ایک مر گیا، دوسرا زخمی ہوا اور پھر پولیس نے اسے اپنی تحویل میں لے لیا۔

سنیل کی بیوی کے معاملے میں وہ تینوں ہم نوا ہو چکے تھے۔ ان کی متفقہ رائے تھی کہ میرا وہاں جانا بے سود تھا۔

ان کے رویے کو دیکھتے ہوئے، میں نے ناشتے کے بعد اسپیکر فون پر اول خان سے رابطہ کیا۔ وہ اپنے گھر پر تھا نہ دفتر میں موجود تھا لیکن موبائل فون پر ہاتھ آ گیا۔

''رات والی بھاگ دوڑ کے بعد اس وقت تمہیں محوِ خواب ہونا چاہیے تھا۔ حیرت ہے کہ تم جاگ رہے ہو!'' ہنسی کے درمیان اول خان کی آواز ابھری۔

''ٹک نے فون کر کے جگا دیا ورنہ میں ابھی تک سو رہا ہوتا۔ یہ بتاؤ کہ تم کہاں ہو؟''

''سولجر بازار کے تھانے کی طرف جا رہا ہوں۔ قیدی

انتباہ
سسپنس ڈائجسٹ میں شائع ہونے والی ہر تحریر کے حقوق طبع و نقل بحقِ ادارہ محفوظ ہیں۔ کسی بھی فرد یا ادارے کے لیے اس کے کسی بھی حصے کی اشاعت یا کسی بھی طرح کے استعمال سے پہلے تحریری اجازت لینا ضروری ہے۔ بصورتِ دیگر ادارہ قانونی چارہ جوئی کا حق رکھتا ہے۔
تمام اشتہارات نیک نیتی کی بنیاد پر شائع کیے جاتے ہیں۔ اس سلسلے میں ادارہ کسی بھی طرح ذمے دار نہ ہوگا۔

Downloaded from https://paksociety.com

نے پورا تھانہ سر پر اٹھا رکھا ہے۔ پولیس والے اس پر اپنے حربے آزماتے ہوئے ہچکچا رہے ہیں۔''

''پولیس والے اتنے بے بس بھی نہیں ہوتے۔ انہوں نے اس سے کچھ نہ کچھ اگلوایا ہوگا۔ صرف وہی نہیں پکڑا گیا۔ اس کا ایک ساتھی مارا بھی گیا ہے۔''

''پرانی کہانی ہے۔ وہ دونوں وہاں سے گزر رہے تھے غنڈوں نے ان کی گاڑی روک لی۔ مقابلہ ہوا اور جب ایک آدمی مارا گیا تو غنڈے بھاگ لیے۔''

''سنیل کے گھر کا کوئی ذکر نہیں آیا۔'' میں نے سوال کیا۔

''قیدی نے کوئی ذکر نہیں کیا۔ پولیس والے پورے پس منظر سے بے خبر ہیں۔ اسی لیے میں خود تھانے جا رہا ہوں۔ پوری کہانی ریکارڈ پر آنے کے بعد امریکی قونصل خانے کو بتایا جائے گا کہ ان کا ایک پیشہ ور کمانڈو مارا گیا ہے اور دوسرا پکڑ لیا گیا ہے۔''

''اوہ.....! پھر یہی وجہ ہے کہ نک نے اس تازہ واردات کا ذکر نہیں کیا۔ شاید اسے امید ہوگی کہ دوسرا کمانڈو آسانی سے پولیس کے چنگل سے نکل آئے گا۔''

''وہ خبیث تم سے کیا کہہ رہا تھا؟'' اول خان نے پوچھا۔

''ڈینی کو اپنے حوالے کرنے کا مطالبہ کر رہا تھا جو میں نے سختی سے مسترد کر دیا.....''

''سوبھراج کی پاکستان واپسی کے بعد وہ اپنے اس مطالبے میں حق بجانب ہے۔ تم نے اس کو کس بنیاد پر کورا جواب دیا۔'' اس نے میری بات کاٹ کر پوچھا۔

''اس نے اپنی حماقتوں سے سوبھراج کو روپوشی کی راہ دکھائی ہے۔ جب تک وہ منظر عام پر نہیں آتا، میں اپنا وعدہ پورا کرنے کا پابند نہیں ہوں۔''

''ویری گڈ! تمہارا حیلہ بہت جان دار ہے۔''

''تم تھانے کی طرف ضرور جاؤ لیکن مجھے تھوڑی سی مہلت دے دو۔ میں پولیس کے پہنچنے سے پہلے سنیل کی بیوی سے ملنا چاہتا ہوں۔''

''تم اطمینان سے ادھر جا سکتے ہو۔ میری کوشش ہوگی کہ معاملہ طول پکڑے۔ ابھی ابھی میرے ذہن میں خیال آیا ہے کہ ہم از خود قونصل خانے کو اطلاع نہ دیں بلکہ تھانے میں اپنے قیدی کی سُتائی کرتے رہیں۔ جب ان لوگوں کو اپنے آدمیوں کے بارے میں کہیں سے کوئی خیر خبر نہیں ملے گی تو وہ خود ان کی گمشدگی کی رپورٹ درج کرائیں گے۔ اس کے جواب میں انہیں بتایا جائے کہ ان کا ایک آدمی سولجر بازار کے تھانے میں بند ہے اور دوسرا سرکاری مردہ خانے میں احتیاط سے رکھا ہوا ہے۔''

''یہ بہترین تجویز ہے۔ ان لوگوں کے ساتھ یہی سلوک ہونا چاہیے۔'' ویرا اضطراری انداز میں بول پڑی۔

''جب یہ لوگ ہر عالمی کنونشن اور معاہدے کی خلاف ورزی کرتے ہوئے، اپنے جنگی قیدیوں کو حیوانوں جیسے آہنی پنجروں میں بند کر کے ذرائع ابلاغ پر ان کی کھلی تشہیر کر سکتے ہیں تو ہم ان کے مجرموں سے قرار واقعی سلوک کیوں نہیں کر سکتے۔''

''امریکی دن بہ دن مغرور ہوتے جا رہے ہیں۔'' میں نے رسانیت سے کہا ''اپنی برتری کے زعم میں وہ دنیا میں اپنی مقبولیت کھوتے جا رہے ہیں۔ وہ دن زیادہ دور نہیں جب اس کرۂ ارض پر بسنے والا ہر انسان ان سے نفرت کرنے لگے گا۔ کوشش کرو کہ ان کا کمانڈو اپنی رہائی سے پہلے لنگڑا، لولا اور معذور ہو چکا ہو۔''

''یہی ہوگا۔'' اول خان کی آواز پُرعزم تھی ''یہ امریکی خود مختار قوموں کی آزادی پر شب خون مارتے ہیں تو حیوان بن جاتے ہیں۔ اپنی حریف قوموں کے حکمرانوں کا بھی لحاظ نہیں کرتے۔ ان کے ساتھ کھلے بندوں بدسلوکیاں کرتے ہیں اور دنیا بھر کو دکھاتے ہیں۔ ان کا یہ گھمنڈ ایک نہ ایک دن ضرور رنگ لائے گا۔ ہمارا قیدی ان کے خلاف ہماری نفرت کا پہلا اظہار ہوگا۔''

''تمہاری ان باتوں سے دل میں ٹھنڈک سی پڑ رہی ہے۔ تم اسے ادھیڑو، میں مسز سنیل کی خبر لیتا ہوں۔''

''تم نے آج کا اخبار تو دیکھ لیا ہوگا۔'' اول خان نے پوچھا۔

''شان دار کہانی چھپی ہے۔ اس کے بعد سوبھراج کے لیے نجات کا ہر دروازہ بند ہو چکا ہے۔'' میں نے کھلے دل سے اس کی تعریف کی ''دیکھنا ہے کہ اب وہ کون سی راہ اختیار کرتا ہے۔ آج اس سے مراعات بھی واپس لے لی گئی ہیں۔''

''وقت کا پہیہ اس کے خلاف گردش میں آ چکا ہے۔ آثار بتا رہے ہیں کہ جلال کسی وقت بھی راج محل پر دھاوا بول دے گا۔''

''اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ اب سوبھراج بھول کر بھی وہاں کا رخ نہیں کرے گا۔''

''وہ ادھر جائے یا نہ جائے، یہ علامتی کارروائی ضروری ہو گئی ہے۔ سب کو پتا چل جانا چاہیے کہ اب وہ ایک معزز

Downloaded from https://paksociety.com

سیاست داں نہیں رہا، ایک مطلوب مجرم بن چکا ہے۔ وہ کوبرا بنا ہوا تھا۔ "بچیر و والے قصے میں ہونے والی خوں ریزی اس کی پیشانی کا داغ بن گئی ہے۔ اسے یہ بھی بتانا پڑے گا کہ راج محل میں آنے والی میری کلارک اب کہاں ہے۔"

"یہ سب اس وقت کی باتیں ہیں جب وہ ہم میں سے کسی کے ہاتھ آجائے گا۔ اس نے وقت کے دھارے کو سمجھ لیا ہوگا۔ اب وہ مشکل سے کسی کی گرفت میں آئے گا۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔" اول خان کی آواز تفکر آمیز ہو گئی۔ "ہم نے یہ نہیں سوچا تھا کہ اپنے خلاف ہونے والی کارروائیوں کے بعد وہ روپوش بھی ہو سکتا ہے۔"

"میرے ذہن میں یہ اندیشہ روز اول سے موجود تھا۔ پہلے وہ عزت دار آدمی تھا۔ اب اس کی حیثیت بدل چکی ہے۔ ہمارے لیے اس پر ہاتھ ڈالنا آسان ہو گیا ہے۔"

اسی موضوع پر مزید کچھ باتیں کرنے کے بعد اول خان سے گفتگو ختم ہو گئی۔

اس سے بات ہو جانے کے بعد رہا سہا ابہام بھی دور ہو چکا تھا۔ پولیس والوں نے مہمان بن کر رات والے واقعے میں مداخلت کی تھی۔ انہیں اس معاملے کے سرپیر کا کوئی علم نہیں تھا۔ قیدی سے یہ توقع عبث تھی کہ وہ خود اپنے جرم کا اعتراف کر لے گا۔ پولیس والوں نے اسے پکڑا اور لے جا کر تھانے کے لاک اپ میں ڈال دیا تھا۔ اس واردات کے بارے میں سنیل کی بیوی سے کسی پوچھ گچھ کی نوبت نہیں آسکی تھی۔

"کبھی کبھی مجھے تم پر رشک کے ساتھ غصہ آنے لگتا ہے۔" کچھ دیر کے سکوت کے بعد ویرا بولی "تم بعض معاملات میں بیٹھے بٹھائے اس طرح صحیح قیافے لڑا لیتے ہیں۔ جیسے تم کو سب کچھ پہلے سے معلوم رہا ہو۔"

"یہ تمہاری غلط فہمی ہے۔ ذرا سے سکون اور توجہ کے ارتکاز سے تم اس سے بھی بہتر نتائج اخذ کر سکتی ہو۔ یہ بالکل سامنے کی بات تھی کہ پولیس فورس اس معاملے میں اچانک ملوث ہوئی تھی۔ ان کو پورے معاملات کا علم نہیں تھا۔"

"اب آپ سنیل کی بیوی سے ملنے جا رہے ہیں؟" غزالہ نے اچانک پوچھا۔

"ہاں!" میں نے مسکرا کر اثبات میں جواب دیا۔ میں اول خان سے باتوں میں اس ارادے کا اظہار کر چکا تھا۔ میرا اندازہ تھا کہ وہ میرے اس ارادے پر کوئی اعتراض کرے گی یا کم از کم میرے ساتھ چلنے کی ضد کرے گی لیکن میرا جواب سننے کے بعد اس نے یکا یک خاموشی اختیار کر لی۔

میں ناشتے سے فارغ ہو چکا تھا۔ کچھ دیر بعد میں نے روانگی کے ارادے سے اپنی جگہ چھوڑی تو مجھے حیرت ہوئی کہ ان تینوں میں سے کسی نے میرے ساتھ چلنے پر اصرار نہیں کیا۔

گھر میں ایس ٹی ایف کے دو آدمی مستقل طور پر مامور تھے اس لیے کسی کو میرے ہاتھ باہر آنے کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ ان دونوں میں سے ایک نے پھاٹک کھول کر گاڑی باہر نکالنے میں مجھے مدد دی اور میرے روانہ ہونے کے بعد دروازہ بند کر لیا۔

گلشن اقبال سے سولجر بازار تک کا فاصلہ زیادہ نہیں تھا۔ صبح کے ان اوقات میں سڑکوں پر ٹریفک کا زیادہ دباؤ نہیں تھا۔ میں ذرا سی دیر میں سنیل کے گھر پہنچ گیا۔

میں نے اپنی گاڑی اس دو منزلہ مکان کے سامنے روکی اور نیچے اترا تو مجھے زینوں تک رسائی کا دروازہ بند نظر آیا۔ میں نے سنگلاخ ستون پر لگا ہوا بٹن دبا کر گھنٹی بجائی اور اوپر سے کسی جواب کا انتظار کرنے لگا۔

مجھے اندازہ تھا کہ اس گھر میں عورت اکیلی تھی اور رات کے واقعے سے خوف زدہ تھی۔ میں نے دوسری مرتبہ گھنٹی بجانے سے پہلے خاصا طویل انتظار کیا اور آخر کار وہ انتظار بار آور ثابت ہوا۔

اوپری منزل کا داخلی دروازہ کھلا اور مجھے وہاں ایک سبک اندام خاتون کا دلکش چہرہ نظر آیا جس پر خوف کی پرچھائیاں لرزاں تھیں۔ دن کے اجالے میں اس کی پیشانی پر لگی ہوئی سرخ بندیا دور سے چمک رہی تھی۔

"میں سنیل کا خیر خواہ ہوں۔ اوپر آنا چاہتا ہوں۔" میں نے نرمی سے کہا۔

وہ فوری طور پر کچھ نہ بولی۔ اپنی جگہ پر خاموش کھڑی میری طرف دیکھتی رہی۔ اس کا وہ تذبذب میرے لیے قابلِ فہم تھا۔ میں نے اس سے نظریں چار کیے رکھنے کے بجائے اپنا سر جھکا لیا۔ مختصر مدت میں، میں نے اس کی آنکھوں میں خوف و ہراس کے سائے لرزاں دیکھ لیے تھے۔ میں اسے سوچنے اور فیصلہ کرنے کا پورا موقع دینا چاہتا تھا۔ آخر کار اس کی نرم اور مترنم سی آواز سنائی دی۔ "اندر ہاتھ ڈال کر کھٹکا کھول لو اور اوپر آجاؤ۔"

میں نے دروازے کی آہنی گرل میں سے اپنا ہاتھ گزار کر کھٹکا ٹٹولا اور اسے کھول کر اندر داخل ہو گیا۔

میرے اوپر پہنچنے تک وہ اپنی جگہ پر کھڑی رہی۔ میرے اندر داخل ہونے کے بعد اس نے دروازہ بند کیا اور الجھن آمیز لہجے میں بولی "میں نے تم کو پہلے کبھی نہیں دیکھا۔ تم کون ہو اور سنیل کو کیسے جانتے ہو؟"

Downloaded from https://paksociety.com

''ان باریکیوں میں نہ پڑو۔'' میں نے اس مختصر لیکن آراستہ ڈرائنگ روم میں ایک صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا ''میں اس کی تلاش میں پہلی بار یہاں آیا ہوں۔ میں اس کو بتانا چاہتا ہوں کہ وہ جس راستے پر چل رہا ہے وہ سراسر تباہی کی طرف جا رہا ہے۔''

''وہ گھر پر نہیں ہے۔ میں خود بھی اس کے لیے پریشان ہوں۔'' میری زبان سے ہمدردی کے دو بول سنتے ہی اس کی آواز دل گرفتہ سی ہوگئی۔

''مجھے معلوم ہے کہ وہ گھر پر نہیں ہے، سوبھراج کے ساتھ کہیں غائب ہے۔ اگر تم کو اس کے ٹھکانے کا علم ہے تو اس سے رابطہ کرو اور اسے بتاؤ.....''

''سب بے کار ہے۔'' اس نے ایک گہرا سانس لے کر میری بات کاٹ دی ''سنیل میری کوئی بات نہیں سنتا۔ سوبھراج کی دولت کی چکاچوند نے اسے اندھا کر دیا ہے۔''

''سوبھراج بڑا آدمی ہے۔ وہ اپنے بچاؤ کے دس راستے نکال لے گا۔ سنیل پر برا وقت آیا تو اسے کوئی نہیں بچا سکے گا۔''

''میں بھی اسے سمجھاتی ہوں۔'' میرے لب و لہجے سے متاثر ہو کر وہ مجھ سے از خود کھلتی جا رہی تھی۔ اس نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا ''پہلے سب ٹھیک ٹھاک تھا لیکن کچھ دنوں سے ایک کے بعد ایک گڑبڑ ہوتی جا رہی ہے۔ اب تو کچھ لوگ سوبھراج کے خون کے پیاسے ہو گئے ہیں۔ مجھے ڈر ہے کہ اس کے ساتھ سنیل بھی نہ مارا جائے۔''

''کل رات کوئی گورا سوبھراج کی تلاش میں یہاں آیا تھا۔'' میں نے اس کے چہرے پر نظریں جما کر سوال کیا۔

''وہ زبردستی گھر میں گھسا تھا۔ اس نے سارے کمرے دیکھے۔ مجھ سے ٹیڑے سوال کیے اور پھر گالیاں دیتا ہوا واپس چلا گیا۔''

''سوبھراج بہت اونچا اور گندا کھیل کھیل رہا ہے۔ وہ بہت بری طرح مارا جائے گا۔ تم آج کا اخبار دیکھو گی تو تمہیں اس کا اصل چہرہ نظر آ جائے گا۔''

''ہمارے گھر اخبار نہیں آتا۔ میں باہر گئی تو ضرور اخبار دیکھوں گی۔''

''وہ گھناؤنا آدمی ہے۔ میں نے سنا ہے وہ تم سے چوری چھپے ملتا رہا ہے؟''

اس کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ وہ فوری طور پر میری بات کا کوئی جواب نہیں دے سکی۔ چند لمحوں کی خاموشی میں اپنے اندرونی ابال پر قابو پا کر اس نے کمزور آواز میں کہا ''تم کو یہ بات کس نے بتائی ہے۔''

''میرا راج محل میں آنا جانا ہے۔ ایسی باتیں چھپی نہیں رہتیں۔ سینہ بہ سینہ آگے بڑھتی رہتی ہیں۔ سنیل کو بھی ان ملاقاتوں کا علم ہو چکا ہوگا۔''

''وہ بے غیرت آدمی ہے۔'' سنیل کا نام سنتے ہی وہ پھٹ پڑی ''وہ پہلے سے مجھے سمجھاتا رہتا تھا کہ کبھی سوبھراج مجھ سے دوستی کرنا چاہے تو میں اس سے انکار نہ کروں۔ وہ سونے کے انڈے دینے والی مرغی ہے۔ اسے خوش کر کے ہم بہت جلد مالدار بن سکتے ہیں۔ ایک دن سوبھراج نے مجھے راج محل میں بلوایا تو میں انکار نہ کر سکی۔ سنیل ٹنڈ آدم گیا ہوا تھا۔ وہ دن ہے اور آج کا دن۔ سوبھراج اسے بہانے سے شہر سے باہر بھیج دیتا ہے اور مجھے بلوا لیتا ہے۔ سنیل اس کو اپنی عزت افزائی سمجھتا ہے۔ اس میں نام کو بھی مردانہ غیرت نہیں ہے۔''

''وہ یہ سب کیوں کر رہا ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''یہ اس کا لالچ ہے۔'' وہ اپنے شوہر کی گھٹیا حرکتوں پر خوش نہیں تھی ''وہ زیادہ پڑھا لکھا نہیں ہے۔ کہیں اور نوکری کرے گا تو اسے چار پانچ ہزار روپے سے زیادہ تنخواہ نہیں ملے گی۔ سوبھراج اسے بیس ہزار دیتا ہے۔ وقت بے وقت کے انعام اس کے علاوہ ہیں۔''

''تم اس کے دوست ہو۔'' چند ثانیوں کی خاموشی کے بعد وہ دوبارہ بولنے لگی ''اسے سمجھاؤ اور غیرت دلاؤ کہ وہ یہ راستہ چھوڑ دے۔'' بات کرتے کرتے وہ یکا یک لپک کر میرے قریب آ گئی اور سرسراتی ہوئی نیچی آواز میں اپنی بات جاری رکھی ''کچھ دنوں سے سنیل کی حرکتیں پراسرار ہو گئی ہیں۔ وہ گھر آتا ہے تو چپ چپ اور کھویا کھویا سا رہتا ہے۔ میں پوچھتی ہوں تب بھی وہ کچھ نہیں بتاتا۔ مجھے خوف آنے لگا ہے کہ بات اب بے غیرتی سے بھی آگے بڑھ گئی ہے۔''

وہ میرے بہت قریب آ گئی تھی۔ میں اس کے قرب سے بوکھلا کر صوفے کے ایک کونے میں سمٹ گیا۔ وہ اس وقت اپنے خیالوں میں کھوئی ہوئی تھی۔ اسے گمان ہوا کہ میں نے ایک طرف سرک کر اس کے لیے اپنے قریب جگہ پیدا کی ہے۔ وہ وہیں ٹک گئی۔

''کیا بے غیرتی سے آگے بھی کچھ ہو سکتا ہے؟'' میں نے کچھ سوچے سمجھے بغیر، اس کی بات سے بات ملاتے ہوئے، روا روی میں پوچھا۔

''مجھے ڈر ہے کہ وہ سوبھراج کی خوشنودی حاصل کرنے کے چکر میں کسی جرم کی دلدل میں دھنستا جا رہا ہے۔'' اس بار اس کی آواز سرگوشیانہ اور خوف آور ہو گئی۔

Downloaded from https://paksociety.com

وہ تنہا اور سہمی ہوئی عورت تھی۔ اس کا شوہر اسے حالات کے بے رحم دھارے میں یکہ و تنہا چھوڑ کر غائب ہو گیا تھا۔ اسے شدت سے کسی سہارے کی تلاش تھی۔ میں نے اس کے سامنے پہنچ کر سنیل کی خیر خواہی کا فرضی عندیہ دیا تو اس گھبرائی ہوئی عورت نے کسی چھان بین کے بغیر، آنکھیں بند کر کے مجھ پر اعتبار کر لیا۔ اس وقت اسے شدت سے کسی ہمدرد اور ہم نوا کے سہارے کی ضرورت تھی۔ میری ذات کی صورت میں اسے وہ سہارا میسر آ گیا تھا۔

میں نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر اس کی طرف دیکھا اور پھر خود بھی ڈرامائی لہجہ اختیار کرتے ہوئے کہا ''جو بات میں کھل کر نہیں کہہ سکا تھا وہ تم نے بھانپ لی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اپنے شوہر کے بارے میں قدرت نے تمہیں کوئی چھٹی حس بھی دی ہوئی ہے۔ سوبھراج بہت بڑا مجرم ہے۔ آج کا اخبار اس کے کالے کرتوتوں سے بھرا ہوا ہے۔ وہ اس ملک سے غداری کر کے دشمنوں کے لیے کام کر رہا ہے۔ وہ اپنے ساتھ سنیل کو بھی مروا دے گا اور تم ہاتھ ملتی رہ جاؤں گی۔''

''پہلے مجھے صرف شبہ تھا لیکن کل صبح وہ دونوں زخمی حالت میں گھبرائے ہوئے یہاں آئے تو مجھے یقین ہو گیا کہ وہ دونوں خون خرابے کی راہ پر چل رہے ہیں۔ سنیل کے بدن پر گولیوں کے تین زخم تھے۔ سوبھراج کے کپڑے بھی خون سے لتھڑے ہوئے تھے۔ ان دونوں نے مجھے اپنے قریب نہیں آنے دیا۔ گھر بند کر کے خاموشی سے بیٹھنے کا حکم دیا اور دونوں ایک کمرے میں بند ہو گئے۔ وہاں انہوں نے خود ہی ایک دوسرے کی مرہم پٹی کی ہو گی اور کپڑے بدلے ہوں گے۔ میں ان دونوں سے ڈرنے کے باوجود اندر کی سن گن لینے کی کوشش کر رہی تھی۔ دوپہر کو ایسا معلوم ہوا جیسے سوبھراج کسی سے فون پر بات کر رہا ہو۔ میں نے دوڑ کر گھر کا دوسرا فون اٹھایا تو ہماری لائن فارغ تھی۔ میں سمجھ گئی کہ وہ اپنے سیٹ لائٹ فون پر کسی سے بات کر رہا ہو گا۔ وہ اس چھوٹے سے سیٹ کو ہر وقت اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھتا ہے۔ راج محل میں میرے ساتھ وقت گزارتے ہوئے اس نے کئی بار سب کچھ بھول بھال کر اس فون پر آنے والی کالز سنی تھیں۔''

اسے پہلی بار اپنے دل کی بھڑاس نکالنے کا موقع میسر آیا تھا اس لیے وہ مسلسل بولے جا رہی تھی۔ میرے لیے وہ نئی اور اندر کی باتیں تھیں اس لیے میں کوئی نکتہ آفرینی کیے بغیر بالکل خاموشی سے اس کی باتیں سنے جا رہا تھا۔ بولتے بولتے وہ سانس لینے کے لیے رکی تو میری محویت کا تسلسل ٹوٹ گیا اور میں نے مضطربانہ انداز میں کہا ''مجھے معلوم ہے کہ وہ اس ذاتی فون پر اپنے بیرونی آقاؤں سے ہدایات لیتا ہے اور غداروں سے رابطے قائم کرتا ہے۔ تم نے اس کی کچھ نہ کچھ باتیں تو ضرور سنی ہوں گی۔ وہ فون پر کیا کہہ رہا تھا؟''

''بند کمرے میں اس کی آواز کبھی دھیمی اور کبھی تیز ہو جاتی تھی'' وہ بتانے لگی ''وہ اڑتی اڑتی باتیں میرے پلے نہیں پڑ سکیں۔ اس وقت مجھے یہ خوف کھائے جا رہا تھا کہ وہ دونوں کہیں سے مار کھا کر آئے ہیں۔ میں نے ان کی مرضی کے خلاف کوئی حرکت کی تو وہ میرے ساتھ بری طرح پیش آئیں گے۔ وہ شاید اپنے کسی دشمن اور روپوشی کی باتیں کر رہا تھا۔''

''پھر کیا ہوا؟'' میں نے اسے دوبارہ لقمہ دیا۔

''کچھ دیر بعد وہ دونوں کمرے سے ایک چھوٹا سا تھیلا لے کر نکلے۔ ان کے زخموں کی مرہم پٹی ہو گئی تھی' کپڑے بھی صاف تھے لیکن سوبھراج کا چہرہ زرد پڑا ہوا تھا۔ شاید اس کے زخموں سے زیادہ خون بہہ گیا تھا۔ سنیل نے جانے سے پہلے مجھے صرف اتنا بتایا کہ کچھ نامعلوم دشمن بلاوجہ ان دونوں کے خون کے پیاسے ہو گئے تھے۔ ان سے بچنے کے لیے وہ دونوں کسی نامعلوم ٹھکانے کی طرف جا رہے تھے۔ خطرہ ٹلنے تک اس نے مجھ سے فون پر رابطہ رکھنے کا پکا وعدہ کیا تھا۔ رات کو میرے اوپر ایک قیامت گزر گئی۔ امریکی گورے نے میرے بدن کو کسی مویشی کے بدن کی طرح نوچا اور ٹٹولا تھا جیسے میں نے ان دونوں کو اپنی کوکھ میں چھپایا ہوا ہو۔ وہ مجھے ننگی ننگی گالیاں اور دھمکیاں دے کر چلا گیا۔ میں اس کی دہشت سے رات کو ایک پل کے لیے بھی نہیں سو سکی مگر اب تک سنیل نے پلٹ کر میری کوئی خبر نہیں لی۔ پتا نہیں وہ کہاں ہے؟''

اس کے آخری اور بے ساختہ فقرے میں مجھے وہ جواب مل گیا جس کی تلاش میں' میں نے اپنے گھر سے وہاں تک کی دوڑ لگائی تھی۔ میں نے ایک زمانہ دیکھا ہوا تھا۔ میں پوری ایمانداری سے اس نتیجے پر پہنچا تھا کہ وہ عورت جھوٹ نہیں بول رہی تھی۔ اسے سنیل یا سوبھراج کے نئے ٹھکانے کے بارے میں کوئی علم نہیں تھا۔

وہ دلکش اور خوبصورت ضرور تھی لیکن رنگین مزاج عورت نہیں تھی۔ میرا تجربہ بتا رہا تھا کہ وہ ایک سیدھی سادی گھریلو عورت تھی جسے اس کے شوہر نے اپنے مالی مفادات کی خاطر سوبھراج جیسے ہوس کے پجاری کے چنگل میں دے دیا تھا۔

وہ عورت ان دونوں کی شریک کار تھی اور نہ رازداں تھی۔ اس کی بدقسمتی نے اسے سنیل جیسے بے ضمیر شخص کے سر منڈھ دیا تھا اور وہ خاموشی کے ساتھ اس سے نباہ کیے جا رہی تھی۔

Downloaded from https://paksociety.com

''تمہیں اپنے گھر میں اس گورے کی آمد کے علاوہ کچھ اور بھی معلوم ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''یہ بہت پرسکون علاقہ ہے اور پھر اس وقت رات بھی بہت گہری ہو چکی تھی۔ اس کے اترتے ہی مجھے نیچے دھما چوکڑی کی آوازیں سنائی دی تھیں' پھر کسی گاڑی کے انجن کی تیز آواز سنائی دی۔ میں نے ڈرتے ڈرتے کھڑکی سے باہر جھانکا تو مجھے ملگجی روشنی میں کئی آدمی ایک دوسرے سے لڑتے ہوئے نظر آئے۔ وہ سب وحشی درندوں کی طرح ایک دوسرے کو مارنے پر تلے ہوئے تھے۔ میں نے سہم کر کھڑکی کے پردے گرائے اور اپنے بستر پر گر کر کانپنے لگی'' اس کی آواز میں خوف یوں در آیا تھا جیسے وہ پچھلی رات کا ڈراؤنا واقعہ دوبارہ رونما ہوتے دیکھ رہی ہو۔

وہ اسی لب و لہجے میں اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہہ رہی تھی'' کچھ دیر بعد تڑاتڑ تین گولیاں چلیں' ان کے دھماکوں سے میرا بستر ہل کر رہ گیا۔ تھوڑی دیر بعد آس پاس سے پولیس کی گاڑیوں کے سائرن سنائی دیے اور نیچے چہل پہل ہونے لگی۔ میرا دم سوکھنے لگا۔ میں ڈر رہی تھی کہ وہ بدمعاش گورا دوبارہ دروازہ توڑ کر میرے گھر میں گھس آئے گا یا پھر پولیس والے میرے دروازے پر دستک دینا شروع کر دیں گے۔ میں اٹھ کر دوبارہ کھڑکی سے باہر جھانکنے کی ہمت نہیں کر سکی۔ سارا وقت آنکھوں ہی آنکھوں میں کاٹ دیا۔ کافی دیر بعد وہ سب چلے گئے اور ہر طرف رات کے پہلے پہر جیسے سناٹے کا راج ہو گیا مگر میرا خوف صبح کا اجالا پھیلنے سے پہلے کم نہیں ہوا۔''

وہ اپنے گھر میں ضرور محصور تھی لیکن رات کو نیچے رونما ہونے والے واقعے سے بالکل بے خبر نہیں تھی۔ میں نے اس سے پوچھا'' صبح تو تم کو پتا چل گیا ہوگا کہ نیچے کیا ہوا تھا؟''

''میں نے اب تک گھر سے باہر قدم نہیں نکالا۔ ہم لوگ ہندو ہیں اس لیے ہمارے مسلمان پڑوسی ہم سے زیادہ ملنا جلنا پسند نہیں کرتے۔ بس ایک عورت کا فون آیا تھا۔ اس بے چاری کو بھی کچھ پتا نہیں تھا کہ رات کو کیا ہوا تھا۔ اس کا آدمی پولیس کے آنے کے بعد گھر سے نکلا تھا لیکن پولیس والوں نے ڈانٹ کر اسے گھر میں واپس بھگا دیا۔ وہ مجھ سے پوچھ رہی تھی کہ میں نے اپنے گھر سے کیا دیکھا تھا؟ میں نے اس سے کہہ دیا کہ میں ڈر کے مارے باہر جھانکنے کی ہمت نہیں کر سکی۔ تم کو معلوم ہے کہ کیا ہوا تھا؟''

مجھے مزید کچھ بتانے کے بجائے اس نے سوال کر کے سارا بوجھ میرے سر پر ڈال دیا تھا۔ میں نے پُرخیال انداز میں جواب دیا'' بات بہت آگے بڑھ گئی ہے اسی لیے مجھے سنیل کی تلاش میں یہاں آنا پڑا۔ رات کو یہاں سے دو امریکی پولیس کے ہاتھ آئے ہیں۔ ان میں سے ایک مر چکا تھا اور دوسرا زخمی حالت میں بے ہوش پڑا ہوا تھا۔ اب پولیس کو اس گورے کے قاتل کی سرگرمی سے تلاش ہے۔''

''یہاں سے وہ ٹھیک ٹھاک حالت میں اور غصے سے اکڑتا ہوا گیا تھا'' اس نے جلدی سے مدافعانہ لہجے میں کہا'' نیچے کوئی اس کی گھات لگائے بیٹھا ہوگا۔''

''تم سختی سے اپنی زبان بند رکھو۔ کسی کو یہ پتا نہیں چلنا چاہئے کہ رات کو ان میں سے کوئی تمہارے پاس بھی آیا تھا۔ یہ بات باہر نکل گئی تو اصل قاتل پولیس کے ہاتھ آئے یا نہ آئے' وہ تم کو اٹھا کر لے جائیں گے اور تمہاری زندگی عذاب ہو جائے گی۔''

''اوہ بھگوان!'' وہ دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھام کر روہانسی آواز میں کراہی'' سنیل نے اپنی حرکتوں سے مجھے کس مشکل میں ڈال دیا' اب میں کیا کروں؟''

''میں یہی کہہ رہا ہوں'' میں نے اسے سمجھایا'' کچھ نہ کرو' چپ چاپ اپنے گھر میں بیٹھی رہو اور اگر تم کو سنیل کا کوئی بھی پتا معلوم ہے تو وہ مجھے بتا دو۔''

''میں نے تم سے کہا ہے نا کہ مجھے کچھ پتا نہیں۔ ان دونوں پر برا وقت آیا ہے تو وہ راج محل میں ہی چھپ سکتے ہیں۔ دونوں زخمی ہیں' ان کو آرام کی ضرورت ہے۔ راج محل اونچی چار دیواری میں بسی ہوئی ایک چھوٹی سی دنیا ہے جہاں سوبھراج کا حکم چلتا ہے۔ وہ دونوں وہیں محفوظ رہ سکتے ہیں۔''

وہ گھریلو عورت تھی۔ اس نے اپنی سوچ کے مطابق بہت اہم رائے زنی کی تھی مگر میں جانتا تھا کہ سوبھراج اس وقت کسی حالت میں راج محل کا رخ نہیں کرے گا۔

میں نے اس سے فون پر بات کرتے ہوئے بہت واضح الفاظ میں بتا دیا تھا کہ راج محل میں اس کی تنخواہوں پر پلنے والے ملازموں کی فوج میں نک کے باقاعدہ مخبر بھی موجود تھے جنہوں نے اسے میری کلارک کی آمد اور پھر وہاں سے پیجیرو میں پراسرار روانگی کی پوری تفصیلات بتا دی تھیں۔ ایسے نمک حرام ملازموں کی موجودگی سے باخبر ہونے کے بعد سوبھراج اپنے گھر لوٹنے کی حماقت نہیں کر سکتا تھا۔ اس کی محتاط روی کا یہ عالم تھا کہ میری زبانی وہ اطلاع ملنے سے پہلے ہی اس نے راج محل جانے کا ارادہ ترک کر دیا تھا اور اپنے اوپر ہونے والے پہلے قاتلانہ حملے کے بعد سنیل کے گھر میں پناہ گزین ہو گیا تھا۔

Downloaded from https://paksociety.com

میں نے سنیل کی بیوی کو رات والے واقعے کے بارے میں سختی سے اپنی زبان بند رکھنے کا مشورہ دیا تھا۔ اس کی حالت کے پیش نظر مجھے پورا یقین تھا کہ وہ میرے مشورے پر عمل کرے گی۔ اس سے مجھے ایک ہی فائدہ ہوسکتا تھا کہ پولیس والے اس عورت سے دور رہتے اور میں اسے اپنے ہاتھ میں لے کر کسی مناسب موقع پر سنیل اور سوبھراج کے خلاف استعمال کرگزرتا۔

جہاں تک ان دونوں کا تعلق تھا تو انہیں اس زبان بندی سے کوئی فائدہ یا نقصان نہیں پہنچ سکتا تھا۔ اس عورت سے کچھ پوچھے بغیر وہ یہ جان لیتے کہ نک نے سوبھراج کو کھلی دغا دی تھی۔ سوبھراج سے اس کی کمین گاہ کا پتا معلوم کرکے اپنے آدمی وہاں بھیج دیے۔ ان کے لیے یہ سمجھنا دشوار نہ ہوتا کہ ان آدمیوں کی سرکوبی کس نے کی ہے؟

ہرچند کہ سوبھراج نے مجھے یہ نہیں بتایا تھا کہ وہ شہر میں کہاں چھپا ہوا تھا لیکن واقعات کی روشنی میں وہ یہ اندازہ لگا سکتا تھا کہ ڈینی کے آدمی نک اور اس کے حواریوں کا خفیہ طور پر پیچھا کرتے ہوئے سنیل کے گھر تک پہنچے ہوں گے اور سوبھراج کی تلاش میں ان کی ناکامی کے بعد اچانک ان پر حملہ کردیا ہوگا۔ اس نتیجے پر پہنچنے کے لیے انہیں سنیل کی بیوی سے کچھ معلوم کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔

''میرے گھر میں ایک گورا گھسا ہے۔ گھر کے نیچے ماردھاڑ ہوئی ہے۔ سنیل یہ نہیں پوچھے گا کہ یہ سب ہونے کے باوجود میں کیوں خاموش رہی'' کچھ دیر تک خاموشی سے سوچتے رہنے کے بعد اس نے آخرکار میری تجویز میں ایک خامی تلاش کرلی۔

میں بے اختیار ہنس پڑا ''تم اس مقولے کو درست ثابت کررہی ہو کہ عورتیں کم عقل ہوتی ہیں۔ تم اس سے کہہ سکتی ہو کہ جب دوبارہ کوئی تمہارے دروازے پر نہیں آیا تو تم کس کو تفصیلات بتاتیں۔ تم نے خود پولیس والوں کے پاس جانے کا خطرہ مول نہیں لیا کیونکہ اس میں تمہاری گردن پھنسنے کا امکان ہے اور پھر سنیل اور سوبھراج کا ذکر آنا بھی لازمی ہے۔''

''اور اس میں کوئی جھوٹ نہیں ہے'' اس نے بے ساختہ میری تائید کی ''اصل بات بھی یہی ہے۔ پریشانی اور بے خوابی کی وجہ سے میرا ذہن تھکا ہوا ہے۔''

''اتنی باتیں ہوگئی ہیں تو اب مجھے اپنا نام بھی بتادو۔'' میں نے خواہش ظاہر کی۔

''تم سنیل کے گہرے دوست ہو اور میرے نام سے واقف نہیں ہو'' اس نے حیرت ظاہر کی۔

''میں سوبھراج کی طرح عورتوں کا رسیا نہیں ہوں کہ ہر جاننے والے سے اس کی بیوی کے بارے میں چھان بین کرتا رہوں۔ اب سے پہلے تک میرے لیے اتنا ہی کافی تھا کہ تم سنیل کی بیوی ہو۔ وہ غائب ہوچکا ہے۔ میں مجبور ہوکر تم سے مل بیٹھا ہوں تو مجھے تمہارا نام بھی معلوم ہونا چاہئے۔''

''اور یہی بات میں تمہارے بارے میں بھی کہہ سکتی ہوں' کیا نام ہے تمہارا؟''

میں اس سے ایسے برجستہ سوال کی توقع نہیں کررہا تھا۔ میں نے اپنے ذہن میں آنے والا پہلا نام دہراتے ہوئے کہا ''اگروال..... میرا پورا نام مہیش اگروال ہے۔ میں کیاڑی میں ہرچندرائے روڈ پر رہتا ہوں۔''

''میرا نام شیبا ہے اور میں سہیل رہتی ہوں'' میرے انداز کی نقل میں وہ فقرے ادا کرتے ہوئے اس کے گلابی ہونٹ قدرے وا ہوئے اور ان کے درمیان موتیوں جیسے سفید دانتوں کی قطار چمکنے لگی۔

''خدا کا شکر ہے کہ میں نے تمہارے ہونٹوں پر مسکراہٹ دیکھی'' میں نے ذرا بے تکلفی سے کہا ''جب سے میں یہاں آیا ہوں' تم اس طرح منہ لٹکائے بیٹھی ہو جیسے سنیل کا دیہانت ہوگیا ہو۔''

اس نے سنیل کے دیہانت والے تبصرے کو ذرا بھی اہمیت نہیں دی اور ایک گہرا سانس لے کر بولی ''اس وقت تمہاری آمد سے میرے ذہن کا بوجھ اتر گیا ہے ورنہ میں سوچ سوچ کر اندر ہی اندر گھٹ رہی تھی۔ کاش سنیل یہ اندازہ کرلیتا کہ اس کے بھاگ جانے کے بعد میں کس حال سے گزر سکتی ہوں۔''

''اسے سب معلوم ہے اور وہ اسی لیے بھاگا ہے'' میں نے بے پروائی سے اسے اکسایا۔

''اس وقت وہ سوبھراج کا غلام بنا ہوا ہے'' شیبا کی آواز میں ہلکا سا تنفر جھلکنے لگا۔ ''اس کی خاطر وہ مجھے بالکل بھول گیا ہے۔''

''اور سوبھراج کو بھی تمہاری پروا نہیں ہے جبکہ تم نے اپنا سب کچھ اسے سونپ دیا ہے۔''

''میں نے اپنی مرضی سے اسے کچھ نہیں سونپا۔ اس نے مجھ سے میری عزت چھینی ہے'' اس کا لہجہ یکا یک تلخ ہوگیا ''میں پہلی بار اس محل میں اس سے ملی تو مجھے اس کی انگلیوں سے گھن آرہی تھی۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے موٹے موٹے کیچوے میرے بدن پر رینگ رہے ہوں.....''

''میں تمہارے زخموں کو کریدنا نہیں چاہتا'' میں نے اس

Downloaded from https://paksociety.com

کی بات کاٹ کر اسے مزید بولنے کا موقع نہیں دیا ''مجھے دکھ ہے کہ تمہارے وہ دونوں خوشہ چین تمہیں بھولے ہوئے ہیں۔''

''تم نے میرے اس آڑے وقت میں یہاں آ کر مجھے سہارا دیا ہے۔ تم سنیل کے کوئی بہت سچے دوست ہو۔ میں تم کو ضرور بتاؤں گی کہ میں سوبھراج کے ہاتھوں کیسے ذلیل اور رسوا ہوئی۔''

''اگر یہ باتیں بتانے سے تمہارے دل کا بوجھ ہلکا ہوتا ہے تو میں خاموشی سے سن لوں گا۔''

وہ مجھے مسلسل سنیل کا دوست سمجھ رہی تھی جبکہ میں نے ایک بار بھی ایسا کوئی دعویٰ نہیں کیا تھا۔ میں ابتدا سے اسے یہ بتا رہا تھا کہ میں سنیل کا خیر خواہ ہوں۔ اس نے میری اس بات اور عمل سے اپنے طور پر ایک نتیجہ اخذ کر لیا تھا اور اس پر قائم تھی۔

''میں وہ دن نہیں بھول سکتی'' شیبا خلا میں کسی نکتے پر اپنی نگاہیں مرکوز کر کے کہہ رہی تھی ''میرے تیور دیکھ کر وہ مکار شکاری اپنی ذات میں سمٹ گیا۔ کبوتروں کا رینگنا تھم گیا۔ وہ مجھے اپنے گلاس سے شراب پلانے کی کوشش کرنے لگا۔ میں نے ہنس بول کر اسے ٹالنے کی کوشش کی مگر وہ مجھے نشہ پلانے کی ضد کرتا رہا۔ مجھے معلوم تھا کہ وہ میرے مرد کا اَن داتا ہے۔ میرے دماغ میں سنیل کی پڑھائی ہوئی بات بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے مجھے کئی بار سمجھایا تھا کہ کبھی مالک مجھ سے دوستی کرنے کی کوشش کرے تو میں اسے مایوس نہ کروں' وہ خوش ہو گیا تو اس کی مہربان نظریں ہمارے دن پھیر دیں گی۔

''آخر میں نے مجبور ہو کر اس کے گلاس سے پہلا گھونٹ لے لیا۔ وہ میری بربادی کی پہلی سیڑھی تھی۔ گھونٹ گھونٹ کر کے اس نے میرے بدن میں اتنی شراب اتار دی کہ مجھے اپنی سدھ نہیں رہی۔ میرے بے سدھ ہونے سے پہلے ہی وہ بے تاب ہوا جا رہا تھا۔ وہ زندہ شکار کھانے والا شیر نہیں' مردار کی بوٹیاں نوچنے والا گدھ ہے۔ مجھے ہوش آیا تو میں اپنی عزت' آبرو اور لباس سے محروم ہو چکی تھی۔''

میرے دل میں آئی کہ اس سے ایک سوال ضرور پوچھوں کہ وہ پہلا واقعہ تھا۔ وہ اس کے بعد بھی اس راہ پر آتی جاتی رہی۔ اس آمد و رفت میں جبر تھا نہ زبردستی۔ نہ سوبھراج ہر بار اس کی ناز برداریاں کر کے اسے اپنے گلاس سے نشہ پلاتا رہا ہوگا۔ پھر وہ اس دلدل میں کیوں دھنستی چلی گئی؟

شیبا نے شاید میرے دل میں ابھرنے والا وہ سوال میری آنکھوں میں پڑھ لیا اور چند ثانیوں کے بوجھل سکوت کے بعد دوبارہ بولنے لگی ''وہ میری زندگی کا اندھیرا دن تھا۔ عورت زندگی میں صرف ایک بار لٹتی ہے' اس کے بعد وہ زندگی بھر بھی لٹتی رہے تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ یہ ایسا ہی ہوتا ہے جیسے تم کسی کے دل میں ایک گولی اتار دو اور پھر اس کی لاش پر زندگی بھر گولیاں برساتے رہو۔ میں نے سنیل کی خوشی اور خوش حالی کے لیے خاموشی اختیار کر لی۔ مجھے سوبھراج سے کبھی محبت نہیں رہی لیکن ایک بات ضرور ہے کہ اب اس سے پہلی سی نفرت بھی نہیں۔ وہ کھرا سودا گر ہے۔ اس نے سنیل سے جو سودا چکایا' اس کے پورے دام چکاتا ہے۔ مجھے خالی ہاتھ لوٹاتا ہے نہ سنیل کی جیب خالی رہنے دیتا ہے۔ آج ہمارے پاس اتنا پیسہ جمع ہو چکا ہے کہ کل سوبھراج کو موت چاٹ جائے تو سنیل کو گزارے کے لیے دوبارہ چرس کے پوّے اور ہیروئن کی پڑیاں نہیں بیچنا پڑیں گی۔ وہ بچائی ہوئی رقم سے کوئی عزت کا دھندا شروع کر لے گا۔ اس نئی زندگی کی امید میں' میں یہ برے دن گزار رہی ہوں۔''

شیبا کی وہ باتیں بہت کھوکھلی تھیں۔ میں چاہتا تو اس کی ہر دلیل کی دھجیاں اڑا سکتا تھا مگر میں اس سے مباحثہ کرنے کے ارادے سے نہیں گیا تھا۔ میں نے اس کی کہی ہوئی باتوں پر ذرا بھی اعتراض نہیں کیا۔

اصل بات یہ تھی کہ مجھے اس کے اور سوبھراج کے مراسم کے بارے میں معلوم تھا۔ میں نے وہ بات اس کے منہ پر کہہ دی تھی۔ اسے اچھی طرح معلوم تھا کہ وہ کیا کر رہی تھی لیکن اس میں اس گالی کو سننے کی تاب نہیں تھی۔ اس نے بدچلن عورتوں کا روایتی طریقہ اختیار کر کے اپنی بے گناہی جتانے کے لیے مجھ سے وہ سب کہہ ڈالا تھا جو اسے نہیں کہنا چاہئے تھا۔ میرے لیے اس کی وہ صفائی قابل قبول نہیں تھی۔

اگر ان معاملات میں اس کی رضامندی شامل نہ ہوتی تو سنیل کے لیے یہ ممکن نہیں تھا کہ وہ شیبا کو زبردستی سوبھراج کی خلوت میں پہنچا دیتا۔ شیبا نے خود اپنے مالی حالات اور سنیل کی قابلیت کی جو منظر کشی کی تھی اس سے اندازہ ہو رہا تھا کہ ان دونوں نے ہوس پرست سوبھراج کو مشترکہ طور پر اپنا شکار بنا کر اپنا اُلّو سیدھا کرنے کی سازش کی تھی اور اس منصوبے میں وہ پوری طرح کامیاب رہے تھے۔

مجھے شیبا کی کہانی کے کسی حصے پر شبہ نہیں تھا۔ یہ بات قرین قیاس معلوم ہوتی تھی کہ اس نے سوبھراج سے پہلے ملاقات میں اپنی پاک دامنی کا ڈراما رچانے کے لیے گریز اور ہلکی پھلکی مزاحمت کی راہ اپنائی ہو تاکہ سوبھراج کے دل میں آتش شوق کو زیادہ ہوا دے سکے۔ وہ اپنے منصوبے میں کامیاب رہی تھی اور ان باتوں کو مظلومیت کی کہانی کا روپ دے کر میرے سامنے سارا گناہ سنیل کے سر ڈالنے کی کوشش

Downloaded from https://paksociety.com

کررہی تھی۔

وہ اس کے ذاتی افعال تھے جن سے مجھے کوئی غرض نہیں تھی مگر میں اس کی زبان سے یہ انکشاف سن کر ضرور چونکا تھا کہ سنیل کسی زمانے میں منشیات فروش بھی تھا۔

ابتدا میں شیبا تنہائی کے خوف اور صدمے کی وجہ سے کم گو نظر آئی تھی لیکن رات بھر کے وہ اثرات زائل ہونے کے بعد وہ رفتہ رفتہ کھلتی جارہی تھی۔ اپنے مزاج میں وہ کسی بھی عام عورت سے کم باتونی نہیں تھی۔

میرے استفسار پر اس نے بتایا کہ چار برس پہلے تک سنیل حیدرآباد میں رکشا چلا کر اپنے گھر کے اخراجات پورے کرتا تھا۔ اس دوران میں وہ شام کے اوقات میں اسی رکشا پر سوار ہوکر ہیرآباد' مارکیٹ اور سرے گھاٹ کے مخصوص مقامات پر مقررہ اوقات میں رک کر ضرورت مند گاہکوں کو سستی منشیات فراہم کرتا تھا۔ اس نے کبھی ایسی چیزوں میں ہاتھ نہیں ڈالا تھا جن کا وزن اور حجم زیادہ ہو۔ وہ صرف چرس اور ہیروئن کا دھندا کرتا تھا جن کی آزادانہ نقل وحرکت میں اسے کوئی دشواری پیش نہیں آتی تھی۔

وہ منشیات کا کوئی بڑا سوداگر نہیں تھا لیکن میرے لیے یہ بات دلچسپی سے خالی نہیں تھی کہ فاضل آمدنی کے لالچ میں منشیات فروشی سے اپنے سفر کا آغاز کرنے والا سنیل کمار آخر کار اپنی حد سے اتنا گر گیا کہ ضمیر فروشی کی راہ پر چل پڑا۔

اس شخص نے پیسے کے لیے اپنی بیوی کو رضا کارانہ طور پر سوبھراج کو سونپ دیا تھا تو اس کے لیے اپنے ملک اور اس کے مفادات کی کیا اہمیت ہوسکتی تھی۔ وہ ان لوگوں میں سے تھا جو دولت کے حصول کے لیے اپنا سب کچھ بیچنے اور لٹانے پر آمادہ ہوجاتے ہیں۔

میں شیبا کو یہ باور کرانے میں کامیاب ہوگیا تھا کہ میں اس کے شوہر کا ہمدرد اور خیر خواہ تھا۔ اس کے ساتھ ذہنی ہم آہنگی پیدا کرنے کے لیے یہ ضروری تھا کہ میں اسے اپنے دل کے بھڑاس نکالنے اور اپنی صفائیاں پیش کرنے کا پورا موقع فراہم کروں۔

میرا خیال تھا کہ میں نے اسے ضرورت سے زیادہ آزادی دے دی تھی اور اس کی بہت سی باتیں سن لی تھیں۔ اسے شیشے میں اتار لینے کے بعد میرا وہاں رکنا غیر ضروری ہوگیا تھا۔

''نالی کا کیڑا نالی میں ہی خوش رہتا ہے'' سنیل کی منشیات فروشی کی داستان سن لینے کے بعد میں نے ایک گہرا سانس لیتے ہوئے کہا ''میں اس کے ماضی سے واقف نہیں ہوں۔ میری اور اس کی جان پہچان کچھ عرصے قبل کراچی میں ہوئی تھی۔ تمہاری باتوں سے اندازہ ہورہا ہے کہ سنیل کے دماغ میں ایک مجرم چھپا ہوا ہے جو اپنے فائدے کے لیے کچھ بھی کرسکتا ہے۔ حیدرآباد میں وہ منشیات فروشی کرتا رہا۔ یہاں اس نے سوبھراج کے گرگے کا روپ دھار لیا ہے۔''

''حیدرآباد میں بھتے کے چکر میں مارکیٹ تھانے والے اس کے پیچھے لگ گئے تھے۔ وہ مجھے ساتھ لے کر کراچی چلا آیا۔ یہاں اس نے راج محل میں ڈرائیور کی نوکری کے لیے کوشش کی تھی۔ وہ میٹرک پاس ہے۔ خاصی انگریزی بول لیتا ہے۔ سوبھراج نے سوچا ہوگا کہ سنیل اس کا ہم مذہب بھی ہے۔ اس نے اسے نوکری پر رکھ لیا اور آج وہ دونوں ایک دوسرے کے رازداں بنے ہوئے ہیں۔''

''مجھے حیرت ہے کہ تم اس کے ساتھ رہ رہی ہو' اس کی مرضی پر چل رہی ہو اور اس کے خلاف بھی بول رہی ہو؟'' میں نے غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''میں اسے نہیں چھوڑ سکتی۔ اس سے زندگی بھر کا بندھن میری مجبوری ہے۔ اب مجھے اس کی حرکتوں سے ڈر لگنے لگا ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ وہ سیدھے راستے پر آجائے۔ ہمیں دو وقت کی نہیں تو ایک وقت کی روٹی ضرور ملے گی مگر دن رات کے خوف سے چھٹکارا مل جائے گا۔ تم خود بھی ہندو ہو۔ اچھی طرح جانتے ہو کہ ہمارے دھرم میں عورت کے لیے اپنے مرد کو چھوڑنا کتنا کٹھن ہے۔''

وہ میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بول رہی تھی۔ بے خوابی کے ہلکے سے ورم سے بوجھل' بڑی بڑی آنکھوں میں ایک سوال سا مچل رہا تھا' جس سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔

''وہ گھر ضرور آئے گا۔ آئے تو خاموشی سے مجھے خبر کردینا۔ میں مل کر اسے سمجھانے کی کوشش کروں گا۔''

''پتا نہیں' وہ کب آئے گا۔ میں اکیلی رہ کر دھڑکوں میں ہی مرجاؤں گی۔ کیا یہ نہیں ہوسکتا کہ تم اپنا کچھ وقت میرے ساتھ گزار لو۔ میرے دل کو ڈھارس رہے گی۔ میں ہر طرح تمہاری خدمت کروں گی'' اس نے ذومعنی انداز میں ہر طرح پر زور دے کر کہا۔

''مرد اور عورت اکیلے ہوتے ہیں تو ان کے بیچ گناہ کا بیج پروان چڑھتا ہے.....''

''ان باتوں کو چھوڑو۔ میں تمہیں پہلے ہی بتا چکی ہوں کہ عورت زندگی میں صرف ایک بار لٹتی ہے'' اس نے میری بات کاٹ کر اپنا سر جھٹکتے ہوئے کہا ''اس کے بعد وہ اس کھیل کی عادی ہوجاتی ہے۔ میں سوبھراج جیسے لٹیرے کو برداشت کررہی ہوں۔ اس کے مقابلے میں تم بہت شریف اور اچھے ہو۔''

وہ میرے قریب سرک آئی اور اس نے انتہائی سے اپنا

Downloaded from https://paksociety.com

داہنا ہاتھ میرے ہاتھ پر رکھ دیا۔

وہ میرے لیے کڑا امتحان تھا۔ وہ خوب صورت اور سیکسی ایڈم تھی۔ میرے ایک حریف کی عورت اور دوسرے کی داشتہ تھی۔ میں اسے لڑائی میں ہاتھ آیا ہوا مال تصور کر کے آسانی سے اس پر تصرف کر سکتا تھا۔ میں کوئی جنبش کیے بغیر اپنی جگہ پر جما بیٹھا رہا۔

شیبا نے میری خاموشی کو نیم رضامندی تصور کیا اور میری طرف جھک آئی اور جسموں کے اتصال کے دوران میں سرگوشیانہ آواز میں بولی ''مہیش! میری طرف دیکھو۔ میں اکیلی اور پیاسی عورت ہوں۔ مجھے اپنائیت کے ساتھ اپنے بازوؤں میں لے لو۔ اس وقت میں محبت کے دو بولوں کے لیے ترس رہی ہوں۔ میرے وجود میں بھڑکی ہوئی تنہائی کی آگ کو بجھا کر میرا دل ٹھنڈا کر دو۔ مجھے یقین آ جائے گا کہ اس برے وقت میں، میں تنہا نہیں ہوں، تم میرے ساتھ ہو۔''

میں نے ایک ہلکی سی پھریری لے کر اپنی جگہ چھوڑ دی۔ وہ دشمن کی عورت ضرور تھی لیکن میں اپنے دشمن کا جھوٹا کھانے کا عادی نہیں تھا۔ میں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر نرمی سے اسے سمجھایا ''یہ ان باتوں کا وقت نہیں ہے۔ کیا پتا کہ پکڑا جانے والا گورا، پولیس والوں کو تمہارے گھر کے بارے میں بتا دے اور وہ کسی وقت یہاں پہنچ جائیں۔ ایسے وقت پر میرا یہاں موجود ہونا مناسب نہیں ہوگا۔ تمہارے ساتھ میں بھی مصیبت میں گھر جاؤں گا اور کوئی ہماری مدد کے لیے نہیں آئے گا۔''

پولیس کے ذکر پر اس کے ذہن پر چھایا ہوا خوف تازہ ہو گیا۔ میری دلیل وزنی تھی۔ بات اس کی سمجھ میں آ گئی اور اس کے سر پر سوار ہونے والا خمار یک لخت اتر گیا۔

''تمہاری موجودگی میں'' میں یہ سب بھول بیٹھی تھی'' وہ ہڑبڑا کر صوفے سے اٹھ گئی ''تم ٹھیک کہتے ہو۔ ہمیں اپنی دوستی بڑھانے کے لیے کسی بھلے وقت کا انتظار کرنا ہوگا۔ یہ بتاؤ کہ سنیل گھر آئے یا اس کا فون آئے تو مجھے کیا کرنا ہوگا؟''

میں نے اسے اپنا موبائل فون نمبر لکھوا دیا ''اس نمبر پر مجھے خبر دے دینا۔ میں آ کر اسے سمجھاؤں گا۔ اب سوبھراج کا وقت پورا ہوتا ہوا نظر آ رہا ہے۔ سنیل کو اس ڈوبتے ہوئے جہاز سے اتر آنا چاہیے ورنہ وہ بھی اس کے ساتھ غرق ہو جائے گا۔''

وہ یکایک کسی جونک کی طرح میرے سینے سے لپٹ گئی۔ میں نے آہستگی سے اسے اپنے بدن سے الگ کیا اور الوداعی انداز میں ہاتھ لہرا کر گھر سے نکلا اس کے راستے کی طرف بڑھ گیا۔

سنیل کے گھر کا رخ کرتے ہوئے میں سوچ رہا تھا کہ اس کی بیوی سے کچھ اگلوانے کے لیے مجھے خاصے پاپڑ بیلنا پڑیں گے لیکن وہ مرحلہ میری توقع سے کہیں زیادہ آسان ثابت ہوا تھا۔ عملی طور پر شیبا کیسی بھی عورت رہی ہو، ذہنی طور پر وہ بے راہ روی کا شکار تھی۔ اپنے گھر کی تنہائی میں آئے ہوئے ایک مرد کی باتوں کے جال میں آسانی سے پھنستی چلی گئی۔

میں دل ہی دل میں دعا گو تھا کہ وہ سنیل اور سوبھراج کو میرے بارے میں کچھ نہ بتائے اور ان کے بارے میں خاموشی سے مجھے خبر دے دے تو ان دونوں کا قصہ آسانی سے نمٹ سکتا تھا۔

اس سے گفتگو کرتے ہوئے میں نے اس کی کسی بات کو ضرورت سے زیادہ اہمیت نہیں دی تھی لیکن اس کا پیش کیا ہوا یہ نکتہ میرے ذہن کے کسی خانے میں جم گیا تھا کہ وہ دونوں زخمی تھے۔ خون بہہ جانے کی وجہ سے کمزور ہو چکے تھے اور انہیں آرام کی ضرورت تھی۔ ان کے لیے راج محل ہی سب سے بہتر ٹھکانا ثابت ہو سکتا تھا۔

سنیل کے گھر سے راج محل زیادہ دور نہیں تھا۔ اس راستے پر گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے میں یہ سوچ رہا تھا کہ میرے ذریعے اپنے ملازمین میں نک کے وفادار مخبروں کی موجودگی کی اطلاع مل جانے کے بعد شاید سوبھراج کھلے بندوں وہاں جانے کی ہمت نہ کر سکے لیکن وہ عادی اور پرانا مجرم تھا۔ اس نے کئی برس پہلے پرانی عمارت کو گرا کر راج محل کو از سر نو تعمیر کرایا تھا۔ نئی عمارت بنواتے ہوئے اس نے کہیں نہ کہیں ایسا خفیہ راستہ ضرور رکھا ہوگا جس کے ذریعے پوری رازداری کے ساتھ

فربینا کھاؤ جان بناؤ

فربینا جسم کو موٹا اور خوبصورت بنانے والی یونانی دوا ہے جو ایک ماہ کے قلیل عرصے میں قدرتی طریقہ پر بازو، کمر، کولہے، گردن، کندھے اور چہرے کے گالوں پر گوشت میں اضافہ کر کے جسم کو بھرا بھرا مڑا اور خوبصورت بناتی ہے۔ فربینا پتلے جسم سے سخت اور وزن میں قدرتی اضافہ کیلئے فربینا 15 سال سے پاکستان بھر میں مشہور ہے۔ جی فربینا ایکسٹرا سٹرونگ وٹامنز اور ہربلز کا ایسا مرکب ہے جو جسم کو فولاد کی طرح مضبوط اور چہرہ کو گلاب کی طرح سرخ بناتا ہے۔ مضر اثرات سے قطعی پاک، مستقل اثر، جسم موٹا اور خوبصورت بنانے کے لئے فربینا پیتے رہیں۔ قیمت 350/ روپے۔ خط لکھ کر منگوائیں۔ فوٹو: 0320-4906900

حکیم ارشد لیبارٹریز پوسٹ بکس 2608 اسلام آباد

شاخیں لاہور علی ہومیو جان ٹھوکر اکیڈمی پھجہ ملال ٹریڈرز ہجیری میڈیسن مارکیٹ بیرون لوہاری، الیم حنیف اینڈ سنز بند روڈ لاہور۔ فیصل آباد ذیشان ہومیو سٹور شاہی چوک، دواخانہ جنید بیٹ بازار۔ ملتان گلزار ہومیو سٹور گھنٹہ گھر، دواخانہ ظفر علی ہومیو سٹور سکلر روڈ گجرات۔ جرمن ہومیو اکیڈمی بازار گوجرانوالہ۔ سلیم ہیلنگ سٹور گوجرانوالہ، ڈوگر ہومیو سٹور سرگودھا۔ ظفر ہومیو سٹور، ہومیو سٹور بخاری مارکیٹ ملتان۔ اپنا دواخانہ صرافہ بازار صادق آباد۔ طاہر ہومیو سٹور بائی پاس روڈ رحیم یار خان۔ ریحان ہومیو سٹور مین بازار وزیر آباد۔ قدیر ہومیو دواخانہ کچہری بازار سرگودھا۔ ڈاکٹر شکور احمد ڈاہا بلاذہ خانیوال۔ فیصل ہومیو، اندرون احاطہ ریلوے گیٹ بہاولپور۔ المراد ہومیو ہائی سٹریٹ ساہیوال۔ راولپنڈی مرکز ادویات پورٹر بازار راولپنڈی۔ عصمت ہومیو پورٹر بازار۔ الطیف کمیٹ، جامع فی چوک۔ اسلام آباد ارشد سلیکٹ کیمرہ روم نمبر 1 فرسٹ فلور، عزیز بلڈنگ آئی جی آفس مری روڈ۔ علی دواخانہ لبرٹی شاپنگ سنٹر 3 بارہ۔ نیو نیرل سٹور، کراچی ہیلتھی، مدینہ میڈیسن بوہری مال روڈ سبزی۔ ہاشمی دواخانہ گلشن کھوکھر، مفتی دواخانہ چوک گھنٹہ گھر پشاور۔ قمر آئی سرجن ہومیو کلینک فوارہ چوک الٹی شہر۔ دانیال میڈیکل سٹور ہسپتال روڈ حیدر آباد۔ خالد دواخانہ صرافہ بازار ایبٹ آباد۔ پنجاب ہومیو، رام دین بازار جہلم۔ ہیلتھ زون میڈیکل ٹریڈرز بازار اٹک۔

Downloaded from https://paksociety.com

اپنے گھر کے کسی اہم اور خاص حصے میں آمدورفت کا سلسلہ جاری رکھ سکے۔

اگر راج محل میں آمدورفت کے لیے ایسا کوئی خفیہ راستہ موجود تھا تو پھر شیبا کی رائے درست ہوسکتی تھی۔ اس وقت ان دونوں کو وہیں ہونا چاہئے تھا۔

میں اپنے خیالات کی رو میں ڈوبا' بے دھیانی سے گاڑی چلاتا رہا۔ ایک موڑ سے جوں ہی راج محل کی عمارت میری نظروں میں آئی تو میں بری طرح چونک پڑا۔

راج محل کے دیوہیکل آہنی پھاٹک غیر معمولی طور پر کھلے ہوئے تھے اور بیرونی سڑک تک لوگوں کا ایک حیران و پریشان مجمع نظر آرہا تھا۔

میں نے اپنی گاڑی کی رفتار بڑھادی۔ قریب پہنچنے پر مجھے راج محل کے احاطے میں سبز رنگ کی سرکاری نمبر پلیٹوں والی کئی گاڑیاں نظر آئیں تو فوری طور پر میرا خیال جلال کی طرف گیا تھا۔

اس روز جلال سے میری بات نہیں ہوئی تھی مگر مجھے یہ معلوم تھا کہ وہ اس وقت بھی کراچی میں موجود تھا۔ تازہ ترین اخباری اطلاعات اس بات کا مظہر تھیں کہ سرتوڑ کوششوں کے بعد آخر کار جلال کو کامیابی نصیب ہوئی تھی۔ سوبھراج کے اثر ورسوخ کے مقابلے میں قانون بالادست رہا تھا اور رات گئے سوبھراج سے ساری مراعات واپس لے لی گئی تھیں۔

جب تک سوبھراج ایک مراعات یافتہ سیاست داں کے معزز رتبے پر فائز رہا' جلال اس سے دور رہ کر دل ہی دل میں کڑھتا اور بل کھاتا رہا۔ جوں ہی سوبھراج کے سر سے تحفظ کا سایہ اٹھا' جلال نے شاید اپنے پورے قانونی جاہ وجلال کے ساتھ سوبھراج کے خلاف کارروائی کا آغاز کردیا تھا۔

میری گاڑی پر غیر سرکاری نمبر پلیٹ تھی۔ راج محل کے پھاٹک پر موجود لوگوں نے ہیجان زدہ اشاروں اور آوازوں کے ذریعے مجھے باہر رکنے کی کوششیں کیں لیکن میں ان کے درمیان سے راستہ بنا کر گاڑی کو اندر احاطے میں لیتا چلا گیا۔

گاڑی رکتے ہی میرے نتھنوں میں پیٹرول کی بہت تیز بُو آئی تھی۔ لمحہ بھر کے لیے میں گھبرا گیا کہ میری گاڑی کی پیٹرول کی لائن کہاں سے لیک ہوگئی ہے۔ گاڑی سے نیچے قدم رکھتے ہی میری وہ پریشانی دور ہوگئی۔ اس وقت راج محل کی پوری فضا میں وہ تیز بو رچی ہوئی تھی۔

میں نے گاڑی چھوڑنے تک یہ اندازہ لگالیا تھا کہ دو سرکاری گاڑیوں میں مسلح اور سادہ پوش سرکاری اہل کاروں کی ایک معقول تعداد راج محل میں وارد ہوچکی تھی۔ گھبرائے ہوئے اور خوف زدہ لوگوں کا مجمع اس عمارت کے ملازمین پر مشتمل تھا۔ ان سب کی پُرتشویش نگاہیں اس پُرشکوہ عمارت پر جمی ہوئی تھیں جس میں ان کے شب وروز گزرتے رہے تھے۔

پھر مجھے جلال بھی نظر آگیا۔ وہ اپنے ہاتھ میں ایک میگافون لیے' اپنے ہتھیار بند محافظوں کے گھیرے میں کھڑا ہوا تھا۔ اس کے قریب ایک دو ایسے پریشان حال افراد بھی نظر آرہے تھے جو راج محل کے پرانے ملازم ہوسکتے تھے۔

جلال نے گاڑی کے انجن کے دھیمے شور اور ہٹو بچو' رکو کی آوازوں پر چونک کر میری طرف دیکھا تھا۔ میرے اترنے کے بعد اس نے گرم جوشی سے میری طرف ہاتھ لہرایا پھر میگافون اپنے دہانے کے قریب لاکر راج محل کی عمارت کی طرف متوجہ ہوگیا۔

''سوبھراج! اب بھی وقت ہے'' اگلے ہی لمحے فضا میں جلال کی بھاری اور تحکم آمیز آواز گونجنے لگی۔ خود کو قانون کے حوالے کردو۔ ابھی تم ملزم ہو۔ تم کو اپنے دفاع کا پورا موقع دیا جائے گا۔ گھٹیا حرکتیں کرکے تم مجرم بن رہے ہو۔ تم زبردستی پکڑے گئے تو تمہیں روئے زمین پر کہیں امان نہیں ملے گی۔''

''قانون میری ٹھوکر میں ہے'' دوسری طرف سے سوبھراج کی حقارت زدہ آواز گونجی۔ شاید وہ بھی میگافون استعمال کررہا تھا'' قانون بنانے والے پر تم دو ٹکے کے سرکاری ملازم قانون لاگو کرنے چلے ہو۔ میں تمہیں بتارہا ہوں کہ اپنی جگہ سے آگے نہ بڑھنا۔ میری پوری حویلی پیٹرول میں نہا چکی ہے۔ ایک دیا سلائی کے جلتے ہی یہ سب آگ میں گھر جائے گا۔ تمہارے ہاتھ کچھ بھی نہیں آسکے گا۔''

''یہ نہ بھولو کہ اپنی لگائی ہوئی آگ میں تم خود بھی جل مروگے'' جلال نے اسے ڈرایا'' راج محل کے چاروں طرف مسلح آدمی پھیلے ہوئے ہیں۔ تم بچ کر نہیں نکل سکو گے۔ شرافت سے گرفتاری دے دو۔''

''میں مکھن سے بال کی طرح نکل جاؤں گا اور تم سب دیکھتے رہ جاؤ گے'' سوبھراج کی آواز تکبر آمیز ہوگئی۔'' میرے ملازموں سے پوچھ لو کہ کیا کسی نے مجھے راج محل میں آتے ہوئے دیکھا تھا' جو لوگ بڑا شکار کھیلتے ہیں' وہ اپنی واپسی کے دس راستے کھلے رکھتے ہیں۔ تم کو پتا ہی نہیں چل سکے گا کہ میں کب اور کہاں سے نکل گیا۔ تم مر کر بھی مجھے نہیں پکڑ سکتے۔''

میں جلال کے قریب جاکر رک گیا۔ وہ خاصا فکرمند اور پریشان نظر آرہا تھا۔ اس کی پیشانی پر پسینے کی چھوٹی چھوٹی بوندیں چمک رہی تھیں۔

''وہ یہاں کب آیا تھا؟'' جلال نے سوبھراج کے ایک نوکر سے قہر بار آواز میں پوچھا۔

''صاحب! ہمیں نہیں پتا'' اس نے اپنے سر کو نفی میں جنبش دیتے ہوئے گھگیا کر کہا'' میں تو شروع سے آپ سے کہہ رہا تھا کہ راج صاحب' ائرپورٹ سے گھر کی طرف نہیں آئے۔ ہم سب کل سے ان کا انتظار کررہے تھے۔ پتا نہیں وہ کب اور کہاں سے اندر پہنچ گئے۔''

Downloaded from https://paksociety.com

جلال نے غصے میں اس کے منہ پر الٹے ہاتھ کا تھپڑ رسید کیا اور وہ چیخ مار کر لڑکھڑاتا ہوا دور جا گرا۔ میں ترحم آمیز نظروں سے اسے دیکھتا رہا۔

''میرے ساتھ آؤ!'' میں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر نرمی سے کہا اور وہ راج محل کے دوسرے نوکروں کو عصیلی نظروں سے گھورتا ہوا میرے ساتھ ہولیا۔

فضا میں لمحہ بہ لمحہ پیٹرول کی بو بڑھتی جارہی تھی۔ یہ اندازہ لگانا مشکل تھا کہ وہ پہلے سے پھیلائے ہوئے پیٹرول کی تیز تبخیر کا نتیجہ تھا یا سوبھراج بقیہ حویلی میں مزید پیٹرول چھڑک رہا تھا۔

''تم بلاوجہ ان ملازموں پر اپنا وقت برباد کررہے ہو۔ یہ واقعی بے خبر ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ وہ کسی خفیہ اور زیرِ زمین راستے سے اندر پہنچا ہوگا۔ وہ دونوں زخمی ہیں۔ انہیں آرام کی ضرورت تھی۔ وہ مجبور ہوکر خاموشی سے یہاں آئے ہیں۔''

''مجھے اول خان سے تمہاری رات کی کارگزاری کا علم ہوچکا ہے۔ دیر ہوجانے کی وجہ سے یہ خبر اخباروں کی زینت نہیں بن سکی لیکن بات ہر طرف پھیل چکی ہے۔ میں نے سوچا تھا کہ مراعات ختم ہوجانے کے ساتھ سوبھراج کا بھرم توڑنا بھی ضروری ہوگیا ہے۔ صبح سات بجے سنیل اور سوبھراج کی گرفتاری کے وارنٹ مجھے مل گئے تھے'' وہ چوکنے انداز میں اپنے گردوپیش میں نظریں دوڑاتے ہوئے بتانے لگا۔ ''مجھے رائی کے برابر بھی شبہ نہیں تھا کہ وہ راج محل میں آچکا ہوگا۔ میں چند گاڑیوں میں اپنے اسٹاف کے ساتھ تھوڑی دیر پہلے یہاں پہنچا ہوں۔ میری کل نفری یہی ہے جو احاطے میں تمہیں نیرے آس پاس نظر آرہی ہے.....''

''لیکن تم تو اسے دھمکی دے رہے تھے کہ اس وقت پورا راج محل محاصرے کی حالت میں ہے'' میں نے اس کی بات کاٹ کر حیرت سے پوچھا۔

''اس کی یہاں موجودگی کے انکشاف کے بعد اس حکمتِ عملی کا اپنانا ضروری ہوگیا تھا ورنہ باہر کچھ بھی نہیں ہے۔ اس دھمکی نے اس کا حوصلہ ضرور توڑ دیا ہوگا۔''

''صورت حال بہت گمبھیر ہے'' میں نے پرتشویش لہجے میں کہا ''وہ اپنے نوکروں کی نظروں سے بچ کر گھر میں چھپا ہوا تھا تو یکایک یہ محاذ آرائی کی صورت حال کیسے پیدا ہوگئی؟''

''میرا خیال ہے کہ ہم سے ایک بہت بڑی تکنیکی غلطی ہوگئی'' وہ دھیرے سے بولا ''ایسے معاملات میں یہی ہوتا ہے کہ بروقت کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی' سب کچھ واضح ہوتا ہے تو پانی سر سے گزر چکا ہوتا ہے۔ مجھے یہ بات پہلے یاد آگئی ہوتی تو ہم آسانی سے ان دونوں کو پکڑ سکتے تھے۔''

''پتا تو چلے کہ وہ تکنیکی غلطی کیا تھی؟'' میں نے کہا۔

''میں نے کل دن بھر راج محل کی نگرانی کی تھی اور شاید میں نے تمہیں بتایا کہ کل دن بھر راج محل کا پھاٹک اور دروازہ بند رہا۔ چڑکا کا بچہ بھی اندر گیا نہ باہر آیا۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے اندر والوں کو سانپ سونگھ گیا ہو اور وہ اپنی چار دیواری میں محصور ہوکر بیٹھ گئے ہوں۔''

''ہاں! یہ بات تم نے بتائی تھی'' میں نے سر ہلا کر جلدی سے اقرار کیا۔ میں اس کی زبان سے اگلی بات سننے کے لیے بے چین تھا۔

''میں نے گاڑیاں باہر چھوڑ کر خاموشی سے اندر داخل ہونے کے بجائے گاڑیوں میں سوار ہوکر پورے طمطراق سے راج محل میں گھسنے کا فیصلہ کیا تھا تاکہ یہاں کے مکینوں کے حوصلے توڑ کر انہیں ہراساں کیا جاسکے۔ سرکاری نمبروں والی گاڑیوں کے سامنے گارڈز بے بس تھے۔ انہوں نے ہمارے لیے پھاٹک کھول دیا اور شاید یہی سب سے بڑی غلطی تھی۔ پھاٹک کھلتے ہی سوبھراج کو کسی نہ کسی طرح مشتبہ افراد کی آمد کی اطلاع مل گئی۔ ہمارے رکتے ہی اس نے میگافون پر للکارنا شروع کردیا۔ اسی کے ساتھ فضا میں پیٹرول کی بو پھیلنے لگی۔ اس نے کچھ دیر بعد انکشاف کیا کہ وہ اپنے اہم کمروں میں پیٹرول چھڑک چکا ہے۔ کسی نے زبردستی اندر پہنچنے کی کوشش کی تو وہ آگ لگا دے گا۔''

''یہی ہوا ہوگا۔ شاید پھاٹک سے منسلک کوئی سوئچ اس کے کمرے میں کوئی بلب یا گھنٹی وغیرہ آن کردیتا ہوگا' جس سے اسے پتا چل گیا کہ اس کی اجازت کے بغیر پھاٹک کھولا گیا ہے۔ شاید ورانے بتایا تھا کہ راج محل میں اندر والوں کی اجازت کے بغیر پھاٹک نہیں کھولا جاتا۔''

''یہ اتنی باریک سی بات تھی کہ پہلے سے اس طرف دھیان جانے کا کوئی امکان نہیں تھا۔ غلطی ہوگئی۔ اب اس پر سر کھپانا بے سود ہے۔''

''بات تل گئی ہے۔ وہ عمارت کو ضرور آگ لگائے گا تاکہ اندر کے ریکارڈ سے اس کے خلاف کوئی ثبوت کسی کے ہاتھ نہ آسکے'' میں نے تفکر آمیز لہجے میں کہا ''آگ لگانے سے پہلے وہ کچھ اہم دستاویزات یا نقدی وغیرہ اپنے ساتھ لے جانے کے لیے نکال رہا ہوگا۔''

''مجھے یہ اندازہ تھی ہے لیکن ہم کیا کرسکتے ہیں؟ اندر گھسنا اپنی جان پر کھیلنے کے مترادف ہوگا۔ پیٹرول کی تیز بو بتا رہی ہے کہ اندر اس آتش گیر سیال کا خاصا ذخیرہ موجود تھا۔''

''آگ کی تباہ کاری کو قابو میں رکھنے کے لیے کم از کم فائر بریگیڈ کی گاڑیوں کو ضرور طلب کرلینا چاہئے۔ آگ لگاتے ہی وہ فرار کی راہ اختیار کرے گا۔''

''میں فون کرچکا ہوں۔ مقامی فائر اسٹیشن کی ایک گاڑی کا انجن کھلا ہوا ہے دوسری خراب ہے۔ اب کہیں اور سے گاڑیاں آرہی ہوں گی۔''

''میں حیران ہوں کہ اس نے آتشیں اسلحہ کیوں استعمال

Downloaded from https://paksociety.com

نہیں کیا؟''

''وہ بہت چالاک ہے۔ فائرنگ سے وہ دو آدمی اتنی بڑی عمارت کا دفاع نہیں کر سکتے تھے۔ کہیں نہ کہیں سے میرے آدمی اندر گھسنے میں کامیاب ہو جاتے۔ اس نے پہلے سے سوچے سمجھے منصوبے کے مطابق ہولناک آتش زنی کا ہتھ کھڑا کیا ہے۔''

''یہی کہا جا سکتا ہے کہ اس خبیث نے شیطانی دماغ پایا ہے۔ وہ اس وقت ہمارے ہاتھ سے نکل گیا تو اسے دوبارہ پکڑنا مشکل ہو جائے گا۔''

''اس نے دھمکیوں کے آغاز میں اپنے نوکروں کو عمارت سے نکل جانے کا حکم دیا تھا۔ آگ میں جل مرنے کی دہشت سے وہ سب ایک دوسرے پر گرتے پڑتے باہر نکل آئے۔''

''تم خاموش کیوں ہو؟'' اچانک میگافون پر سوبھراج کی بھاری اور وحشت زدہ آواز گونجی ''تمہاری خاموشی سے مجھے کسی سازش کی بُو آ رہی ہے۔ یہ یاد رکھنا کہ مجھے اپنی چھت کے نیچے کہیں کوئی سایہ بھی نظر آیا تو میں اپنے ہاتھوں سے اپنے گھر کو پھونک دوں گا۔''

فضا میں دور سے فائر انجنوں کے دل اڑا دینے والے سائرنوں کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ وہ آوازیں بتدریج بلند اور واضح ہوتی جا رہی تھیں۔

''تم جو چاہو کر لو اب تباہی تمہارا مقدر بن چکی ہے۔ مرد کے بچے ہو تو راج محل کی چتا سے باہر آ کر مقابلہ کرو۔ تمہیں قانون کی قوت کا اندازہ ہو جائے گا۔''

فضا میں اس کا شیطانی قہقہہ گونجا پھر اس نے کہا ''تم بارود کے ڈھیر کو گھیرے کھڑے ہو۔ گولی چلتے ہی ہر طرف آگ پھیل جائے گی اور اس میں تم سب جل جاؤ گے۔''

وہ بس لمحہ بھر کے لیے خاموش ہوا تھا پھر زہریلی آواز میں بولنے لگا ''تم متعصب اور کمینے لوگ ہو۔ اپنے قنوطی معاشرے میں ایک ہندو کو پھلتے پھولتے نہیں دیکھ سکے۔ میں تمہاری آنکھوں سے اوجھل ہوں لیکن تم کو دیکھ چکا ہوں۔ تمہاری سرکاری گاڑیاں بتا رہی ہیں کہ تم مجھ سے وہ عزت اور اعزاز چھین چکے ہو جو میں نے اپنی دن رات کی محنت سے حاصل کیا تھا۔''

''تم جیسے بدمعاش اور غدار کا کوئی دین دھرم نہیں ہوتا۔ تم ہندو ہو نہ مسلمان۔ اپنی بے گناہی کے دعوے دار ہو تو کھلی عدالت کا سامنا کرنے سے کیوں ڈر رہے ہو؟ سامنے کیوں نہیں آتے؟''

ان دونوں کے درمیان میگافون پر باتیں ہوتی رہیں۔ اس اثنا میں نہایت خاموشی اور تیز رفتاری سے پولیس والوں کی یادردی' مسلح نفری سے بھری ہوئی دو موبائلز دندناتی ہوئی راج محل کے احاطے میں گھس آئیں۔

دونوں گاڑیوں سے چاق و چوبند سپاہی اتر کر ہر طرف پھیلنے لگے۔ ان کی سربراہی ایک سب انسپکٹر کر رہا تھا۔

جلال اپنے محکمے کا سینئر افسر تھا۔ اسے ان معاملات میں براہ راست دخل انداز ہونے کی ضرورت نہیں تھی۔ شاید اس نے کسی مرحلے پر پولیس اسٹیشن فون کر کے اپنا فرض پورا کر دیا تھا۔ سب انسپکٹر اپنی گاڑی سے اترتے ہی آئی بی کے وفاقی اہل کاروں کو سلیوٹ کیا تھا۔ شاید اس نے ان میں سے کسی کو پہچان لیا تھا۔

جلال کے ماتحتوں نے سب انسپکٹر کے ساتھ مختصر سے ریکی مذاکرات کیے۔ صورتِ حال سے واقف ہوتے ہی سب انسپکٹر نے اپنے عملے کو ہدایات دیں اور پولیس والے تقریباً دوڑتے ہوئے اس احاطے سے نکلتے چلے گئے۔

میرے لیے یہ اندازہ کرنا دشوار نہیں تھا کہ پولیس والوں کی اضافی نفری آ جانے کے بعد آئی بی والے عملی طور پر راج محل کا محاصرہ کرنے کا فیصلہ کر چکے تھے۔

جب سے میں نے راج محل کی حدود میں قدم رکھا تھا' میں نے سوبھراج کی زبان سے ایک بار بھی یہ دھمکی نہیں سنی تھی کہ معاشرے کا ایک مراعات یافتہ شہری تھا اور کسی بھی مرد قانون کے تحت اس پر ہاتھ نہیں ڈالا جا سکتا تھا۔

اس نکتے پر غور کر کے میں اس نتیجے پر پہنچا تھا کہ اخبارات کے ذریعے مراعات کی سلبی سے آگاہ ہو چکا تھا۔ اس کی رہی سہی خوش فہمی سرکاری گاڑیوں اور پھر پولیس موبائلز کی آمد نے دور کر دی تھی۔ اس کے گھر کی حفاظت پر مامور پولیس والے بھی اپنے پیٹی بند بھائیوں کے ساتھ مل کر راج محل کا بیرونی محاصرہ کرنے کے لیے باہر جا چکے تھے۔

پھر سائرن بجاتے ہوئے' دو فائر انجن بھی وہاں آ گئے۔ راج محل کا احاطہ اتنا وسیع تھا کہ اتنی گاڑیوں کی آمد کے باوجود وہاں جگہ کی قلت کا کوئی مسئلہ پیدا نہیں ہوا تھا۔

سرخ رنگ کے دمکتے ہوئے فائر انجنوں پر سوار ہو کر شہر بھر کی مسیحائی کرنے والے فائر مین عام طور پر کثیف دھوئیں کے بادل یا آگ کے بھڑکتے ہوئے شعلے دیکھ کر اپنی منزل کا تعین کرتے ہیں۔ راج محل میں آتش زنی کی تیاریاں مکمل تھیں لیکن ان میں سے کوئی علامت موجود نہیں تھی۔ مجھے خوشی ہوئی کہ فائر بریگیڈ کا عملہ اس کے باوجود صحیح مقام پر پہنچ گیا تھا۔

ان لوگوں نے آتے ہی فائر پروف کینوس کے لمبے لمبے سفید پائپ کھول کر تیزی سے فرش پر پھیلانے شروع کر دیے تھے۔ وہ سماں بہت وحشت ناک اور خوف آور تھا۔ میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اس لڑائی کے کسی مرحلے پر سوبھراج اپنے گھر کو اپنے ہاتھوں سے آگ لگا دے گا۔

''سوبھراج! حماقت مت کرو۔ راج محل میں بھڑکنے والی آگ میں تمہارے بیشتر اثاثے جل کر راکھ ہو جائیں گے۔'' جلال مضطربانہ آواز میں بے بسی کے ساتھ اسے سمجھانے کی

Downloaded from https://paksociety.com

کوشش کر رہا تھا ''جذباتی اور احمقانہ فیصلہ مت کرو۔ یہ آگ تمہارے خاندان کو تباہ و برباد کردے گی۔ سب مل کر تمہیں کوسیں گے کہ تم نے ان کے لیے کچھ نہیں چھوڑا۔''

''میں اپنا سب کچھ پھونک کر تمہارا مقابلہ کروں گا۔ تمہاری یہ دم کلیں کچھ بھی نہیں کرسکیں گی'' اس بار سوبھراج کی آواز قدرے بھرائی ہوئی تھی۔

میں نے سمجھ لیا کہ فیصلہ کن گھڑی آ گئی تھی۔ چند ثانیوں کے لیے فضا پر گہرا سکوت طاری رہا۔ جو بات میں نے سمجھ لی تھی' وہ دوسروں کی سمجھ میں بھی آ گئی تھی۔ احاطے میں موجود ہر شخص دم بخود تھا اور کچھ ہونے کا انتظار کر رہا تھا۔

وہ چند اعصاب شکن لمحے دھیرے دھیرے گزرنے لگے۔ شاید وہ اپنے لیے کوئی محفوظ جگہ تلاش کر رہا تھا جہاں سے وہ اپنے گھر کو آگ لگا سکے۔

اچانک بھٹ کی ایک گھٹی گھٹی اور ہولناک آواز کے ساتھ راج محل کی کھڑکیوں اور دروازوں سے آتشیں شعلے بڑے ناگوں کی لہراتی ہوئی' زندہ زبانوں کی طرح باہر لپک پڑے۔ تیز آوازوں کے ساتھ آگ بہت تیزی کے ساتھ پھیل رہی تھی۔

آگ بجھانے والی گاڑیوں کے پمپ چل پڑے اور بل کھائے ہوئے پائپوں سے پانی کی موٹی دھاریں جلتی ہوئی عمارت پر پڑنے لگیں۔

وہ آگ اتنی شدید تھی کہ اس کی تپش میں ہمارے لیے احاطے میں ٹھہرنا دشوار ہوگیا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے احاطہ خالی ہوگیا۔ بس آگ بجھانے والا عملہ بے بسی کے ساتھ اس خوفناک آگ سے لڑتا رہا۔

کھڑکیوں وغیرہ سے شعلے گزوں دور تک لپک رہے تھے پھر ان شعلوں کے ساتھ عمارت سے کثیف دھوئیں کے گہرے بادل بھی اٹھنے لگے۔

پانی کی موٹی موٹی اور تیز دھاریں پڑنے کے باوجود آگ بڑھتی چلی جارہی تھی۔ آگ بی والوں نے اپنی گاڑیاں باہر نکالیں' پولیس والوں نے اپنی موبائلز بچانے میں سرعت دکھائی۔ میری گاڑی جلال کے ایک آدمی نے باہر نکال لی۔ سوبھراج کی گئی نئی نویلی اور بیش قیمت گاڑیاں جہاں تھیں' وہیں کھڑی رہیں۔ ان کو بچانے والا کوئی نہیں تھا۔

وہ گاڑیاں جلتی ہوئی عمارت سے اتنے قریب تھیں کہ کسی بھی لمحے شعلوں کی لپیٹ میں آسکتی تھیں۔ ان میں آگ لگنے کے بعد پیٹرول کی ٹنکیاں بموں کی طرح دھماکوں سے پھٹتیں اور پھر ہر طرف آگ ہی آگ پھیل جاتی۔

''آؤ!'' جلال نے میرے شانے پر ہاتھ رکھ کر اداسی سے کہا ''اب یہاں کچھ نہیں رہا۔''

میں نے مایوسی اور بے بسی سے جلتے ہوئے راج محل کی طرف دیکھا اور بوجھل قدموں سے اس کے ساتھ ہولیا۔

راج محل ایک عمارت نہیں، پوری ایک کہانی تھی۔ سوبھراج نے اپنی زندگی کے قیمتی سالوں میں نہ جانے کیسی کیسی ریاکاریاں اور غداریاں کر کے بڑے ارمانوں کے ساتھ راج محل بنوایا تھا پھر اس کے ایک ایک گوشے کی آرائش کی تھی۔

اس نے اپنے جوڑ توڑ اور شعبدہ بازی سے ایک مقام حاصل کیا تھا لیکن راج محل کے حوالے سے بھی اس کی ایک خاص شہرت تھی۔ اس گھر سے نہ جانے کتنے خاندانوں کے چولھے جل رہے تھے۔ اسے نہ جانے کیا سوجھی تھی کہ اس نے پل بھر میں برسوں کی اس محنت کو آگ لگا کر برباد کردیا تھا۔

میرے لیے سوبھراج کا وہ قدم بہت حیرت ناک ثابت ہوا تھا۔

مجھے کچھ یوں محسوس ہو رہا تھا کہ چوبیس گھنٹوں سے بھی کم مدت میں اپنے اوپر ہونے والے دو ناکام حملوں میں اس نے موت کو بہت قریب سے دیکھ لیا تھا جس کے نتیجے میں اس پر شدید ترین مایوسی کا دورہ پڑا اور اس نے اسی کیفیت میں اپنا سب کچھ پھونک کر رکھ دیا۔

راج محل سے آگ اور دھوئیں کے کثیف مرغولے بلند ہونے کے بعد قرب و جوار سے بہت سے تماشائی وہاں آنا شروع ہوگئے تھے۔ سب کی حسرت زدہ نظریں ان بے رحم شعلوں پر جمی ہوئی تھیں جو تیزی سے سب کچھ چاٹتے جارہے تھے۔

جلال نے راستے میں رک کر اپنے ایک آدمی سے مختصر سی گفتگو کی اور دوبارہ میرے ساتھ آملا۔

جب تک سوبھراج اپنے گھر میں موجود تھا، ہم سب اسے گھیر کر پکڑنے کی فکر میں لگے ہوئے تھے۔ کچھ نہ کرنے کے باوجود ہر شخص اپنی جگہ پر مصروف تھا لیکن وہاں آگ لگنے کے بعد یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے سارے کام یک لخت ختم ہوگئے ہوں۔

میں نے جلال اور سوبھراج کے درمیان ہونے والی گفتگو کا خاصا حصہ اپنے کانوں سے سنا تھا اور مجھے اس بارے میں کوئی شبہ نہیں رہا تھا کہ سوبھراج نے اپنے محفوظ فرار کے متعلق کوئی بے بنیاد دعویٰ نہیں کیا تھا۔

وہ زخمی حالت میں جس راز داری کے ساتھ اپنے گھر پہنچا تھا اسی راز داری کے ساتھ وہاں سے فرار ہوگیا تھا۔ اس کے بارے میں کہیں سے کسی امید افزا خبر کی آمد کی توقع بے سود تھی۔ راج محل کے محاصرے کے لیے جانے والے پولیس والے اس کی راہ روک سکتے تھے نہ اس کی گرد پا سکتے تھے۔ وہ ان کے قدموں کے نیچے بنی ہوئی کسی سرنگ سے نکل کر دور کسی محفوظ علاقے کی طرف چلا گیا ہوگا۔

جلال نے کسی سرکاری گاڑی میں سفر کرنے کے بجائے میرے ساتھ سفر کرنے کو ترجیح دی تھی۔ میں نے انجن اسٹارٹ

Downloaded from https://paksociety.com

کر کے دھیمی رفتار سے تماشائیوں کی بھیڑ میں سے گاڑی گزاری اور تیزی سے گلشن اقبال کی طرف روانہ ہوگیا۔

وہ دن کا وقت تھا اس لیے دور سے راج محل کے شعلے نظر نہیں آرہے تھے لیکن ایک موڑ گھومتے ہوئے میں نے اس حویلی پر سیاہ رنگ کے مہیب بادل چھائے ہوئے دیکھے جن میں لمحہ بہ لمحہ اضافہ ہوتا جارہا تھا۔

''میں ابھی تک پریشان ہوں کہ سوبھراج کب اور کیسے راج محل میں پہنچ گیا۔'' کچھ دیر کے بعد جلال نے مایوسانہ آواز سے سکوت توڑا۔

''بکاک سے اس کی واپسی کے بعد کسی نے اسے نہیں دیکھا۔ میری اس سے فون پر بات ضرور ہوئی مگر وہ مسلسل روپوش ہے۔ میں ابھی سنیل کی بیوی سے مل کر راج محل کی طرف آیا تھا.....''

''اوہ!'' وہ میری بات کاٹ کر حیرت سے بولا ''رات کو تم نے اس کے گھر کے باہر تک کے دو آدمیوں سے مقابلہ کیا اور آج اس سے مل بھی آئے۔''

''اس نے بتایا کہ دونوں بری طرح زخمی تھے۔ سنیل کو تین گولیاں لگی تھیں۔ سوبھراج خون میں ڈوبا ہوا تھا۔ نقاہت سے اس کا چہرہ زرد ہورہا تھا۔''

''یہ تفصیلات پہلی مرتبہ سامنے آئی ہیں۔ وہ اتنے برے حال میں ہیں تو ان دونوں کو اب مرہی جانا چاہیے۔'' جلال کی دلی آرزو اس کی زبان پر آگئی۔

''شیبا نے خیال ظاہر کیا تھا کہ وہ دونوں آرام کرنے کی غرض سے راج محل گئے ہوں گے۔ میں اس کی تھیوری پر غور کرتا ہوا راج محل کی طرف چل پڑا۔ مجھے معلوم تھا کہ کھلے بندوں ادھر کا رخ نہیں کرسکیں گے پھر مجھے کسی خفیہ راستے کا خیال آیا تھا۔''

''اور وہی درست ثابت ہوا۔ کیا شیبا، سنیل کی بیوی کا نام ہے؟''

میں نے سر اثبات میں ہلا دیا۔

اس چکر میں بظاہر شیبا کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔ سنیل نے اس کے حسن و شباب کو اپنی ترقی کا زینہ بنایا ہوا تھا۔ سوبھراج کے لیے وہ استنجے کے ڈھیلے سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی تھی۔ اس کی طبیعت اپنے رنگ پر آتی تھی تو وہ عیاشی کے لیے شیبا کو اپنے عشرت کدے پر بلوا لیتا تھا اور اس کے ساتھ کچھ حسین وقت گزارنے کے بعد اس کی مٹھی گرم کر کے اسے واپس بھیج دیتا تھا لیکن جلال کے لیے اس کا ذکر بہت اہم ثابت ہوا۔

سوبھراج کی حالت اور کیفیت کے بارے میں وہ اکلوتی گواہ تھی۔ اس نے قاتلانہ حملے کے بعد ان دونوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا، چھپ کر ان کی باتیں سننے کی کوشش کی تھی اور سب سے بڑی بات یہ تھی کہ وہ میری باتوں میں آگئی تھی۔

جلال مجھ سے کریدکرید کر شیبا کے بارے میں سوالات کرتا رہا۔ اس تذکرے کے بعد اس کی مایوسی یکا یک دور ہوگئی تھی۔ مجھے جو کچھ معلوم تھا وہ میں اس کے سامنے بلاکم و کاست دہراتا چلا گیا۔ گفتگو آگے بڑھنے کے ساتھ جلال کی دلچسپی بتدریج بڑھتی جارہی تھی۔

ان ہی باتوں میں ہم گھر پہنچ گئے۔ میں نے جلال کو مدد دینے کے خیال سے وہ باتیں بھی اس کے سامنے دہرادیں جن کا تعلق صرف میری اور شیبا کی ذات سے تھا۔

گھر پر اول خان بھی موجود تھا۔ وہ فون پر دیرا سے یہ خبر سننے کے بعد مضطرب ہوگیا تھا کہ اس سے بات کرنے کے بعد میں اکیلا سنیل کی بیوی سے ملنے چلا گیا تھا۔ وہ بے چین ہوکر سیدھا ہمارے گھر دوڑا چلا آیا۔

''تم نے غلطی کی۔ تم کو اکیلے وہاں نہیں جانا چاہیے تھا۔'' اول خان نے مجھ سے رسمی علیک سلیک کرنے کے بعد ہلکے سے فہمائشی لہجے میں کہا۔

''اکیلا ہونے کی وجہ سے ڈینی نے اس سے بہت سی باتیں کی ہیں۔ کوئی اور ساتھ ہوتا تو وہ عورت اتنی آسانی سے اس پر اعتماد نہ کرتی۔ بہت سی باتیں سرے سے ہو ہی نہیں سکتی تھیں۔ ڈینی نے اسے دانہ بھی ڈال دیا ہے۔'' جلال نے میری حمایت کی۔

''اسے کیا دانہ ڈال کر آئے ہو؟'' دیرا نے پوچھا پھر وہ غزالہ سے مخاطب ہوگئی ''تم سن رہی ہو کہ جلال کیا کہہ رہا ہے؟''

''میں ان لوگوں کے آپس کے مذاق میں دخل نہیں دیتی۔'' غزالہ نے مسکرا کر بے پروائی سے جواب دیا اور میرا دل خوش کردیا۔

''پھر شاید تمہیں دانہ ڈالنے کا مطلب ہی معلوم نہیں ہے۔ ڈینی نے اس عورت کو ورغلانے کی کوشش کی ہے۔'' دیرا نے تیز لہجے میں کہا۔

''وہ پہلے ہی بگڑی ہوئی ہے، سوبھراج سے ملتی رہی ہے۔ اسے مزید کیا ورغلایا جاسکتا ہے۔'' دیرا کی کوشش کے باوجود غزالہ کی مسکراہٹ میں کوئی فرق نہیں آسکا۔

''ویری گڈ!'' جلال نے غزالہ کے جواب کو سراہا ''اچھی بیویاں اپنے شوہروں پر اسی طرح اعتماد کرتی ہیں۔ بات بات پر ان پر شبہ نہیں کرتیں۔''

''میرا خیال ہے کہ ہم سب بہک رہے ہیں۔'' اول خان نے سب کو ٹوکا ''سنیل کی بیوی سے ڈینی کی ملاقات کے معاملے پر گفتگو ہونی چاہیے۔''

''ضرور ہوگی۔ اس سے پہلے یہ سن لو کہ ہم دونوں ابھی راج محل سے آرہے ہیں۔ سوبھراج نے پیٹرول چھڑک کر

Downloaded from http://paksociety.com

پوری عمارت کو آگ لگادی ہے۔'' جلال نے اچانک دھماکا کردیا۔

سب کے ہونٹوں سے بے ساختہ، مختلف تحیر زدہ آوازیں آزاد ہوگئیں، وہ اس قدر بڑی خبر تھی کہ کوئی فوری طور پر اس انکشاف پر یقین نہیں کرسکا۔

''یہ کیسے ہوا؟''

''تم دونوں ایک وقت میں وہاں کیسے جمع ہوگئے!''

''یہ نہیں ہوسکتا۔ وہ اپنے گھر کو کیسے آگ لگا سکتا ہے!''

''وہ چانک راج محل میں کیسے پہنچ گیا؟''

ان چاروں نے بیک وقت الگ الگ سوال کیے تھے۔ اپنی جگہ پر ہر سوال اہم اور جامع تھا۔ جلال کے ہونٹوں پر گہری اور آسودہ مسکراہٹ پھیل گئی۔

''چند منٹ کے لیے تم چاروں خاموشی اختیار کرو تو ہر بات سمجھ میں آجائے گی۔'' اس نے دھیرے سے کہا۔ راج محل سے ہٹنے کے بعد اس کا موڈ تیزی سے بحال ہوا تھا۔

جلال کے مطالبے پر کسی نے کوئی اعتراض نہیں کیا اور اس نے میری اور شیبا کی ملاقات سے اپنی کہانی کی ابتدا کردی۔

''جو کچھ ہوا، بالکل منطقی انداز میں ہوا ہے۔ کسی سے کوئی غلطی نہیں ہوئی۔'' پوری بات سن لینے کے بعد اول خان نے سنجیدگی سے تبصرہ کیا ''تم پھانک کھلوانے کے بجائے، گاڑیاں باہر چھوڑ کر دروازے سے اندر جاتے تب بھی یہی نتیجہ برآمد ہوتا۔''

''بنیادی بات یہ ہے کہ تمہیں یا راج محل کے کسی ملازم کو یہ معلوم نہیں تھا کہ سوبھراج اندر پہنچ چکا ہے۔ تم کسی طرح بھی اندر جاتے، ملازموں سے پوچھ گچھ میں الجھے رہتے۔ بات بڑھتی تو سوبھراج کو معاملے کا علم ہوجاتا اور قصہ پھر اسی موڑ پر پہنچ جاتا۔'' ویرا نے اول خان کی بات آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔

''ایسی صورت میں شاید وہ خاموشی سے نکل جاتا۔ راج محل کو آگ لگانے کی نوبت نہ آتی۔'' جلال نے افسردگی سے جواب دیا۔

''یہ موقع اسے تم نے بھی دیا تھا۔'' جلال کی بات سن کر اول خان نے سمجھایا ''وہ چاہتا تو خاموشی سے فرار ہوجاتا۔ اس نے تمہیں للکارنے میں پہل کرکے معاملہ بگاڑ دیا۔ وہ خاموش رہتا تو راج محل بھی بچ جاتا۔''

''وہ حویلی ہماری نہیں، اس کی تھی۔'' سلطان شاہ نے زبان کھولی ''ہمیں اس کے جل جانے پر افسوس ظاہر کرنے کی ضرورت نہیں ..... اس نے بالکل وہی کیا جو اس نے سوچا ہوا تھا۔ وہ نکل جاتا تو تم لوگ راج محل پر قبضہ کرکے اس کے چپے چپے کی تلاشی لیتے۔ سوبھراج نہ جانے کب سے غداروں کا ساتھ دے رہا ہے۔ اس کی حویلی میں جگہ جگہ اس کی بدعنوانیوں اور سازشوں کے ثبوت بکھرے ہوئے ہوں گے۔ اس نے اپنی زندگی میں کبھی تصور بھی نہیں کیا ہوگا کہ کسی وقت پولیس اور ایجنسیوں کے اہل کار اس کی حویلی میں گھس آئیں گے۔ اس کے لیے قلیل سے وقت میں سارے ثبوتوں کو مٹانا ناممکن تھا۔ اس کا ایک ہی علاج تھا کہ پورے راج محل کو جلا کر کھنڈر بنادیا جائے۔ اس کے لیے وہ تیار تھا۔''

''کمال ہے!'' ویرا بے ساختہ بول پڑی ''اصل بات یہی ہے۔ حویلی کو آگ لگانا اس کی ناگزیر ضرورت بن گیا تھا ورنہ ذرا سی دیر میں پیٹرول کی بڑی مقدار حاصل کرنا ممکن نہیں تھا۔ اس نے اس برے وقت کے لیے پہلے سے تیاری کی ہوئی تھی۔''

''شاید اس کے بنکاک فرار ہونے کے بعد سنیل نے اس کی ہدایت پر پیٹرول کا ذخیرہ کیا ہوگا۔'' میں نے سوچتے ہوئے کہا ''سوبھراج کو واپسی کے بعد راج محل میں تنکے کا موقع ہی نہیں ملا کہ وہ سارا بندوبست کرتا۔''

''اس نے بہت عجلت میں ایک احمقانہ فیصلہ کیا ہے۔ ریاست سے لڑ کر کوئی مجرم زیادہ دنوں تک نہیں بچ سکتا۔ وہ بہت جلد کتے کی موت مارا جائے گا۔'' غزالہ نے حقارت سے کہا۔

''حیرت ہے کہ وہ چند دنوں کی پریشانی سے اس قدر اعصاب زدہ ہوگیا!'' اول خان بولا ''وہ مشکل سے چند روز کے لیے امتحان سے گزرا ہے۔ یہ وقت اس نے بنکاک میں عیش کرتے ہوئے گزارا تھا۔ یہاں وہ کل صبح پہنچا تھا۔''

''یہ چوبیس گھنٹے اس کے لیے عذاب سے کم نہیں تھے۔ جو لوگ عیش ونشاط کی زندگی کے عادی ہوجاتے ہیں ان میں پریشانیوں کا سامنا کرنے کا حوصلہ نہیں رہتا۔ وہ ذرا سی دیر میں اندر سے ٹوٹ پھوٹ کر رہ جاتے ہیں۔'' میں نے کہا ''سنیل کے گھر پر رات کو پیش آنے والے واقعات نے اسے توڑ پھوڑ کر رکھ دیا ہوگا۔ اسے یقین نہیں تھا کہ نک جیسا قابلِ اعتماد ساتھی اس کے خون کا پیاسا بن سکتا ہے۔ سارے ثبوت اس کے سامنے تھے۔ وہ جانتا تھا کہ ایف بی آئی والے غداروں کو کیسے دردناک انجام سے دوچار کرتے ہیں۔''

''تو کیا تم یہ کہنا چاہ رہے ہو کہ وہ ہم سے نہیں، ایف بی آئی والوں سے دہشت زدہ ہوگیا تھا؟'' جلال نے چونک کر پوچھا۔

''تم پاکستان کے شیر ہو۔ ایف بی آئی دنیا بھر کو آپریٹ کرتی ہے۔ اسے نظر آگیا تھا کہ اب اسے زندہ رہنا ہے تو راج محل سے دور رہنا ہوگا۔ اس نے راج محل کو کھنڈر کردیا۔ یہ اس کی بدنصیبی تھی کہ ایف بی آئی کے تیسرے وار سے پہلے تم اس کی حویلی میں پہنچ گئے۔'' میں نے جلال کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے دھیرے دھیرے اپنی بات پوری کی۔

''وہ یہی سمجھا ہوگا کہ نک نے دوبارہ منہ کی کھانے کے بعد

Downloaded from https://paksociety.com

کسی ایجنسی کو اس کے پیچھے لگا دیا ہے اور اب وہ مارا جائے گا۔''
ویرا نے پرزور لہجے میں کہا۔
''میرا خیال ہے کہ ہم ان باتوں پر بلاوجہ اپنا سر کھپا رہے ہیں۔'' سلطان شاہ نے اکتائے ہوئے انداز میں کہا۔
''یہ بلاوجہ کی باتیں نہیں ہیں۔ سوبھراج زندہ ہے اور آزاد ہے۔ اب وہ کھل کر سامنے نہیں آئے گا۔ ہمیں اس کی نفسیات کو سمجھنا پڑے گا تاکہ ہم اسے گھیر کر پکڑ سکیں۔'' جلال نے ناصحانہ لہجے میں اسے سمجھایا ''اب وہ چین سے نہیں بیٹھے گا۔''
''ہاں! سوبھراج کے بارے میں تو ضرور سوچنا پڑے گا۔'' سلطان شاہ خفت آمیز ہنسی کے ساتھ جلدی سے بولا ''میں تو یہ کہہ رہا تھا کہ ہمیں راج محل کی بربادی پر سوگ منانے کی کیا ضرورت ہے۔ جس لڑائی میں دسیوں انسان مارے جا چکے ہیں اس میں ایک عمارت کی تباہی ذرا سی بھی اہمیت نہیں رکھتی۔''
''مکاری مت دکھاؤ!'' ویرا نے سلطان شاہ پر آنکھیں نکالیں ''راج محل کا ذکر پہلے ختم ہو چکا تھا۔ اس وقت صرف سوبھراج کی بات ہو رہی تھی۔''
''تم بات کرتی رہو۔ میں نے تمہیں کب روکا ہے۔'' وہ سادگی سے بولا۔
''ڈینی کی بات میرے دل کو لگی ہے۔'' اول خان نے ان کے درمیان کسی بحث کے آغاز سے پہلے کہا ''سی آئی اے، ایف بی آئی اور را سے سوبھراج کے برسوں پرانے مراسم ہیں۔ ان ہی کے سہارے اس نے پاکستان میں اپنا مقام بنایا تھا۔ میری کلارک بلکہ ویرا کے ذریعے ڈینی تک پہنچنے کے چکر میں وہ یہ بات فراموش کر بیٹھا کہ ویرا کو اپنی خفیہ قید میں رکھ کر وہ اپنے امریکی آقاؤں سے غداری کا مرتکب ہو رہا ہے اور اس کی یہی بھول آج اسے لے ڈوبی۔''
''یہ کرنل داور کا کمال ہے کہ سوبھراج کی پاکستان سے غیر حاضری میں وہ نک کو اس طرح ہینڈل کرتا رہا کہ آخر کار وہ سوبھراج کو بنکاک سے واپس بلانے پر مجبور ہو گیا۔'' جلال نے پوری فراخ دلی سے اعتراف کیا۔
''اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔'' اول خان نے بھرپور انداز میں اس کی تائید کی ''سوبھراج بنکاک سے چلا تو اس کے ذہن میں صرف ڈینی کی الجھن تھی۔ یہ بات اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں آ سکی ہوگی کہ نک اس کی جان کا دشمن ہو چکا ہے۔''
اول خان کی کہی ہوئی وہ بات سو فیصد درست تھی۔ سوبھراج کے ذہن میں نک کی طرف سے ذرا سا بھی شبہ پیدا ہو گیا ہوتا تو وہ بھول کر بھی پاکستان کا رخ نہ کرتا۔ ائرپورٹ سے اپنے گھر کی طرف جاتے ہوئے اس پر پہلا قاتلانہ حملہ ہوا تو اس کا ذہن نک کی طرف بھٹکا تھا لیکن نک نے بہت عیاری کے ساتھ اس کے شبہات کا رخ میری طرف موڑ دیا۔
وہ شطرنج کی ایک پُرپیچ بازی تھی۔ نک اپنی چالیں چل رہا تھا۔ میں اپنا کھیل کھیل رہا تھا۔ سوبھراج بیچ کا مہرہ بنا ہوا تھا۔
اسے بہت دیر سے اندازہ ہوا کہ اس کا دوست اس سے منہ پھیر چکا تھا۔
سوبھراج کو یہ مان تھا کہ کوبرا کے روپ میں وہ امریکی ایجنسی کی ایک ناگزیر ضرورت بنا ہوا تھا۔ وہ کسی قیمت پر اس سے ہاتھ دھونے کا خطرہ مول نہیں لے سکتے تھے۔ اسے نک کی طرف سے بدظن کرنے کے لیے کنیل کے گھر پر ایک امریکی کمانڈو کی دستک ہی بہت کافی تھی لیکن اس رات ہمارے ستارے یاور تھے۔ کنیل کے گھر کے نیچے ایک کمانڈو کی موت اور دوسرے کی گرفتاری نے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچا دی کہ کون سوبھراج کا دشمن تھا۔
اس واقعے کے بعد یہ بات بھی اس کی سمجھ میں آ جانی چاہیے تھی کہ اس پر پہلا حملہ کرنے والے کون لوگ تھے۔
میں فیصلہ کن لمحات میں یہ نفس نفیس جلال کے ساتھ راج محل کے احاطے میں موجود تھا لیکن یہ غنیمت تھا کہ اس واقعے میں کہیں بھی میرا نام نہیں آیا تھا۔ سوبھراج نے شاید یہ جاننے کی کوشش بھی نہیں کی تھی کہ سرکاری گاڑیوں میں اس کے گھر آنے والے لوگوں کا تعلق کس ادارے یا محکمے سے تھا۔
اس کے ذہن میں صرف اور صرف نک کی دہشت سوار ہو چکی تھی۔ اس نے خوف اور اعصاب زدگی کے عالم میں اپنے گھر کو پھونک دینے کا دشوار فیصلہ کر لیا۔
وہ نک سے دو بار چوٹ کھا چکا تھا۔ مجھے قوی امید تھی کہ وہ شکوے اور شکایت کے لیے نک سے رابطہ ضرور کرے گا لیکن تیسری بار اس کے دام میں نہیں پھنسے گا۔ رات کے کھلے واقعے کے بعد نک جلتے توے پر بیٹھ کر بھی سوبھراج کو یہ باور نہیں کرا سکتا تھا کہ اس کے ہاتھ صاف تھے۔
سوبھراج کے دل میں نک کی طرف سے گرہ پڑ چکی تھی۔ ایف بی آئی کے کام کرنے کے طور طریقوں سے وہ اچھی طرح واقف تھا۔ ان لوگوں سے اس کی کوئی مفاہمت نہیں ہو سکتی تھی۔
دوسری طرف میرا راستہ صاف تھا۔ میں نے اسے پاکستان میں اپنے جرائم سے تائب ہونے کے لیے دو دنوں کی مہلت دی ہوئی تھی جس میں سے ایک دن گزر چکا تھا۔ سوبھراج کا دل جیتنے اور اس سے مفاہمت بڑھانے کے لیے میں اس مہلت میں چند روز کا اضافہ بھی کر سکتا تھا۔ میں جب چاہتا، سوبھراج سے بات کر سکتا تھا۔ اس وقت تک اسے میری نیت پر کوئی شبہ نہیں ہونا چاہیے تھا۔ میں اسے کوئی نہ کوئی فریب دے کر مار سکتا تھا۔
ہم سب کے اصرار کے باوجود جلال کھانے کے لیے نہیں رکا۔ وہ راج محل کے خلاف کیے جانے والے آپریشن کا چیف تھا۔ اپنی بددلی کے باعث وہ اس عمارت کو جلتا ہوا چھوڑ کر میرے ساتھ چلا آیا تھا۔ اس آپریشن کے بارے میں اس کا

Downloaded from https://paksociety.com

فوری طور پر جائے واردات پر پہنچنا ضروری تھا۔

اس نے جو وقت ہمارے ساتھ گزارا تھا۔ وہ راج محل میں آگ سے لڑنے والوں کے لیے کافی تھا۔ آگ کی شدت کو دیکھتے ہوئے یہ اندازہ ہوگیا تھا کہ راج محل میں کسی چیز کو بچانا انسانی بساط میں نہیں رہا تھا۔ یہ توقع ضرور تھی کہ اس دوران میں وہاں لگی ہوئی آگ کا زور ٹوٹ چکا ہوگا۔

جلال کے چلے جانے کے بعد مجھے سہیل کے گھر کے قریب سے زندہ حالت میں پکڑے جانے والے کمانڈو کا خیال آیا اور میں نے اول خان سے کہا ''امریکی قیدی کے بارے میں تازہ ترین خبریں کیا ہیں۔ وہ کیا کہہ رہا ہے۔''

''وہ پہلے والی گھسی پٹی کہانی پر اڑا رہا۔'' وہ لڑنے بھڑنے کے معاملے میں بودا ثابت ہوا لیکن زبان کا بہت تیز و طرار ہے۔'' اول خان نے بتایا ''اس نے مسلسل ایک ہی رٹ لگائی ہوئی تھی کہ اسے اپنے قونصل خانے کے کسی سفارتی افسر سے رابطہ کرنے کی اجازت دی جائے تاکہ وہ اپنے ساتھ ہونے والی غنڈا گردی کی شکایت کر سکے!''

''یہ کھلی دیدہ دلیری ہے۔'' غزالہ نے کہا۔

''کیا اب تک قونصل خانے سے رابطہ نہیں کیا گیا؟'' میں نے حیرت سے پوچھا ''اس واقعے کو تقریباً آدھا دن گزر چکا ہے۔''

''اسی لیے میں نے ماضی کا صیغہ استعمال کیا تھا۔'' اول خان نے مسکراتے ہوئے کہا ''قونصل خانے والے اپنے ذرائع سے شاید سب کچھ معلوم کر چکے تھے لیکن پولیس کی طرف سے رسمی اطلاع ملے بغیر، از خود کچھ نہیں کر سکتے تھے۔ ان سے رابطہ ہوتے ہی ٹام پیٹرک تھانے پہنچا تھا اور اپنی موجودگی میں کمانڈو کا بیان ریکارڈ کرا کے اسے اپنے ساتھ لے گیا۔ ابھی تک ان کا کوئی سرکاری ردِعمل سامنے نہیں آیا۔''

''اور لاش کا کیا بنا؟'' میں نے متجسس انداز میں پوچھا۔

''اسے قیدی نے شناخت کر لیا تھا۔ ٹام نے بھی پہچان لیا۔ اب تک وہ لاش ان کے حوالے کی جا چکی ہوگی۔''

''کسی نے ان مردودوں سے نہیں پوچھا کہ وہ دونوں اتنی رات گئے اس علاقے میں کیا کرتے پھر رہے تھے۔'' میں نے تیزی سے کہا۔

''ضرور پوچھا گیا ہوگا لیکن وہ اپنا جرم قبول نہیں کریں گے۔ بات اسی وقت بنے گی جب ہم پولیس کو پورے پس منظر سے آگاہ کریں گے اور شیبا سامنے آئے گی۔ اس وقت ان دونوں کے خلاف وہی سب سے مضبوط گواہ ہے۔''

میں نے بس ایک لمحے کے لیے سوچا پھر کہا۔ ''اس کا نام فی الحال پردے میں رہنے دو۔ اسے سامنے لانے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ وہ سفارتی مراعات کی آڑ میں بچ رہیں گے۔''

''تم شیبا کے بارے میں کچھ زیادہ پُرامید نہیں ہو!'' اول خان نے پوچھا۔

''کم اور زیادہ کی بات نہیں۔ اس وقت صرف وہی ہمارے سامنے ہے جس سے سہیل یا سوبھراج کا کوئی رابطہ ہونے کی امید ہے۔''

''تم اس سے بہت زیادہ امید باندھ بیٹھے ہو!'' ویرا نے طنز سے کہا ''ایسی عورتیں ذرا سے بھی اعتبار کے لائق نہیں ہوتیں۔ ایک سے شادی کرتی ہیں۔ دوسرے سے محبت کرتی ہیں اور تیسرے کا پہلوگر ماتی رہتی ہیں۔ ہر مرد یہ سمجھتا ہے کہ عورت بس اسی کی ہے۔ وہ کسی کی نہیں ہوتیں۔ ہر وقت نئے مرد کی تلاش میں رہتی ہیں۔''

''ڈینی نے اس سے ایسا کوئی رشتہ استوار نہیں کیا۔'' اول خان نے میری صفائی پیش کی۔

''جلال نے شیبا کو دانہ ڈالنے کی بات کہی تھی؟'' ویرا نے مجھ سے پوچھا۔ کافی وقت گزر جانے کے باوجود وہ بات اس کے ذہن سے نہیں نکل سکی تھی۔

''مجھے موہوم سی توقع ہے کہ ان دونوں میں سے کسی نے شیبا کے گھر کا رخ کیا تو شاید وہ خاموشی سے مجھے اطلاع دے دے۔'' میں نے بتایا۔

''تم میں کون سے سرخاب کے پر لگے ہوئے ہیں؟''

''وہ مجھے سہیل کا کوئی گہرا دوست سمجھ رہی ہے اور تمہارے قول کے مطابق اسے کسی نئے مرد کی تلاش بھی ہے۔ ہوسکتا ہے کہ وہ میرے جھانسے میں آ جائے۔''

ویرا نے استفسار طلب نظروں سے غزالہ کی طرف دیکھا لیکن وہ خاموشی سے اپنی جگہ بیٹھی مسکراتی رہی۔

''تم نے مجھے پولیس والوں کو اصل معاملے سے آگاہ کرنے سے روکا ہوا تھا۔'' اول خان کہہ رہا تھا ''اب اس بارے میں کیا کہتے ہو۔''

''فی الحال خاموش رہ کر تماشا دیکھتے رہو۔ شیبا کے بیان یا شناخت کے بغیر بھی امریکیوں کے لیے یہ سوال بہت مشکل ثابت ہوگا کہ ان کے دو آدمی رات کے دو بجے سولجر بازار کے ایک ویران اور رہائشی علاقے میں کیا کرتے پھر رہے تھے۔''

''یہ یاد رکھنا کہ اب تم اکیلے شیبا سے ملنے نہیں جاؤ گے۔'' ویرا نے کہا۔

''مجھے اس سے ملنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اس کی دل میں نیکی آئی تو وہ موبائل فون پر مجھ سے رابطہ کر لے گی۔''

''تمہاری طرف سے اس کے دل میں صرف بدی آ سکتی ہے۔ نیکی کے فرشتے ایسی عورتوں سے بہت دور رہتے ہیں۔''

''تم نے اسے دیکھا ہے نہ اس بے چاری سے ملی ہو۔ کیوں اس کے بارے میں بدگمانیاں پھیلا رہی ہو!'' غزالہ نے

Downloaded from https://paksociety.com

ازراہِ تمسخر کہا۔

''یہ بدگمانیاں نہیں، زندہ حقیقتیں ہیں۔ میرے مقابلے میں تمہیں دنیا کا ذرا بھی تجربہ نہیں ہے۔ تم ڈینی کو اسی طرح ڈھیل دیتی رہیں تو یہ ایک دن تمہارے ہاتھوں سے نکل جائے گا اور تم مجھے یاد کرتی رہ جاؤ گی۔''

''تم انتظار میں بوڑھی ہو جاؤ گی مگر وہ دن کبھی نہیں آئے گا۔'' اس بار سلطان شاہ بولنے پر مجبور ہو گیا۔

''تم چپ رہو، میں تم سے بات نہیں کر رہی۔''

''تم میرے سامنے ان دونوں کے درمیان غلط فہمیاں پیدا کرنے کی کوشش کر رہی ہو تو میں کیسے خاموش رہ سکتا ہوں۔''

''غزالہ میری دوست ہے۔ اسے آنے والے طوفان سے باخبر رکھنا میرا فرض ہے۔ میں شترمرغ کی طرح ریت میں گردن دے کر مطمئن نہیں ہو جاتی۔''

''غنیمت ہے کہ تمہیں خود بھی اپنی حیثیت کا احساس ہے۔'' سلطان شاہ نے استہزائیہ ہنسی کے ساتھ کہا۔

''کیسی حیثیت؟ تم کیا کہنا چاہ رہے ہو؟''

''یہی کہ تم خود اپنا موازنہ شترمرغ جیسے بدوضع جانور سے کر رہی ہو۔'' سلطان شاہ نے بے پروائی سے کہا ''اپنے منہ میاں مٹھو نہیں بن رہیں۔''

''بس! اب بات نہیں بڑھے گی؟'' میں نے ویرا کے تیور دیکھ کر فوری مداخلت کی ''بات کہیں کی ہو رہی ہوتی ہے اور تم دونوں اسے کہیں اور لے جاتے ہو۔ ہم بہت سنجیدگی سے امریکی کمانڈوز کے بارے میں بات کر رہے تھے۔''

اول خان کے پاس ساری خبریں کئی گھنٹے پہلے کی تھیں۔ میرے ایما پر اس نے سوجر بازار تھانے فون کیا تو اسے بتایا گیا کہ قیدی کے بعد لاش بھی امریکی قونصل خانے کے ایک افسر کے حوالے کر دی گئی تھی۔

جلال ان دنوں کراچی میں امریکیوں کے تحفظ کے معاملے میں بہت زیادہ حساس تھا۔ ہم لوگ سرکاری ملازم نہیں تھے۔ اس لیے سرکار کی بیشتر سہولتیں ہماری نظروں سے اوجھل رہتی تھیں۔ ہم حالات کے پیش نظر فوری طور پر اپنے فیصلے کرتے تھے اور کسی تاخیر کے بغیر انہیں عملی جامہ پہنا دیتے تھے لیکن جلال کا معاملہ ہم سے بہت مختلف تھا۔

وہ ایک اہم سرکاری افسر تھا۔ اسلام آباد کے با اختیار حلقوں میں اس کی رسائی تھی اس وجہ سے وہ بعض ایسی باتوں سے بھی باخبر رہتا تھا جو کبھی منظر عام پر نہیں آتی تھیں لیکن ان کے اثرات ہر طرف نظر آتے تھے۔

ہمارے خطے میں امریکا کی بڑھتی ہوئی ریشہ دوانیاں کسی سے ڈھکی چھپی نہیں تھیں۔ آئے دن ان لوگوں کے بارے میں کوئی نئی بات سامنے آتی رہتی تھی۔ ان کی ایجنسیاں دن رات پاکستان میں اپنے قدم جمانے کے لیے کوشاں تھیں لیکن سرکاری حلقوں میں موجود فرض شناس افسروں کے تعاون سے ایس ٹی ایف پوری طرح سرگرم اور فعال تھی۔ ہم سب مل جل کر ان لوگوں کی ایسی کوششوں کو ناکام بناتے رہے تھے۔

امریکیوں نے ان ناکامیوں کے نتیجے میں بھاری جانی نقصان اٹھایا تھا۔ گمنام کارندوں کے ساتھ انہوں نے کراچی کی بستیوں میں اپنے کئی اعلیٰ افسر بھی کھوئے تھے۔

وہ اپنی سازشوں کا سلسلہ ختم کرنے پر آمادہ تھے نہ ہم ان کی سرکوبی کے مقدس فرض سے دستبردار ہو سکتے تھے۔ فرق صرف ایک تھا کہ ہم تیسری دنیا کے ایک ترقی پذیر ملک کے باشندے تھے اور امریکا کو اکلوتی عالمی سپر پاور ہونے کی سند مل چکی تھی۔

اس زعم میں امریکا کی طرف سے کچھ عرصے پہلے یہ وارننگ آ چکی تھی کہ کراچی میں امن و امان کی صورت حال اتنی خراب تھی کہ وہاں امریکیوں کا جینا دوبھر ہو گیا تھا۔ امریکی حکومت ان حالات کو تشویش کی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

وہ مہذب الفاظ میں ایک کھلی سفارتی دھمکی تھی کہ امریکیوں کو کراچی میں من مانی کرنے کی آزادی نہ دی گئی تو امریکی حکومت اس شہر میں اپنے شہریوں کے تحفظ کے لیے بھی سخت کارروائی کر گزرے گی۔

کسی میں یہ تاب نہیں تھی کہ امریکیوں سے یہ کہا جاتا کہ ان کا کراچی میں جینا دوبھر ہو رہا ہے تو وہ سات سمندر پار کر کے، مرنے کے لیے کراچی کیوں چلے آ رہے ہیں۔ انہیں اپنی سلامتی عزیز ہے تو سازشوں سے کنارہ کش ہو کر اپنے ملک میں مرے رہیں۔ اپنی سرحدوں سے باہر جہاں بانی کا شوق اپنے آس پاس کے چھوٹے اور کمزور ملکوں میں پورا کر لیں۔

جلال کا مشورہ تھا کہ ہم اس معاملے میں بہت احتیاط سے کام لیں تاکہ امریکی انتظامیہ کو کسی بڑے اقدام کے لیے بہانہ نہ مل سکے۔

ہم لوگ کافی عرصے سے اس احتیاط پر کاربند تھے۔ یہی وجہ تھی کہ ٹام اور نک زندہ تھے۔ ان کا ایک افسر امریکا سے بھارت جاتے ہوئے کراچی میں رکا اور اپنی اوچھی حرکتوں کے باوجود زندہ سلامت آگے جانے میں کامیاب ہو گیا۔

لیکن سنیل کے گھر کا رخ کرنے والے دونوں کمانڈوز کا معاملہ بہت مختلف تھا۔

سوبھراج کتنا ہی برا سہی لیکن ایک پاکستانی شہری تھا۔ ان دونوں نے ائرپورٹ کے راستے میں اس پر ناکام قاتلانہ حملہ کر کے ایک سنگین جرم کا ارتکاب کیا تھا۔ ان دونوں کا اس سے زیادہ سنگین جرم یہ تھا کہ انہوں نے اس حملے میں سوبھراج کے دو

Downloaded from https://paksociety.com

بیگناہ ملازموں کو قتل کر دیا تھا۔

ہمارے پاس ثبوت کوئی نہیں تھا لیکن سارے شواہد یہی بتا رہے تھے کہ سہیل کے گھر کا رخ کرنے والے دونوں سفید فام وہی تھے جنہوں نے سوبھراج کی مرسڈیز پر حملہ کیا تھا۔

وہ دونوں قاتل تھے اور ہر قانون کے رو سے واجب القتل تھے۔

سہیل کے گھر کے باہر وہ ہماری گرفت میں آئے تو میں نے جلال کی دی ہوئی مصلحت آمیز ہدایت کو نظر انداز کر کے ان میں سے ایک کو بے دریغ موت کے گھاٹ اتار دیا۔

اول خان کے ذریعے وہ خبر جلال کو بھی مل چکی تھی اور مجھے خوشی ہوئی تھی کہ اس نے میری کارروائی پر کسی ناپسندیدگی کا اظہار نہیں کیا تھا۔

اس کے رویے میں صرف اتنی سی تبدیلی آئی تھی اس نے اپنے معمول کے خلاف، اس واقعے پر ہم میں سے کسی سے کھل کر گفتگو نہیں کی تھی۔

میرے لیے وہ بہت اچھی علامت تھی۔ ایک قاتل امریکی کے قتل پر جلال کی خاموشی بہت زیادہ پر معنی تھی۔ اس سے یہ اشارہ بھی مل رہا تھا کہ غیر ملکی ایجنٹوں کے بارے میں ہمارے سرکاری رویے میں ایک قدرے سخت تبدیلی آ چکی تھی اور ہم ذرا کھل کر اپنے دشمنوں کے خلاف قدم اٹھا سکتے تھے۔ جس کے نتیجے میں ان کی سرگرمیاں ماند پڑ سکتی تھیں۔

کھانے سے فارغ ہو کر اول خان بھی چلا گیا۔ وہ راج محل کے سوختہ کھنڈرات کا بچشم خود مشاہدہ کرنا چاہتا تھا۔ ساتھ ہی اسے شہر میں اپنے آدمیوں کی سرگرمیوں کی خبر بھی لینی تھی۔

اسے گئے ہوئے تھوڑی دیر ہوئی تھی کہ میرے موبائل فون کی گھنٹی بجنے لگی۔

میں نے چونک کر اسکرین پر نظر ڈالی تو وہاں نک کا نمبر آیا ہوا تھا اور گھنٹی بج رہی تھی۔

نک نے صبح آٹھ بجے مجھے نیند سے بیدار کر کے فون پر بات کی تھی۔ اس گفتگو میں تلخی کا رنگ نمایاں تھا۔ آخر میں اس نے دھمکیاں دے کر فون بند کر دیا تھا۔

مجھے توقع نہیں تھی کہ اس شدید تلخ کلامی کے بعد وہ دوبارہ مجھ سے رابطہ کرے گا لیکن موبائل فون کی بجتی ہوئی گھنٹی میرے اس اندازے کی نفی کر رہی تھی۔

''کرنل! تم کیا کر رہے ہو؟'' رابطہ ہوتے ہی نک کی سپاٹ آواز میرے کان میں آئی۔

''سوچ رہا ہوں کہ میں داور ہوں یا ڈینی۔'' میں نے سرد مہری سے جواب دیا۔

''اوہ! تم میری غصے میں کہی ہوئی باتوں کو اپنے دل میں لیے بیٹھے ہو!''

''تمہاری تلخ باتیں میرے دل پر نقش ہو چکی ہیں۔'' میں نے اسی لہجے میں اختصار سے کہا۔

''میں خلوص دل سے معذرت خواہ ہوں۔'' اس کی ڈھٹائی اور بے شرمی نے مجھے حیران کر دیا۔

کہا جاتا ہے کہ بیشتر امریکی بدزبان اور بے لگام ہوتے ہیں۔ سوچنے سمجھنے میں زیادہ وقت برباد نہیں کرتے۔ جو دل میں آتا ہے، بے دھڑک کر ڈالتے ہیں۔ اس بات کا لحاظ نہیں کرتے کہ سننے والے پر ان کی بات کا کیا اثر ہوگا۔

کسی مصلحت یا ضرورت کے تحت ان کو اپنی کہی ہوئی بات واپس لینی ہو تو وہ کسی ندامت کے بغیر یہ بھی کر گزرتے ہیں۔

نک کوئی عام امریکی نہیں تھا۔ وہ امریکی انتظامیہ کا ایک اہم کارندہ تھا۔ اس نے نہایت کروفر کے ساتھ کہی ہوئی اپنی ایک بات پر معذرت کر کے یہ ثابت کر دیا تھا کہ اپنے طرز عمل کے اعتبار سے وہ اپنے قومی دھارے سے الگ نہیں تھا۔

''تمہاری باتیں بہت ترش بلکہ زہریلی تھیں۔ میں انہیں آسانی سے فراموش نہیں کر سکوں گا۔'' میں نے کسیلی آواز میں جواب دیا۔

میں اندازہ لگا چکا تھا کہ اس نے اپنی کسی غرض کے تحت مجھے فون کیا تھا ورنہ وہ اتنی آسانی سے اپنا تھوکا ہوا چاٹنے والوں میں سے نہیں تھا۔

''میں نے ڈینی کی گرفتاری پر بہت زیادہ انحصار کیا ہوا تھا۔ واشنگٹن میں اس اہم قیدی کے استقبال کی تیاریاں ہو رہی تھیں کہ تم نے اچانک اس کے فرار کی خبر سنا کر میری کھوپڑی اڑا دی۔ تم یقین کرو کہ وہ بری خبر سن کر میں آپے میں نہیں رہا تھا۔''

''یقیناً تم اپنے آپے میں نہیں تھے۔ تم نے وہ باتیں بھی کہہ ڈالیں جو تمہارے ذہن میں نہ جانے کب سے پروان چڑھ رہی تھیں۔''

''تم کن باتوں کا حوالہ دینا چاہ رہے ہو؟''

''میں دوسری تمام باتوں کو تمہارے ذہنی خلفشار کا نتیجہ قرار دے کر نظر انداز کر سکتا ہوں مگر دو نکتے ہمیشہ جواب طلب رہیں گے.....''

''تم کھل کر بتاؤ میں وضاحت کروں گا۔'' اس نے میری بات کاٹ کر کہا۔ اس وقت وہ غیر معمولی مفاہمانہ رویے کا مظاہرہ کر رہا تھا۔

''تمہیں یہ خیال کیوں آیا کہ میں ہی ڈینی ہو سکتا ہوں۔''

''یہ اشتعال میں کہی ہوئی بات تھی۔ تم اسے اپنے دل پر کیوں لے بیٹھے ہو۔ میرے لیے ڈینی صرف ایک نام ہے جب کہ تم دیکھے بھالے آدمی ہو۔ میں خود تم سے مل چکا ہوں۔ غصے اور جھنجلاہٹ میں آدمی اس قسم کی الزام تراشیوں پر اتر آتا

Downloaded from https://paksociety.com